

حیاتِ حکیم الامت
مولانا اشرف علی
تھانویؒ کے درخشاں
پہلو

(علمی آثار و

تجدیدی مساعی)

منتخب: مقالات و مضامین

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

مجدد الملت کے آثارِ علمینہ

ترجمہ و تفسیر
پروفیسر مسلمان ندوی راجندر سنگھ

حکیم الامت حضرت تھانوی

اپنی لکھیات، واقعات اور اقتباسات کے آئینے میں

حکیم الامت حضرت تھانوی نے تعلیم و تربیت، سلوک و معرفت اور تحقیق و ارشاد کے ذریعے اس صدی میں جو خدمت کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی اس خدمت کی تفصیل کے لیے آپ کی سیرت و تعلیمات پر تحریر کی جانے والی کتب، حیات اشرف، جامع التہذیب، تہذیب تصوف و سلوک، تہذیب معاشیات، تہذیب تعلیم و تبلیغ، حکیم الامت اور سیرت اشرف کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ منشی عبدالرحمن صاحب کی تالیف سیرت اشرف سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے سوانح گو سیرت کے باب میں یہ بہترین کتاب ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اور احادیثِ تصوف کی تدوین و تحقیق

ڈاکٹر محمد امجدی

۲۵۵

احکام القرآن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ : ایک تعارفی مطالعہ

ڈاکٹر محمد امجدی

احکام القرآن (تھانوی) کی خصوصیات — (۱)۔

تفصیلاً — (۲)۔

احکام القرآن (تھانوی) — منہج و خصوصیات

ڈاکٹر محمد امجدی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی — تعارف و منہج

محمد عبداللہ چشتی

بیان القرآن

مصنفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

کا ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین حالی

قرآن مکر — اسلام آباد

جلد: ۲۳، نمبر: ۳

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : معرفت حکیم الامت، مولانا اشرف علی تھانوی کے علمی اور عملی

مہمان کارنامے

ملفوظ حکیم الامت

مولانا اشرف علی

تھانوی

مضامین کے نام رکھنا

۶۱ - فرمایا میں ملفوظات کے نام بھی رکھ دیتا ہوں چاہے چھوٹا سا ہی
ذخیرہ ہو اور فتویٰ ہو یا کچھ فرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اس کا نام رکھ دیتا
ہوں کہ اس میں اس کا حاصل کرتا سہل ہوتا ہے مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا
سہل حوالہ دینے میں آسانی ہوتی ہے اگر کسی اور مضمون میں اس کے حوالہ
کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے۔

سفر نامہ لاہور و لکھنؤ

ص نمبر 179

نور محمد کابلی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

نسب اور خاندان

ہندوستان میں مسلمانوں کی مگرانی سے قبل راجہ حسین نے ضلع مظفرنگر میں ایک قصبہ اپنے نام سے بنایا جو تھانہ مجیم کہلایا۔ پھر مسلمانوں کی آمد و گزرت پر اس کا نام مظفر پور بنا گیا۔ اس وقت کے شاہی خاندان سے تھا جسے ظہیر نام قبول و مشہور نہ ہوا اور وہی مولانا نام معروف بنا۔ باقی تھانہ مجیم سے تھانہ صہون ہو گیا۔ صہون بہت تھانہ دارا ہے۔ وہاں کا یہ قصبہ اپنی مرہم خیزی میں مشہور رہا ہے اور یہاں کے مسلمان خرفار اہل شوکت و آفت اور صاحب فضل و کمال رہے ہیں۔

عبداللہ اللہ شاہ اشرفی محللی صاحب تھانوی قدس سرہ کے اجداد نے آج سے صدیوں پہلے اس قصبہ تھانہ صہون میں طبع انعامت ڈالی تھی۔ وہ خیال کے اجداد نسبتاً غریب تھے۔ ان میں ایک مولانا صاحب الدین جہاں تھے۔ جو تھانہ مظفرنگر خاں کے جہم پور اور جہاں کا ذکر عدم کبریٰ کے کاغذات میں ملتا ہے۔ ان کے قریبی اجداد تھانہ ضلع کمال سے نقل سکونت کر کے تھانہ صہون آئے تھے۔ وہ اسی طرح خطی اجداد نے وہ طوی تھے۔ اپنے بڑے بھائی نے سکونت اختیار کی تھی اور وہ یہاں آگئے تھے۔

عبداللہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم صاحب مرحوم ایک مقدر رئیس صاحب نقد و ہاشماد اور ایک کشادہ دست انسان تھے۔ بیرون کی ایک بڑی ریاست کے خاندان تھے۔ انہوں نے اعلیٰ استعداد کے ملک تھے اور حافظ قرآن تو نہ تھے لیکن نظریات قوی تھانہ قرآن میں بہت محنت سے پڑھتے تھے۔ ذہنی اعتبار سے جسے ہی صاحب فریاد تھے جس کا ایک کلا ثبوت یہ ہے کہ اپنے صاحبزادوں کی استعداد صلاحیت کو دیکھ کر ہی سے آگے گئے تھے اور اسی بنا پر اپنے فرزند کبریائی حضرت محمد اللہ کو عربی و لغات میں الدفر زنا صفر و اکبر علی صاحب مرحوم کو انگریزی اور علوم دینی میں لگا دیا تھا۔ اور اس پر مرحوم کو پورا پورا اعتماد تھا۔ ایک مرتبہ مرحوم کی صاحبزادہ صاحبہ نے فریاد بھائی تم نے جو تھے تو انگریزی پڑھانی ہے وہ تو خیر کا کمانے گا۔ بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کمانے گا اور اس کا گزارہ کس طرح ہو گا یہ کہنا تو دشوار میں تھیں۔ پھر کہلا رہے کے قابل نہ رہے گی۔ اس پر مرحوم کو جوش آیا اور فرماتے گئے۔ یہاں صاحبہ تم کو جو کہ یہ عربی پڑھ کر کمانے گا کہاں سے؟ خدا کی قسم میں کہہ گا کہ انے والا سمجھتی ہو اس جیسے اس کی جو تہوں سے گنگے گے چھریں گے۔ اور ان کی جانب رخ ہی نہ کہے گا۔ کس جا کی فراست ہے اور مزاج شناسی یہی وجہ ہے کہ اکبر علی صاحب مرحوم سے کہیں زیادہ حضرت حکیم الامت پر وہ پیوستہ کرتے تھے۔ اور جب ایک مرتبہ صاحبزادے صاحب نے اس کی شکایت کی تو فرمایا: یہاں جیسے اس عبداللہ اللہ پر دیکھ آتا ہے وہ جو کچھ ہے دینا ہے میری زندگی میں تک ہے میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا۔ چنانچہ ان میں سے ایک ایک تھانہ حکیم الامت کی آنکھ زندگی میں بیکر حقیقت میں کر معلوم بنا ہوا۔

حضرت حکیم الامت کی والدہ ماجدہ بھی ایک صاحب نسبت بی بی تھیں۔

۱۲۱۲ھ میں تھیں

حضرت حکیم الامت کے ماموں میر جی اداو علی صاحب ایک نبردست عالم ذکاوت بزرگ تھے۔ یہ اپنے وقت کے ممتاز علم کامل حافظ نظام مراد علی صاحب پانی پتی کے مشورہ سے حیدرآباد کی تشریف لے گئے۔ یہاں ملازم ہی ہو گئے اور انکی بہ حضرت صاحب ہی کے ایازہ سے مزار و رازیک صاحب کی اداوت میں داخل ہو گئے۔ جنہوں نے فراہمی و ریاست کو ٹھکرا کر فرود برداری اختیار کر لی تھی۔ کہ حضرت حکیم الامت کو مسائل و مسائل میں ان سے اختلافات خطا گران کا جذبہ متعلق ہر سال قائل زور تھا۔ حکیم الامت چچان کے اشعار سے آگ برستی تھی۔ چچان پڑھان کا یہ شعر حضرت اندس نے بارہا نقل فرمایا ہے۔

ساقی پرستی سے کیا حال ہو گیا
جب تو نے یہ نئے عالم پیش میں بھری ہو گی

حضرت کے افسانہ خواست علی اعلیٰ وجہ کے فارسی دان، افشا پر ہوا اور علامہ صاحب بزرگ تھے۔ مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی کے ایک غیلیہ خاص کے مرید اور حافظ نظام مراد صاحب سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

حضرت اندس کے چچا علی سلطان شہاب الدین "فرخ شاہ" کابل تھے۔ ان کی اولاد میں شیوخ تھانہ شیوں کے علاوہ حضرت شیخ تقیود الدین ثانی قدس سرہا شیخ جمال الدین خانی سرہنی اور شیخ فرید الدین گج ٹھکر جیسے کالہوں کے ہیں۔ مولانا حضرت فرخ شاہ بیٹے آقا علی کابل کے اور سلطنت غزنویہ کے ذوال پر حکمت و جادو کے مست کن بارہ چاند تاشان پر ننگ کے کافروں کو زور کیا اور بادشاہوں نے چچا پڑھان سے فراغت پاکر جہاد الہی میں معروف ہو گئے۔ کابل کے کبیرہ کا پناہ لیں۔ نیا بار بزرگان پیشہ کے آگے ڈانٹے اداوت تو کہ کے ہر وقت کابل کو پیچھے لاد ایک عالم کو انیس باب کیا اور پھر سید وفات وہی دینی ہوئے۔ یہ موضوع آج تک مولانا فرخ شاہ نام کے مشورہ اور ریاست کا خاص مقام ہے۔

نگاہ بر آدم نیر پندہ داستا زابائے نمودار بشرم امیر اکرم ہما

ولادت اور چمن

خانان اشرف کابل خانگہ نظروں میں آیا۔ ایسے عالم خاندان میں جہاں دولت و شہرت اور نیکو تقویٰ مل کر رہتے تھے۔ حضرت مولانا الملک کی جامع شخصیت نمودار پذیر ہوئی۔ ولادت کا واقعہ بھی عجیب ہے

حضرت اندس کے والد مرحوم کے اوپر نہ نادر خاندان تھی۔ اس کی تالیف درج ہو چکی کہ وہ صوفی تھے ایک مرتبہ مرض غناش میں بریلی طریقت کے قریب۔ اسکی ڈاکٹر کے مشورہ سے ایسی وہ احوال تھی جو نالغہ نقل تھی۔ مگر سب اسکی خیر و برکت کی خوشخبری صاحب کی سنی خود و حکمت پر مبنی ہوئی اور حضرت مراد نظام مراد علی صاحب پانی پتی سے عرض کیا کہ میری زندگی کے لئے کیا نہ ہو۔ چچا صاحب نے فرمایا: "انسان میں فرمایا۔" عرض ہوئی کی کاشا تھی مراد ہے۔ ایسی کی بریلی طریقت کے سپرد کر دینا۔ اس میں کوئی نے نہ جس لیکن حکیم الامت کی داندہ اکثری اور فرمایا: "ماتکو صاحب کا یہ مطلب ہے کہ لاگوں کی دو میاں ہے۔ ندائی حمد غنیان ہے۔ مٹی اور آب تک جڑ نام ہی دنگے گدہ اور میاں طرہ برتتے۔ ایسی کی بار حجب از لاکہ اور فرمایا: "میں بر نام ہو گا جانے گا جس کے تازمیں علی ہو۔" حافظ صاحب سے کسی مرض چشمہ اور فرمایا: "کی بریلی شہید ہے۔ میرا نشان بھی تھا۔ پھر فرمایا: "انسان انشاس کے دو ڈاکے ہوں گے اور زندہ ہو میں گے۔ ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا نام برک علی۔ ایک میرا ہو گا اور دوسرا نیا دار ہو گا۔ چچا پڑھان ہی ہوا

مولانا الملک کے ہر بیٹے کو چھ ماہ کی عمر میں دینی صحافی کے طور کے ساتھ ملوہ نام ہوئے۔ چچا حضرت کی ولادت کے چھ ماہ ہی پہلے بعد آپ کے چھ بچے جہاں اکبر علی پڑھان کی ولادت ہوئی اور ان کا دوسرا دو بچوں کے ہیں

کی تکمیل ہونا منافعت علی صاحب کے کہ اولیاء ان فاضلی میں ہوا اور حاصل کیا۔ ایک مرتبہ اسی روز طالب علمی میں مدرسہ میں بیٹھا ہونے کی وجہ سے چینی سے کہ گھر تشریف لائے تھے تو بطور مشغلہ فاضلی استاد پر مشتمل ایک شنوئی مزبورہ لکھی جس سے فاضلی کی مصلحت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر اسی برس سے زیادہ نہ تھی۔ آخر وہی مقدمہ مشغلہ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ سال تک یہاں مشغول تعلیم رہ کر شروع مسئلہ میں مزاہت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۹-۲۰ برس کے لگ بھگ تھی۔

طالب علمیت

روز طالب علمی میں حضرت میں جمل سے لگ بھگ رہتے۔ اگر کتابوں سے کہ فرست تھی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت فریضہ جنت میں جا بیٹھتے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ ہرگز نہیں ہوا ہر ہونے کے ساتھ حضرت سماوی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے علیہ تفسیر میں تھی کی اس جامع حیثیت کی وجہ سے اس کا عقائدوسر معلقہ ترجمہ بھی ہوتا تھا۔ اور وہی وقت کی تعلیم و تربیت ایک ساتھ ہوتی تھی۔ انہوں نے آج وہی درس گاہیں جامعیت فریضہ سے محروم ہیں۔ حضرت والا کی ابتدا یہ تھی کہ وہ کچھ کراہی بعیرت اشیا کا پتہ چلا چکے تھے۔

پانچویں مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گلگڑی قدس سرہ طالب کراہی اشیا کے لیے اور دستار بندی کے لیے تشریف لائے تو شیخ الحدیث مولانا محمد امین صاحب نے اپنے اس ہونہار طالب علم کی ذہانت و وقارت کی بطور خاص مدح فرمائی، حضرت گلگڑی نے مشکل مشکل سوالات کیے اور ان کے جواب بھی سن کر شہرہ ہوئے۔

حضرت تو جن کو علوم فضیلت خاص مناسبت تھی، عظمت نے ماضی زمانہ اہل حق و باطل اور ذہانت و فطانت کے ہر پہ سے پوری طرح آراستہ کیا تھا۔ مطلق میں مصلحت کا اعتراف نہیں فرماتے تھے کہ میں سچی بات کہوں نہ کہوں۔ تاہم مضامین میں نہ مکتبہ الرشیدیہ کے مطلق میں مصلحت حاصل ہے، چنانچہ وہاں جہیں جب کوئی خط بھی منظر آئے اس کے لیے آواز آتی تھی تو اس وقت کے پیام سے بہر نکل آتی اور مصلحت کو گماں کی کر جاتی تھی۔ لیکن طبیعت کے اعتدال کا یہ عالم تھا کہ عقائد کو ہمیشہ وہابیات کے لیے علوم آہل جنت سے آپ کی برتھری و تخریب میں یہ جوہر نمایاں نظر آتا ہے۔ اس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ صاحب استاد دارالعلوم دیوبند حضرت کی اسی فوجی کی تخریب میں ہوا ہے کہ تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت کو اپنی مناظرہ میں اس قدر کہاں ہے کہ تہ سے جہاں مناظرہ میں نہیں شریک کیا؟ اور خود حضرت فرمایا کرتے تھے کہ نہ مناظرہ لگے اس زمانہ طالب علمی میں مناظرہ کا مشا اب اس کی معترضوں کی وجہ سے اتنی ہی لغت ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں اس قدر وسوسہ رکھنے کے باوجود قواعد کا مکمل تقابل دید ہے۔ مسئلہ کا واقعہ ہے خبر کی دستار بندی

تفسیر استاد کا جملہ نکتہ شاندار جیسا ہے کہ ہونے والا ہے اور حضرت مولانا گلگڑی کے مقدس ہاتھوں یہ دم لے پائے والے ہیں انہیں ہونا کو جمع کر کے اپنا استاد خاص حضرت مولانا محمد رفیع صاحب کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی، حضرت جہ سے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی ہوگی اور سلسلہ فرائض وہی جاسے گی حالانکہ ہم ہرگز اس کے اہل نہیں۔ یہ جوہر شروع فرمائی جاتے اور اس میں حد تک بڑی جہاں ہوگی کہ ایسے نا اہل تھیں کہ سند ہی ہے یہ نہیں کہ صاحب بعیرت استاد کو ہوش آیا، اور فرماتے تھے: تمنا یہ خیال باطل نکل جہاں یہاں چلکے خدا سے استاد موجود ہیں اس لیے ان کے سامنے تہیں اپنی دست پر نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ باہر جاتے کے سب نہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے اسے ہرگز نہ سہارا ہوگا۔ اور مصلحت دینا ہے دیکھا کہ شیخ گلگڑی

حضرت ابو سعید خدریؓ کی -

حضرت ابو سعید خدریؓ سے حضرت انسؓ سے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک طویل گفتگو کا یہاں یہاں منتقل اور بھی جواب کو کہ اپنے استاد کی خدمت میں پیش کیا تو اظہار کمال اتنا کہ اس پر دستخط کرنے ہونے فرمایا: معلوم ہوا کہ تم کو فرست بہت ہے۔ ہم جو اس وقت دیکھیں گے جب غفلت کا شکار نہ رہے اسے سامنے ہوگا اور پھر تم اتنے لمبے جواب لکھو کہ ڈا آئیوہ پتے پہلے کا بصیرت یافتہ ہونے کو کچھ دیکھا گس قدر صمیم تھا۔

حقائق کے لئے مجاہد الملک کو کہاں اور خاص طور پر سے نوازا تھا وہاں خوش آمدان سے بھی سرفراز فرمایا تھا حضرت کی فنی تکرار میں ہمت کے ساتھ جسے صورت نے ہی کر سہلے پر سہلے کا کام دیا تھا۔ حضرت نے قرأت کی شوق مند عالم تھی اور عبادت کا سبب معاشرتی سے بہت مکرر مکرر فرمایا تھی۔ جو قرآن کے عرب کے نزدیک بھی ایک ماہر فنی تھی۔ حضرت کی قوت لفظ کا یہ عالم تھا کہ جب شاکر اور انجناذ قرأت کی شوق کرتے کرتے ہوتے تو یہ پیمانہ شکل ہو کر استاد پر توڑے میں ایشاگر و ستارے ہیں۔ کمال فنی اور جمالی صورت نے ہی کہ جب لغوی پیدا کر دی تھی بھول تھکنے۔ قرآن کی پڑھتے تھے لوگوں کو ذہن کر کے تھے۔ ایک مرتبہ نماز میں ہوا میں اقصیٰ صاحب و جنوں نے کھنڈ میں قرأت کیا کہ علی حدیث سے فرمایا تھا، شریک تھے حضرت کا قرآن سنا تو بعد نماز بہت استیقامت سے پھر اور شائستگی کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت کی اشد پر بصیرت کا نتیجہ تھا کہ وہ اللہ سے کھنڈ اور رسولی باتوں کی طرف توجہ سے زیادہ التفات سبب کچھ خدمت ہو گیا تھا۔ وہاں ہی زندگی اور نظیر ان لوگ اختیار فرمایا تھا۔ حضرت اور اظہار کے زیادہ شاکر اور ان فنی چیزوں کی طرف رجحان سے نکلے اور اسی بات سے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو علم کو کچھ لکھا نہیں۔

درس و تدریس

دیکھا کہ آپ کے بعد اب وقت آئے کہ وہ اللہ سے کھنڈ اور پند کی عام نفا سے ہر نہیں حاصل کیا تھا اور استاد نے اس کی تفسیر کے میں نے سب میں ڈوب دیا تھا ای فین کو عام کر کے اور اسی رنگ میں ایک ایک کو لکھ گیا۔

مذہب کا آغاز ہے۔ میں ظاہری اور باہی یا معنی سے آزاد سنتی ہیں۔ کمال علمی اور عقیدت کا شوق ہے وہیں سے صوری ہے۔

حق تعالیٰ کے محبوب ہیں جو ان کی کشش و جذبہ میں ہے۔ جہاں بھی بیٹھ گئے تو کب پر داغ دار تھے۔ اور ساری نفا ان کی رنگ میں ہو گئی تھی۔

مشابہت ظہیر میں لکھیں۔ وہ بہت اہم تمام لکھیں۔ تمام لکھیں جسے ہونے میں تمام لکھیں۔ بہت سارے ہیں۔

مصلح معاہدہ میں انہوں نے اس وقت میں مشغول رہے اور ساری علمی معاملات و تعلیمات اور اقدار کے کام سے ایک عالم کو فیض کیا۔ ان میں ایک مدرسہ تدریس چلا آیا تھا۔ جو دوسرے تدریس عام کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی صورت دیکھنے کے لیے جب حضرت کا وجود انوں نے طلب کیا تو اپنے استاد اور والد ماجد کی اجازت سے سفر طائفہ میں ۵۵ روپیہ ہا جو اہر پر بیان تشریح کے آئے تو وہاں تھے لیکن بہت جلد وہاں کے مدرسہ سے کہیں میں آپ کے علم و فضل کا شعرو ہو گیا۔

اور وہیں تدریس سے علیہ و علیہ کمالی ہوئے۔ اور عوام عوام نے سامنے کا نچوڑ کر حضرت کا فریضہ بنا دیا۔ یہ سب کچھ تین چار مہینے میں ہوا اور انہیں مدرسہ نے حضرت اقدس کی مقبولیت سے مال باخدا۔ حاصل کرنا چاہا اور وہ عقلموں میں مدرسہ کے لیے چندہ کئی کئی کروڑ کی خواہش کی۔ حضرت والا چ نکھو اس قسم کے چندوں کو شرطاً ناجائز اور دیکھے کچھ توجہ دینی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لیے ان لوگوں

تو شہادتیں پوری نہ ہو سکی۔ اس پر ان میں جو بیگم بنیاں ہوتے گئیں حضرت نے اس کی اطلاع پا کر انتہائی غم میں گر دیا اور باوجود ہمارے کہ جس حد میں رہنا گوارا نہ کیا بلکہ واپس وطن کا ارادہ فرمایا مگر وہاں ہی سے پہلے حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی خدمت میں بھیج دیجئے۔ یہ حاضر ہونے کہ شاید پھر اس کا موقع ملے حضرت تشریف لے گئے اور ارادہ کا پورا کر کے لوگوں میں اس قضیہ میں غم سے ایک سماں بچا اور صاحب عبدالرحمن خاں صاحب اور کنایت اللہ صاحب مرحوم نے یہ سمجھ کر کہ اس جامع شخصیت جو عقولت و وفیات پر عملی اور خیاب ہے اپنی طرف سے ۲۵ روپیہ نذرانہ کی سہیل کر کے مراد آباد سے واپس پر حضرت اقدس کو روک لیا۔ اور اب حضرت اقدس جامع سید محمد نیک پور میں درس دینے لگے۔ اس طرح ایک نئے مدرسہ کی بنیاد پڑی۔ جس کا نام خود حضرت ہی نے مسجود کی مناسبت سے جامع العلوم کا پورا کیا گیا ہے۔ طبعی طور سے ۱۳ سال قیام کے بعد خود اپنے مرشد شیخ العرب و امام جامی امداد اللہ صاحبیت مساجد مکتبہ اقدس سترہ رشاد پر آخر صفر ۱۳۰۰ء میں کانپور کا تعلق ترک کر کے خانقاہ چھوڑ کر وطن بخشی۔ اس مہاجرت پر حضرت جامی صاحبیت ایک والا نام فرماتے ہیں۔

”بہتر ہو کہ آپ خانقاہ چھوڑ تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ کوئی نیکو کار آپ سے فائدہ ظاہری و باطنی ہو گا۔ اور آپ جو سے عدو نہ ہو گا نہ فریقہ دار کریں۔ ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں۔ یہ مکتوب امداد یہ حضرت کو اجازت سے لے کر آؤں گا۔ طلبہ سے خاص محبت رہی اور ان کا خاص لحاظ فرماتے رہے خود اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم کہتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پڑھنا ہی دلی ضرورت نہیں آتی۔ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ مجھ سے ترقی و حدیث کی باتیں پڑھیں جائیں۔ مجھے تو سادہ سیدھا عاقلانہ حدیث ہی آتی ہے۔ اس کی کو اس دور میں بھی سمجھتا ہوں۔ اور فرماتے کہ صوفیوں سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے۔ ہم نیکو کار کی بدولت انتظام دین نام ہے۔ یہ دستِ علی کا تہیہ خاکِ طلبا کے ساتھ ہر طرح کی رعایت فرماتے۔ ان کی بڑائی سے ڈرا کرتے تھے۔ ان کے دنار کا خاص لحاظ رکھتے۔ اور مدرسوں کو اس کی نگہ فرماتے تھے۔ اور خود طلبہ کو ان کی چیزوں کی طرف سے مرنے مرنے ان کے حکام اعلیٰ اور منصب جلیل پر فخر کرنے کی رو سے ہی فرماتے تھے۔“

اب آئیے اس سنی کے اصول تعلیم کو اجمالی طور پر سمجھیں جس کی چودہ سالہ تعلیم میں سینکڑوں طلبہ کا دیکھنا حضرت امداد اس بات کے تقاضا تھے کہ استاد جو اجمالی معنوں میں چھانے اس میں خود زیادہ حقیقت اٹھانے اور اس کا سنی تہذیب میں شاگردوں کے آگے پیش کرے گا اس میں استاد زیادہ بار پڑتا ہے لیکن جذبہ شفقت اس کو ہٹا کر دیتا ہے حدیث یہ ہے کہ بغیر اس جذبہ کے کام انجام ہی نہیں سکتا۔ اور حضرت اقدس کا یہی اصول تھا کہ شکل ایسی ہی ہو جو مقام پہلے مجلس تقریر میں لیا جائے اور جب طلبہ کو سمجھ جائیں تو اس مقام کا ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ مدرسہ جامع العلوم کے شاگرد اقل موسوی فضل بن سب اور اہل حدیث تھوڑے ہی میں درس ہے، اور مدرسہ کا مشہور مقام ”فتاویٰ بالنگر“ اور پیش ہوا جو سنی ہی شکل میں جاتا ہے اور حضرت نے پہلے اس کی تعلیم اور ترقی فرمادی اور پھر جب وہ اعلیٰ طرح سمجھنے کو فرمایا کہ یہ وہی تو مقام تھا جس کو مشائخ بالنگر کہتے ہیں۔ اس پر وہ ایک دور کے نام قرار نہ تھے لیکن تو کچھ شکل نہ لگا۔ اور حضرت اقدس نے ہی پسند فرماتے تھے کہ طلبہ کے آگے زادہ اور دستِ تقریر کی جانتے ہیں سے مخصوص یعنی امداد کا نسبت ہوا اور جس کی وجہ سے اس طلبہ طلبہ طلبہ ہو جاتے چنانچہ نہ صرف خود اس اصول پر کار بند تھے بلکہ انہی میں پر ہی اس نظریہ عملی لڑتے تھے۔ ۱۳۰۰ ہجرت واری تقریروں اور سطوروں سے بھی حضرت اقدس کو اختلاف تھا اور ہوا استقامت فرماتے

اسمِ تسلیم

کراس کی وجہ سے طلباء کی توجہ ہفتہ بھر ایک ہی موضوع تقرر و بحث کی طرف کی رہی ہے اور اس میں ہر روز واقع ہوتا ہے حضرت اقدس فرماتے تھے کہ جب کتابیں اچھی طرح پڑھی ہیں تو پھر تقرر و بحث شروع کی جائے۔ حضرت اشرفی کی غالب علامت تھی کہ زندگی بھر لوگوں کی زندگی اس صحیح اصول کی کھلی آگاہ ہے وہاں فرماتے تھے کہ طلبہ اگر زمین باہنوں کا احترام کریں تو استفادہ عملی حاصل ہو جائے ہے۔ وہی آئندہ جن کا معاملہ کر کے صلوات اور قبولات میں تفریق پیدا کریں۔ وہ بھر جیب استاد کجا تھے تو بیٹے کے آگے نہ نہیں۔ اور جب کبھی بچوں کو ایک مرتبہ خود ہی اس مطلب کی تقرر کریں۔ یہ بھی باتیں تو واجب ہیں۔ ایک بات اور اس اعتبار کی ہے۔ وہ یہ کہ کیا آئندہ روزانہ پڑھ لیا کریں۔ یہ اور ہے اور ہے استفادہ استفادہ اللہ پر ہوا ہے۔ ۱۰۱ حضرت والا نے یہ اصول ہی بنایا تھا کہ اگر کوئی طالب علم عدم مناسبت یا عدم دلچسپی کی وجہ سے مستقالات نہ پڑھے لیکن روایت کی دوسری کتابیں تمام کسے تو اس کا سہو سے محروم نہ رکھا جائے بلکہ سند میں کجا تھے اور روایات کے اور مستقالات و روایات کی جو کتاب پر حاوی ہیں، ان روایات لکھا جائے۔

بزرگانِ عصر کی خدمت میں

حضرت اقدس رضوان اللہ علیہ کی حضرات اہل اللہ سے خاص عقیدت اور محبت تھی۔ فرماتے تھے کہ اس بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں انگلی لڑنے تک میں فخر پیدا ہوتا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ

کراس اور برائی بچتے تھے کہ فرزند البساتین کے نام سے ایک بزرگ حکایات کا مجموعہ شائع کیا اور بہت و توفیق سے فرماتے تھے کہ یہ حضرات حقائق ہیں۔ عملی نہیں کہ ان کے معارف پڑھے جائیں اور کتب میں بہت ہی پیچیدہ ہر تہہ خود اپنے مستحق بلکہ فرمایا کہ نہ کبھی غالب علم ہی سے محنت کی نہ اس طریق میں کسی عبادت اور ایمانات کیے، جو کہ اللہ تعالیٰ نے مظاہر فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی کلمہ توجہ اور میری فوت سے ثابت اور سب و محبت کا ثمرہ ہے۔ بالخصوص اس وقت جب حضرت اقدس اپنے خلیق اساتذہ کے گوارا تھے اس کی کمی تھی تھی اور بالمشق کیفیات کا ذکر فرماتے تو آپ پر ایک وجہ کی کیفیت ملاری ہو جاتی تھی اور ایک ہی عمل تمام رہتا تھا۔ پھر شرف پڑتے۔

احادیث آبیانہ لخصہ بشلعم
حضرت اقدس اپنے وقت کے سارے بزرگانِ دین سے ملے ہیں اور ہر ایک سے دعا و توجہ، لطف و عنایت کے ذریعہ استفادہ کیا ہے۔ مع تصحیح زیر گوشہ یا فرم

پچانو حضرت مولانا شیخ الدین صاحب مجددی دستار در تاج نیدا کے حلقہ توجہ میں شریک رہے تھے فرماتے تھے کہ "اس قدر اس شخص سے ہر تاح کا بھیجے باہر کچھ سماعت ہو گیا ہوں۔ مولانا اقدس سرہ کے ساتھ حضرت نے سر نہ پڑھ کر طبعی جماعت آئی اقدس سرہ کے کی زیادت فرمائی۔ اور وہ اس میں بیست فیصد لیس ان مقامات کا بھی زیارت کا شرف حاصل اور ہر ہائے گفت بعض حضرات انبیاء عظیم سے کے مزارات ہیں۔ مولانا اقدس سرہ کا حضرت سے اس وجہ محبت تھی کہ وہ اس آپ سے اپنی سجد میں امامت کرمانی، اس طرح آپ شاہ فضل تھے گئی مراد آبادی اور شاہ ابو حامد صاحب بھوپالی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددی کے آفتاب تھے اکی زیارت سے بھی شرف حاصل ہے میں اور ہر وہ جس کے خاص رہا تھے۔ اول الذکر بزرگ سے تو اس وجہ محبت تھی کہ انہوں نے آپ کو اپنے وہ اعمال بھی سنے جو اوروں سے بیان نہ فرماتے تھے۔ مشائخ بزرگ کہنے کی تابت نہیں لیکن تم سے کتا ہوں کہ جب سجدہ میں جانا ہوں تو کیا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا۔ یہ بھی فرمایا کہ "جانی بہت کا فرہ برحق، کوثر کا فرہ برحق۔ لیکن ناز کا فرہ ہے وہ کسی چیز میں بھی نہیں۔ جہاں تم تقرر میں ہوں ناز چڑھا

شیخ ذوران سے تعلق اور حج بیت اللہ

سیدنا حضرت علیؑ

گند چکا ہے کہ جو دولت کی بھر مٹا ایک کعبہ بے عزت مانا اور صاحب کی دعاؤں کا نتیجہ تھی اور انہی دنوں نے آپ کا نام شریف

رکھا تھا اور آخر وقت تک اپنی محبت و توجہ سے سرزدانہ کرتے رہے یہی وجہ تھی کہ فرزند شریف طور پر حضرت میں عشق کی جلوہ آرائیاں بیان کرنا شروع ایک بار کعبہ ارشاد حضرت مولانا شہداء صاحب گنگوہی ہاکی فرودت سے دیونہ تشریف لائے تو حضرت ایک ہی نظر میں اس کی ہر جگہ شریف سے معاف کر کے لیے آگے بڑھے شوق سے بے جا ناکہ کر دیا تھا۔ پادشہ نے اختیار حاصل چاہا حضرت تھیں سرور گنگوہی کے خاتم یا کعبیت اور اس کی حقیقت سے نا آشنا تھے مگر کشمکش اس جاکر ہوئی کہ کعبیت کی مدعا مست کردی۔ حضرت تھیں صرف نے دوران تعمیر میں اس کو مناسب سہا اور انکار دیا یا لیکن غلام ارشد تھیں یہ خیال بھلا دیا حضرت برابردار پادشاہ اور جب ۱۲۹۹ء میں حضرت مولانا گنگوہی کا حج تھیں تو خود ان کے ذریعہ شیخ العرب و اہم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھیں سرور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ۱۲۹۸ء سے فرادوں کو کعبہ کی خدمت کر لیں۔ نہ جانے وہ دنوں عرفان میں کیا راز و نیاز ہوا۔ پھر خبر یہی ہو کر حضرت حاجی صاحب نے جواب میں خود ہی بیت فرمایا۔ اس وقت تہذیب و دولت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

حضرت تہذیب و دولت کا یہی پیروا بھی نہ ہوئے تھے کہ شیخ العرب و اہم تھیں صرف نے کو منظور کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ لیکن یہ کعبیت کی آنکھ کھل جاتی ہے تو دنوں و مکان کے سارے کج بات اظہار تھے ہیں۔ عداوت بالذکر حضرت حاجی صاحب نے وہیں سے تھانہ بھون کے اس دور شمس کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔ اسی طالب علمی کے کہ حضرت تھیں صرف نے آپ کے والد ماجد کو کعبہ جیسا تھا کہ "تہذیب کو آؤ اور یہ کعبہ کو اپنے ہنس لے کے کہتے آؤ"۔

مخزن شوال ۱۳۱۲ء میں جب کہ تہذیب و دولت صاحب علمی کی زندگی ختم ہو گیا کہ آپ میں اشاعت علوم میں معروف تھے اور حج کے سلسلے میں پینا ہو گئے تو تحصیل کے لیے دیکھا ارشد السواخ، حضرت داد اپنے والد ماجد کی معیت میں وزارت عربین خزانہ کے لیے روانہ ہوئے اور حج کا یہ عالم تھا کہ جب کسی حاجی تھیں صرف نے آپ کے والد ماجد سے ملنے کے حکام کا ذکر کیا تو زور اٹھائے۔

چہ تم دیو اہانت مارا باشد چون تو پشتی ہاں
چہ پاک از صحت بجزاں مارا باشد تو کشتی ہاں

اسی مؤذنبہ و اشیا سے کہ منکر پہنچے حضرت حاجی صاحب سے نیاز حاصل کیا۔ شیخ تھیں صرف نے بیت خوش ہوئے اور دست شریف بیت کی خدمت سے سرزدانہ کیا۔ جو فرار شیخ خود فرمایا کہ تم میرے پاس چھو بیٹھے رہ جاؤ۔ لیکن حضرت داد کے والد ماجد نے مفاہرت گوارا نہ اور حضرت حاجی صاحب نے نے رہنا کے اتر مخریبت فرمایا کہ کوئی کی طاعت مقدسے اس وقت چلے جاؤ پھر دیکھا جانے گا۔ چنانچہ پہلے پہلے بیٹے با در فیض سے فارغ ہو کر تھیں صرف میں بندہ مستان لوٹ آئے۔ دوران نیام تک معذور حضرت داد پر ارض پاک کا احترام و ادب اس دور غالب رہا اور ان تھیں صرف نے بھی اس قول فرمایا۔ اور میں آرتے بیت اللہ شریف یہی بیٹے بار نظر پائی ہے۔ اسی کیفیت شوقیہ و جلیبیہ چہ اس وقت کو گوارا نہ تھے۔ یہی کیفیت کعبہ پر کعبہ جلدی نہیں ہوئی۔

مشق کی چٹکائی تو پہلے ہی سے موجود تھی حضرت حاجی صاحب کے تعلق نے اس کو خوب ہوا وہی اور ارض پاک کے نیام نے اس کو خوب بڑا کیا۔ لیکن وہی یہی پھر بھی اس شخص میں ہونے

حج ثانی اور صحبت شیخ

حاجی کی حضرت ذاتی تھی۔ ہر بار معروف رہے۔ وہی اور حضرت علیؑ تقریر و تقریر سے سبکداریوں کو عالم بنایا اور سزاؤں کے دل میں لڑائی کی

واپسی اور قیام وطن

پہلی شہ سہ میں فرمایا گئے تھے۔

عشق می ساز و زماں مہال عشق را
عاشقان را نیست مطلب جز خدا
عشق عاشق را کند زار و زار
عشق عاشق را کند سواد و خوار
عشق سازد اندور و نرے عاشق را
عشق عشق است و عاشق را
عشق عشق است و عاشق را
عشق عشق است و عاشق را

دشتی بی بی ہم

۱۳۱۵ھ تک قیام

اب کی دقت میں گفت کے ضمن گفت اندھا گارتی کے پہلے غرضگواری تھی۔ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری سے قبل کی کیفیت شرفیاب و میرزا اللہ کا تیور تھی اور موجودہ کیفیت میرزا اللہ کے باعث تھی۔ وہ حالت مشاہدہ سے قبل کی تھی اور یہ لہجہ کی دو اثر عشق تھا یہ اثر میں بقول حضرت مجدد الملک اس زمانہ میں یہ حال تھا کہ جی چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو ڈاکر و شاعر و ولی کامل بنا دے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ میں نے حضرت قاسم کی خدمت سے کہا کہ میں نے وہاں سے کچھ لکھا ہے اور دیکھا ہے اور دیکھا ہے اور دیکھا ہے۔ اس کی اصلاح جب حضرت شیخ کو کہنی تو جواب آیا، اللہ جانے میں کہ اس کے تخلیق کے ذوق و شوق کی کیفیت کی کیفیت نہایت ہی خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میں اگر کاشف دامن مشکل رکھے وہی وہی تالی و دشتی ملا کر لائے۔ مقصود اصل تک پہنچا ہے۔ آمین ثم آمین۔ لیکن یہ کیفیت ہی عارضی عمل اور جب سقامات میں دماغ چلتا گیا تو اس عشق نے وہ ساری رنگ و بھنگ کیا لیکن حضرت کی سقامات کی طلب شدید ہوئی اور پھر وہی ہی منظر آیا اور انسانی کیفیت دہرا ہونے لگا جیسا کہ قیام تک کہہ چکی تھی۔ لیکن وہاں کی اصل میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پہلی کیفیت ابتدائی کا نتیجہ تھی اور موجودہ کیفیت طلب مزید کا۔ اور اسی وجہ سے اب کی خدمت میں دیر سے بیٹھا اور گفت لائن ہوئی۔ یہ وہی کیفیت تھی جس کی پیشین گوئی حضرت شیخ نے اپنی پہلی کیفیت میں فرمائی تھی۔ ساسے شافعیہ علیا پش ہو گیا۔ وہی کیفیت سے دلچسپی ختم ہوئی۔ وہ چاکر چاکر چوڑھڑا اور کیسوفی اختیار کر لیا۔ اول کانچہرہ مجدد الملک کے دھکے پیاتے تھے، پچھلے گئے ایک دفعہ پڑا جلد تیار دینی حضرت علماء بھی تشریف لائے تھے۔ اب لکھنؤ میں مسلمان علماء کو کئے کہ حضرت کی خدمت میں آئے اور دھکے لیے اٹھ گیا۔ اگر علماء کو دیکھ کر دھکے پڑتا تھا تو اپنی حالت کے مد نظر اقرار ممکن تھا جب کہ یہ نہ پڑتا تو اگر دیکھ کر دھکے پڑا اور انہوں نے کہا ان اہل حال سنا لے گئے۔ یہ دیکھ کر میرزا ناصر الملک فریج پوری کامل چھل گیا اور یہ سافعیہ پشہر زبان سے نکلا۔

عشق نے غالب لنگا کر دیا
وہ نہ میر جی آزادی تھے کام کے

پہر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں یہاں ہی رہتا ہوں اپنے مصلح پھرو ڈور۔ تلک مذکورہ ایک اور مرتبہ یہ پنجاب مروی شاہ علیہاں صاحب پورا دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے جی اور گرنے سے اتر کر کھٹے کے لیے کہ انہوں نے جیوب صاب دیا کہ اگر یہی حالت میں اس شخص سے دھکے کھا پانے میں نہیں بیٹھتے ہی اس کے منہ سے پتہ لگا جیوب کدوہ اناللق ہوگا۔ ایسی حالت میں امر ابرگر نہ سب نہیں ہے اس کی تصدیق خود حضرت نے بھی فرمائی کہ اس زمانہ میں میرزا قاسم کو بھرتا ہے۔ اس لیے میں نے دھکے کھائے اور یہ دیا تھا کہ نہ جانے منہ سے کیا نکل جائے اور

ہم کو اظہارِ حق پر کمر باندھنا چاہیے۔ ہمیں اس میں بھی مصلحت حاصل ہے۔ یہ خیال اعدائے حق سے ہے۔

عزیزانِ مکتوب! کیفیتِ اضطرابِ جسمانی چلی گئی۔ پیری امداد اعلیٰ صاحب کا پتہ بھی میں تھے اور وصیت نے تیسری تہذیب کی گرہ لگائی۔

مرضِ بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

غریبِ اضطرابِ والہانہ صحت سے گزرنے لگا تو ایک طرف اپنے شیخِ باکمالِ قدسِ سرہ کی خدمت میں بھیجا اور اس میں یہ بھی عرض کیا کہ حالتِ اضطراب میں پیری امداد اعلیٰ صاحب سے بھی چارہ چوائی کی، لیکن حاصل کی نہ ہوا۔ یہ علاجِ طبیخِ باکمالِ قدسِ سرہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرتِ مہاشاہِ صاحبِ کبریٰ کے اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر نکل آتے اور باہر بار بار لڑتے کہ "ہوں آدمی میں غلبہ ہو گیا ہے کھن نہیں ہو سکا مگر میں قرآنی دوا ہوں کیا کروں" اس پر جو صاحبِ طریقہ نے لکھے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں مبدیٰ جانتے والا ہوں، میں نہیں کہ حضرت صاحبِ عالم سرور ہوتے، اس طرفیہ کا جواب ان کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ ان سے کہنا "صاحبِ ملک ستارا یہ خادمِ زندقہ ہے کیوں کہ دوست کی خدمت میں جہنم کے ہو، صاحبِ مہندستان پہنچے اور حضرت مجددِ الملت کو ان کے کانپور آئے کی اطلاع ملی تو شامِ تازہ میں وہ پیری کے خدمت میں لے کر پہنچے، انہوں نے والا نام پہنچایا اور زبانِ پیام بھی۔ اس سے مجاہد ہوا اس کا حال خود حضرتِ قدسِ لیلوں بیان فرماتے ہیں، "قبلِ نظر میں نے بچے حضرت کا یہ پیغام سنا تھا، میں سمجھتی ہی ایسا معلوم ہوا جیسے دیکھے ہوئے تیر پر کسی نے بھری ہوئی ششک چھڑوی ہوا دیکھتے ہوئے میرے پر ہوت کا ٹکڑا رکھ دیا، جو محض ایک نفع سے بھی کہ پریشانی رہ گئی۔ اور صوبہ ملک تو میں ملحق صاف تھا، اس طرح شوق کی کیفیت میں میں بدل گئی۔ اور "انس" اس "انس" سے اوقع خاطر علی مرتضیٰ کے لہجہ شوق کے بعد، حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر سے پہلے اس پر ہوا تھا، مشورہ ہے کہ۔"

پیر کا حق انس اور وطنِ وحشت گہرا

مذہبِ تہذیب و اہلقت کے تقاضات سے وحشت شروع ہوئی اور دل و جان میں اس ترقی ہوئی چلی گئی یہاں تک کہ کانپور جیسے خوب مقام اپنے تمام کردار و عبادت و سس و تدبیر میں سے یہی برداشتہ خاطر ہو گئے، حضرت شیخ کی نصیحت یا دماغی کہ "اگر کسی کانپور سے دل برداشتہ ہو جائے تو پیر کو قتل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ چلی جائے" ۱۳۱۲ھ کے ستمبر پر عثمان کی کشتاف و امداد پر تھکا ہوا کانپور سے کانپور تشریف لے کر آیا اور وہاں تکس بنا یا جانے لیں کانپور کے فریضے نگہ دیکھیں کہ بے سرو پا تو نہ برتی جا سکتی تھی، اپنی خداداد فراست سے کام لیا، آقاخانِ افغان و افغان و مددگار مانی حالت کو خراب ہو چلی تھی، اس پہلے سے پہلے خزاہ سے دست برداری حاصل کی، پیر اپنے چکر بولوی میں صاحبِ بردارانِ کھنڈس اقل بنا یا اور خزاہ سے ہم پرستی قبول فرمائی، اس طرح پیر سے من و تقرب سے مدد کہ پیر کے نقصان و حرج سے بچاتے ہوئے اور اہل کانپور سے کہ میں کہہ لیں گا کہ ان کے آؤ صبر سے کہ میں عرض خوش کانپور سے چلے نکلے، خزاہ میں اگر حضرت شیخ کا ملحق کیا تو صاحبِ آہا، "بجز ہر ایک صحت ہوں تشریف لے گئے، امید ہے کہ آپ سے غلامی گزیرے گا، گاندہ قاضی و باغی ہوگا اور آپ ہاں سے مدد دیکھو کہ اس پر آؤ اور میں نے پیر وقت آپ کے حال میں جانکرتا ہوں اور خیال دیتا ہے، "مکتوب" ۱۳۱۲ھ، ص ۱۳۱۲

اور مدد کانپور کے حالات و آؤ آؤ دیکھتے لڑتے رہے اور چلایات دیتے رہے تاکہ اپنی کانپور کو ترک تعلق کا گمان نہ آئے، مگر جب دیکھا کہ مدد سے کہ میں شیک شیک تھے پیر میں رہی رہے اور اب اکلہ عزم سے اس میں ملل کا اندیشہ نہیں

تو میرا کہ ہے

تذکرہ وکیل حضرت علامہ کرامت ایک چند نثر حضرت مصطفوی کی کرتے

ایں کا چہرہ و کسب بہ نیری روشن کی کہ حدیث کا کئی کام حضرت کے مذہب کو گا بیان قیام آقا چہرہ میں ہے حضرت کے لئے نہ آیا نہ ہوا
کیسے حضرت جاہلی صاحب کے حکم سے ہے۔ ہی لوگوں نے پھر حضرت جاہلی صاحب سے آپ کے قیام کا بچہ کی اہانت ہوا۔ لیکن حضرت نور
سودا خان کو اور جو اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بھی کہ کفر کے نزدیک قیام آپ کا تھا۔ تبھی میں مزار ہی سے اپنی تصویر ویرا کسی فرستت میں باہر منت
حیث گہرے ڈاک چہرہ کا دورہ بھی کریں اور ان لوگوں کی فزکری کرین اور صاحب کے لیے اور تھا۔ تبھیوں کا چہرہ سے لکے اور میں ۹

۱۳۱۵ھ سے مستقل قیام تھا نہ بھون

۱۳۱۵ھ سے بھون اللہ کا وہ دور مزار ہوتا ہے جو آخر عیا ہے اور
میں مستقل قیام تھا نہ بھون حضرت اللہ اس دن حضرت میں سے
میں کی دونی جاہلی صاحب کی محبت اور حضرت جاہلی صاحب دورہ با صلیح علیہ السلام کی شہادت اور صفت کے باطنی مانہ ہوئی تھی پھر اپنے
فروع و ذوق ہوئے۔ کچھ نہ رکھ گیا۔ وہیں اندر میں سے چھن میں۔ اور ہا ہا کے تڑکے کرشیت پر کرتے رہا۔ کچھ اپنے شیخ علی سے تہمت کی شہادت اور
مستادن حضرت امیر شہداء کلمہ کی تہمت سے باطل ہو گیا۔ فی فی مرفوعی مشعل میں ہو گئے۔ چوک کیا تھا۔ کچھ بھون جان سے حکایت ہوتے اور
تجلی جلال سے۔ برائی تھا بن جانتے۔ بھون مزار کا رنگ چڑھا گیا۔ جو آگے تھے ان کی بھی اسی رنگ میں اور ہوئے۔ بغا تھا۔ وہی میں ہا ہا
گت گئے۔ اس دور میں رنگ ہی اور تھا۔ نور یا سو رنگاڑ گئے اس لیے جو بھی اچھا کاسوت نگارائت بن جا گیا۔ سوگ کی خبر میں
لے ہوئی ہیں۔ یعنی تھانے اور حضور ہوا کہ چنے اس بندہ کی تہمتیں اور اس کے دشمنوں سے واقف کرے تاکہ اس کے
چہرہ کی ہمہ گیری میں صورت ہو اور ان کے پہلے میں یہاں نہ ہے۔ ایک مہر تہ پہلی رات کا تہہ کے لیے دست کرتے
ہوئے ایک بیک با اختیار ایک حضور حشر کا دورہ ہوا۔ ہمیں کا صاحب چند اللہ تھے۔ ہوا تھیں تہمتیں میں واقع ہوئے۔ گوئی کوئی نئی بات نہ کی
لیکن اس مہرت میں اس وقت وہ عیا اثر ہوا کہ حضرت دارالین زندگی ہی سے پہلے ہو گئے۔ یہاں تک کہ خود کئی تک کے دوسرے تھے نہ بنا ہوا
دھنٹے تھے۔ آئیہ با۔ ایک صاحب ملے آئے۔ ان کے پاس اس وقت ہماری ہوئی خود تھی۔ ہا ہا میرے ہی میں آنا تھا کہ اس کے کہان
کہ ناسا گئے۔ تڑا کے میرے آپاک وچھوڑے دیا کو پاک کر دیا۔ کچھ میں فرعون و ہادان سے بھی بدتر سم۔ وہ میں جا میں بٹیا میں اس سے
ایمان دیا کہ ایک منہ میں چھٹکا ما ہو سکتا ہے اور میں میں ملا میں بٹیا ہوں اس سے ساتا سال میں بھی خلاصی ممکن نہیں :
حاصل تو یہ تھی اور ساتھ ہی ساتھ دونی مشکل یہ کہ خود بھول حضرت اقدس اگر ڈاک کر کے بیٹھا۔ ہم کہ قرآب کی حالت تھی تو ساتھ ہے۔ ہا
وہ حضور حشر ہی ہو کر آنا اور وہ خدا سے بچے کی فریق سے ڈاکر کہ تھلے کہ اپنا ہتا ہو کہ بعد تھا۔ تمام کو میں دل کی میں اگر ان کا یہ کار یہاں ہے

شیخ شمس کے کردار میں دل نشان سوزم گرت دیتم میرم چون سن مکان

خود پاک سن پاتا اور اس میں کلم سے آج کل ددم کے طاقت جہان

دن منت کش کشیں رہ جاتا اور میں شدید حالت تھی کہ باوجود وصیت بدنی کے موت کا خیال نہ ہوا۔ چہرہ اور جو تہمت نہ تھی تھیں تھنوں سے
بندہ کہ جنت قیام لکھ میں واقع ہوا۔ اور انقبہ ارشاد حضرت ہوا، ناگھو ہی قدس سرور کی خدمت میں پہنچ کر حالت عرض کی۔ ہا ہا
سارہ انتہات دیکھا جائے۔ بھون اللہ تھا نہ بھون انشربت کے تھے لیکن وہ حضور حشر ہوا۔ ہر ہا ہا کی میں سے اٹھالی کیفیت ہوتی
گئی یہاں تک کہ فتوح کتب کے ایسے شہید دور سے پڑھنے لگے کہ چند دنوں میں نہایت تہمت ہو کر ہو کر رہا۔

محبذہ الملت مندر شاہد

یہ تاریخ عثمانی کے ہر کاتبہ میں سے رشادہ اصلاحی باطنی کا کام شروع ہو چکا تھا اور حضرت انگلترہ میں توں رہا
 ہی اپنے بعض جس میں حضرت کی خدمت میں بیٹھنے کے تھے اور ہر شانہ بیوں پہنچ کر انگلین
 اور فرین کی تعداد کافی بڑھ چکی تھی لیکن گزشتہ سترہ سو بیست کے گزرا سال میں اس نطق کا سلسلہ تک گیا تھا اور خود آپ ہی نے
 اس کو بیکر کھڑی کر دیا تھا کہ اس کی حالت میں کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جب اس شدید اور آٹمی مرحلے سے ہی اللہ تعالیٰ نے
 اور اور انہی سب مندراشاہد پر پھر جمع فرمایا جسے اور توحیت کے کام میں جراتی معروض ہو گئے۔ مولانا محمد علی گنگوہی حضور دست گے فرزند
 مولانا الزاملین صاحب اکوڑ ہی کا خواب اس وقت سے میں سے حکیم الامت کے مہتاب انہی اس مقام پر فائز ہوئے اور اپنے وقت کے
 مجدد ہونے کی بیگشت ملتی ہے۔

خواتین فرماتے ہیں :-

میں نے سفر حج میں ایقام مدینہ طیبہ حضرت مولانا احتوائی مدظلہ کے متعلق ایک خواب دیکھا۔ حالہ گھر اس زمانے میں حج کہ حضرت مولانا
 سے کوئی خاص عقیدت میں نہ تھی۔ البتہ ایک چرانام سمجھا تھا۔ اور میرا طمان ہی حالت اہل حق کا کچھ زیادہ مستند تھا۔ حضرت مولانا کا
 کو مدینہ طیبہ میں کوئی عید سے عید بھی خیالی نہ تھا کہ ایک شب خواب میں گیا دیکھتا ہوں کہ حضور پرصلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر پانی پر تیار پڑے
 تھے ہیں اور حضرت مولانا احتوائی تیار واری فرماتے ہیں۔ اور ایک جنگ دور بیٹھے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں جن کے متعلق خواب ہی
 خواب میں معلوم ہوا کہ یہ یلبہ ہیں۔
 اگلے کچھ دنوں میں سے میں نے تفسیر آئی کہ حضرت انور کی یاد میں حضور کی استیلا
 اسجا اور حضرت مولانا اس کی تیار واری یعنی اسوں دہا ہے میں ہیں وہ جنگ عیب ہو اور بیٹھے نظر آ رہے تھے وہ میری وہ آئے کہ کوئی تھے چاہیں
 چند مستان پر میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں یہ خواب دکھا کر بھیجا اور یعنی تفسیر میری کہ میں ان ہی کو وہی لکھو دی اور یہی لکھو دیا کہ میری بھی
 میں یہ نہیں آیا کہ وہ جنگ عیب کوں تھے جو اور بیٹھے نظر آ رہے تھے حضرت مولانا نے تفسیر دیا کہ وہ حضرت امام محمد علی علیہ السلام ہیں اور وہ چاکر
 ابھی نہ تھا بید ہیں اس لیے خواب میں نکلا جاوے دکھائی دے۔

چنانچہ حضرت اندلس نے قصبہ خاندان جموں کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر دولت و عزت اور دنیاوات کٹھکرا کر وہ بادشاہت کی جو کم کسی
 کے حصہ میں آئی ہے۔ ہندوستان کے شمال و جنوب اور مشرقی و مغرب سے لوگ پرواز دار گئے اور اس شیعہ دنیا پاش سے اپنی اپنی بیگشت کے
 مطابق وہ شہنشاہ کے سامان حاصل کر گئے۔ وہ بھی کہتے ہیں کی پلاس چشموں سے نہ بچتی تھی اور یہاں اگر سب بکھٹے لوگوں اور مربعوں کی آٹھا
 یہ عالم تھا کہ قصبہ خاندان جموں کے لیے ایک شکل بہت تھیں بیٹھی بنوایا گیا اور خاندانہ اداروں کی "دکان معرفت" پر فریضہ ابن علم و عرفان کا وہ مجرم
 ہوا اور حضرت نظام الدین لولیا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ احمد مرشدی رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تاریخ ہند میں شاید اپنی فکر آپ
 قلم برداری و دستخطی و نیکوئیوں ختم ہزاروں تھے صرف "ہمازین" میں ہی اقتاد (۱۶۹۱) ہے۔ میں میں (۱۵۰) ہمازین بیگت میں نظر آ رہی ہیں۔
 (۱۵۹۰) ہمازین سمیت ہیں جن کو بیگت کی تو اجانتی نہیں لیکن بیگت کی اجالت حاصل ہے پھر مذکورہ اور اختلاف صرف وہ ہیں جو کمالی علم و عرفان
 کم و بیش کے ہیں لیکر وہ بھی ہیں جو اپنے وقت کے علماء اور اپنے دور کے اساتذہ کمال ہیں جیسے مرشدی حضرت شیخ مظلوم پاکستان مولانا
 محمد شیخ صاحب دست بیہوشم حضرت مولانا نقاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب ستم دار العلوم و بیہود حضرت مولانا عبدالعزیز علیہ السلام صاحب مدنی
 حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب اور شری ستم دار و صاحب اشرفی لاہور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ ستم قرادار الدین خاندان حضرت مولانا
 اور علی صاحب سنی مدظلہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب اہل پاری سابق صدر مدرس مظہر العلوم مولانا چور و سبواوی متعلق کمال چور

حضرت حماد بن عبدالمطلبی صاحب ہندی صاحب پر واقعہ فلسفہ اسلام جاسو عثمانیہ

حضرت انورس کو یہ شرف عطا تھا کہ میں طرح حضرت عبداللہ ثمالی کے وہیں علماء و فقہاء آپ کے نام ان فیض کے زور بردار تھے اس طرح اس وقت کے علماء بھی ان کا نام حضرت کے فریاد تھے۔

ان سعادت بڑی نادرہ سیست ... زمانہ بخشہ عدا کے بخشہ نہ

سعادت نے کچھ ایسا پلٹا کہا یا کہ ہنداری اور ابالی بن مزارت و کھانی دینے کے ہیں اور عوام و خواہم
نقطہ اوقات و تنظیم کار اچھے اچھے پڑھے لکھے بھی نہ کھتے تھے چنانچہ ہنداری کے پاس نہ کسی صاحب کی حاجت ہے نہ قراہی کی۔

ان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی زندگی نظم و ضبط کا بہترین نمونہ دیکھا ہے۔ علم دوستی، مہربانی، سخاوت کا یہ رشتہ بھی بہت ہی نادر ہے۔ آپ نے خدا ہی زندگی اور دماغی زندگی کا ایسا اصولی نمونہ پیش کیا کہ وہاں تک کہ ایک کمال تک پہنچے جو اسے اس کا مصلحتاً ہی نہیں بلکہ اس کے لئے اس طرح کی تعلیم کی کہ یہ تو باطنی انگریزیت ہے کہ اس کے اوقات، تقاضا، مشورہ، مشورہ کے طریق متعین، لیکن اس کے مشورہ اس کے ساتھ کیا جائے۔

پہلی عقل و دانش جا یہ گریست

یہ کہہ کر اس اصولی زندگی کے نمونہ کو دست بردار کر سکتے تھے۔ جو کہ ... اس اصولیتوں سے استفادہ و انوارہ ممکن ہے نہ فریاد نہ نیست اس طرح
ذاتی صحت و توانائی برقرار رکھ سکتے تھے۔ اس کی افادیت، اس لیے عارفانہ انداز میں ان نوری اصولوں کو جن کے ماخذ بہت ہی سادہ و سلیک
سید کریم علی اللہ علیہ وسلم ہی تھے پانچاں میں کیا جا سکتا تھا۔

حضرت کے اوقات اس طرح بنے ہوئے تھے صبح سے ۱۲ بجے تک اور نماز حضرت عثمان کے اوقات اپنے اندر

خارجی زندگی اور مشاقت و تہنیت و تہنیت و تہنیت کے لیے تھے۔ البتہ اس میں یہ تھکنے تھکی کر ڈنڈہ و پیل اور عادات کو پانچا ہے

تعمیر و تہنیت کا کام ہے۔ وہ نہیں کہ کوئی ذریعہ لذت و تہنیت ہے۔ ۱۲ بجے سے نماز تکرم تک پہنچنا اور قبول کا وقت تھا اور اس
میں کوئی مشغول تھا۔ نماز تہنیت و قبول سے لڑا نہت کے بعد نماز تکرم تک عام نہیں جاتی تھی جس میں ہر شخص شریک ہو سکتا تھا عبادت و تہنیت
رکعت تھا۔ پھر بعد نماز تکرم کسی سے نہ تھے لیکن یہ زمانہ کے لیے ہر ماہ ہوا اپنا ماہ کا ظاہر کر سکتے تھے۔ نماز اور تہنیت کے مہمانوں کے لیے
اصول و حکا کہ وہی میں انور ان بیٹریں کے اندر یا تو اپنا تھا کھانہ کر ڈال دیں۔ اس کے سوا کسی نے کچھ نہیں چاہا۔ اور ہر دو
سہ ماہ میں پانچ تہنیت ہر دو کو دیں اور پھر عارفانہ کے کہیں کہہ میں مہتمم ہیں ان کا وہ اب آسانی اور بیخ جانے سے سائل کو طبیعت ہونا مسؤل کو۔
نہایت سادہ اور کا یہی اصول تھا کہ کوئی شخص باجماعت صاحب عارفانہ کی سعادت نہ کہے نہ کوئی ان کے ہمراہ اور نہ اسے میں ان سے سعادت
کرے۔ اور اپنے کام میں مشغول رہے اور ہر شے بیخ کو اپنا سوا و مشاغل میں آزاد کرے۔

ہر گز سے بچے اور ہر تعمیر یافتہ، آداب سے واقف اور بے ادب سب ہی طرح کے لوگ آتے تھے اور ہر ایک کو بار بار تہنیت میں کمال
وقت ضائع ہونے کا امکان تھا اس لیے صبح سعادت حاصل کرے۔ اس لیے حضرت نے ایک جدول بنا رکھا تھا کہ اس کے مطابق نماز پڑھ
کرے حضرت کو دوسرے وقت اس کے عوارفت نہ تھے۔

نام و وطن شہل، اس وقت کس مقام سے آتا تھا۔ اور وہاں کی حالت تمام مشغول و ذریعہ معاش۔ کوئی سوراخ زمین کے ممالک تو

نہیں یعنی استعمال اور دعویٰ یا اعتراف کسی قدر ہے۔ اسے لاشعور اسکی کیا ہے ضمن معاملات کو دیکھ کر یا یا زبان اربع میں اشتہار میں کسی شخص سے یہ باتیں اگر نہیں تو کسی سے؟ اگرچہ اسے بیعت میں تو اس کو کفار و مشرکوں اور تسلیم کرنے سے خلق ہے۔ میرے ساتھ معاہدہ۔ اس کو کیا دیکھتے ہیں یا اگرچہ اسے کہ غلط و کجاست ہوئی ہے تو وہ پاس ہے یا نہیں؟ اگرچہ تو دیکھیں کہ کتنا قیام ہوگا۔ کتنا قیام ہوگا۔ معاہدہ میں پہل مرتباً ہوا ہے اپنے ہی آئے ہیں۔ بیعت کے استقامت تمام کی خبر ہے یا نہیں۔ باہر تہا ذرا تھکی اعلان دیکھ لیا یا نہیں؟ وہی اعلان ہے جس میں حضرت کے اوقات فراغت و مصروفیت کی تفصیل ہے۔

اس کے علاوہ ہر طرفہ کے افراد کے لیے اصول و ضوابط تھے اور سب میں یہی روح کا مدعا تھی کہ مرشد و مرید دونوں کو راحت حاصل رہے۔ تعلیم و اوقات نہ چھوڑے جائے اور نہ سب کو کوئی بے گناہی اس نظم و ضبط کے بقدر اللہ تعالیٰ کو کہہ کر رکھتے تھے جو انہوں نے نہ کر سکیا۔ لیکن ان لوگوں اور سالوں میں عقائد و مصلحت کے خلاف بیعت فرماتے۔ جہازوں وغیرہ کے گناہ جہاں ہوتے تھے۔ لیکن وہ معاہدہ کے ذریعہ رخصت و بیعت کے ذریعہ ہوتے ان گنت معاملات کے ذریعہ طریقت کے عقیدے کو لے۔ ہزاروں لشکر کی عہد الہی کو سیراب کرتے یہ سب اسی اصولی زندگی کا نتیجہ تھا۔

دعوت و پند، اصول و ضوابط اور اختیار کے لیے نہ تھے۔ بلکہ کئی زندگی میں بھی ان پر نگاہ رکھی جاتی تھی۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

داخلی زندگی

حضرت کی وہ انداز عملات تھیں۔ ان لیے جو بھی تھا یا نہیں کی صورت میں آنا آسانی ملو گی کہ اپنے ہاتھ سے تعلیم فرماتے نہایت کا یہ عالم تھا کہ دونوں کے ساتھ کر دیتے تھے اور باوجود فرقی ظاہری کی طرف سے وہیں لیا کہ ان فرمایا حضرت نہایت گہرے تھے کبھی گروہوں سے سخت و کھلم کا کرتا کرتے۔ بلکہ عیش و طبع و کرم سے پیش آتے اور بہت جھٹکائی پیش کرتے تھے۔ اپنی انداز کے صحابہ کی پوری مدارات کرتے انہوں کے کہیں سے خوب مزاج فرماتے تھے۔

اسی خاصہ پرستی ان لوگوں کو بھی دلائے تھے حتیٰ کہ کسی خاص کھانے کی فرمائش نہ کرتے۔ اللہ عز و جل خود اس سے فرمائش کرنے کا ارادہ کرتا تو اس میں بھی یہی اسلوب اختیار کرتے کہ ان کی دل چاہی نہ ہوا، نہ ان پر بار پڑے فرماتے۔ تم ہی چند کھاؤں کے نام کو جو آسان پس سکیں۔ میں سے جو مرتب ہو گا تجوروں گا۔

باوجود کجاست مشاغل کے بلکہ پابندی سے تشریف لے جاتے تھے تاکہ ان کی دل آرائی نہ ہو۔ ان کی بیماریوں پر پوری طرح فراہمی سے یہی صورت فرماتے اور ضرورت ہوتی تو وہ روزانہ معاملات کو خود لے جا کر علاج کرتے تھے۔ اس طرح تعلق مع اللہ کے ہمارے حقوق کو بھی فرماتے تھے۔ یہ تو ان کا انداز و کاشاد ہے جو سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نا آشنا ہوتے تھے جن کے نزدیک عبادت و تقویٰ ان کا شاکت تھا تاکہ ہے کہ مسجد و خانقاہ کے باہر قدم رکھنے ہی کا تار دھو جانا ہے۔ یہاں تک احتجاج سنت کے تحت ہر عمل جو مسجد و خانقاہ میں ہو یا گھر اور باہر میں جو عین عبادت اور تقویٰ کی ذمہ کا موجب ہے اور یہی سنت تھی جو وہ باہر نکال کر دیکھ لیتے تھے۔

حضرت نے خود عہد کے عمل و انصاف کی وہ نظریہ تمام کی کراب لوگوں کے لیے عقیدت کی جرات شکل ہو گئی۔ خود فرماتے تھے: میں تو ایک ہی آدمی میں دوسری کا خیال انہی میں خلاصہ عمل بہت ہوں لیکن اس سے اس کی طرف توجہ نہیں کی ہوگی۔ اور میں اس کی حق تھی ہے۔ اب میں اپنے گھر سے خانقاہ میں میں رکھتا ہوں۔ کیونکہ اگر میں ایک گھر میں پڑے رکھتا تو وہ سے گروہوں کی شکایت ہوتی کہ جو سے ساتھ تھی

خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ ہے :

عجز اللہ کے اس شمارہ کو لڑا سے دیکھا اور جان لو کہ نیداری میں سلاخیت، سعادت، اعتقاد اکتے ہی ستر با شان میں جتنے معاذہ عبادت، تکمیل دین کے لیے ایسے پاپوں، پھوڑوں پر کیا اس نظر فرمائی ہے۔ حکیم الامت کو رنج جو تاجب شہرہوں کے علم و حکم کی روایتیں آپ تکسہ پہنچیں۔ آپ ہر ایک کو اپنی بیویوں پر سرور و کم اعزاز دیکھنا اور پاس مروت کی تعریف فرماتے تھے۔

غلات و رحلت

مشہور ہے کہ اس کتاب جو ۱۱۱۱ھ میں طبعی تھا جنوں سے منور تھا اور ۱۱۱۵ھ سے ہندوستان کے طراں ارض میں شریعت و طراقت سے اور پھیلنا دیا۔ بالآخر ۱۱۱۵ھ میں پیش کے لیے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تاریخ روایات سے ثابت ہے پانچ برس پہلے ہی سے مددہ دیکھ کر تکلیفوں نے عاجز کر رکھا تھا کبھی قرضی ہوتا تو بٹنے کا نام نہ لیتا۔ اور کبھی اسمال ہونے لگے تو رکھنے ہی نہ پاتے۔ مختلف اعزاز و احترام ہو چکے تھے۔ حکلی برابر ہوا رہا۔ اور حق تعالیٰ کی اس امانت کی حفاظت میں کوئی کمزوری نہ ہوئی۔ لیکن تدبیر ہی تو نندہ کے اختیار میں ہے۔

ح مرض جرحتا گیا حوں حوں دوا کی

آؤ فرمایا کہ جی تقریباً تیرہ مہینے تک دنا فراں اور صاحب فرماش ہو گئے۔ اکثر غزوہ کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ بگرب بھی ہوش آنا اور جتنی بھی دیر دتا اپنے عارفانہ کلمات اور خطوط کے جواب سے ہی کھیا ان لذائذ سے لہذا فرستے تھے مانتی باؤں کو دیکھ کر متھہ کہہ کر خود کی کے دوسرے نہ تھے بلکہ وہ وہ کی کسی کیفیت تھیں ہونے کسی کی عقل مان سکتی ہے کہ اس دہرہ کے ضعف میں بار بار کے دواؤں کے باوجود عقل و فکر کسی دیر میں دیر میں شائردہ ہوں وہ خط و کچھ کسی پر پہلا کی حالت میں ۳۰۰۰ دینہ کا ایک مہی تیار آیا۔ اس میں کھاتا کرتا تھیں نے ایک دست مانی تھی کہ لڑکا دہا میں کامیابی ہوگی تو ۳۰۰۰ دینہ مروت دلا کی خدمت میں بیسوں گاجا پڑھ کر سب سب خدمت میں داپ ملک میں ہمیں جلیں خدمت فرمائیں : اس کا جواب اپنی ناقوس انگلیوں سے بدقت تمام یہ تحریر فرمایا : پچھلے تو تم نے کھابے کہ آپ ملک میں۔ بعد کو اختیار فرماتے کہ نہ اور یہ جیسے فرمایا ہے۔ جو کھابے بنائے اور دیکھ بنائے میں خرقا فرق ہے لغتا داپس کی جاتا ہے۔

حکما شریعت کا ایسا خیال اور اس کا اتنا اہتمام کسی غائب دارغ سے ممکن نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک مثال ہے اور نہ وہاں تو شبہ صدیقی کرامت جہادی تھی۔ مرض الموت کے دن گرتے گئے اور شبہ ۱۵ رجب ۱۱۱۵ھ کو کبھی ہی سے مسلسل دست آنے لگے۔ مگر ذرا ہی اجماعیت نے دفع مامت کے قابل کب دیکھا تھا۔ بعد ازاں بار پچھتے ہوئے جاتے رہے۔ بعد صاحب مرض کو صفائی و طہارت دانا اور داد اعلیٰ حقوق کا تمام اظہار اہتمام رہا۔ اسی وقت شبہ کو بعد نماز مغرب اپنی چھوٹی رقیقہ سیات سے پر چھا میں "انوں کا ہمارا عزیز ہے چاکوں" "حق تعالیٰ کوئی ہمیں بہت کراہی چکا ہے۔ آپ دس چکے ہیں اے نگہ میں" پھر فرمایا : "آج تو ہم جا رہے ہیں" رقیقہ سیات نے عرض کی "کہاں؟" فرمایا : "تم نہیں جانتیں" اس کے بعد پھر عرضی طاری ہوئی تو سر اگلا تک ہوش نہ آیا۔ سانس تیزی سے آہا نہ سے چلنا رہا۔ جب سانس اور آواز تو کٹنے لگنے والی اٹنے دیکھا کہ کتب کا "ہیال اور شہادت کا اعلیٰ کرنے ہی" شبلی کی پشت سے ایک ایسی تیز روشنی نکلتی تھی کہ جتنے سوتے ہوتی تھیں ماند پڑ جلتے تھے۔ یہ روشنی سانس کے اندر چھانکے کے ساتھ آنی جاتی رہی اور جب وہ ختم ہوا تو یہ غائب ہو گئی۔ کیا عجیب کوئی انگلیوں سے حقائق و معارف ایک جوش تک عرضی کر رہیں کرتے رہے۔ یہ لڑا اسی کا جو "میرکیت فضل وہ شیں کا اور چراغ جگتی بری کے مرض کے تند و تیز جھونکوں سے بھر کبھی کہ سنبل سنبل جانا تھا۔ بالآخر سر شریف کی رحمتی ۱۱۱۶ھ رجب ۱۱۱۶ھ ۲۰ جون ۱۱۱۶ھ

کی مہمانی، سات ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۳ء کی عمر پر جویش کے لیے بھیجا گیا۔ تاہم خدا کا اہم کاموں میں سائنس خلیفہ کی اطلاع ہوا کہ میں پہلی اور برقی
ہی ترغیبات کے قلوب پر گری۔ بیچ ہوتے ہوئے زیادہ سے بہت کے لیے جو پہلے سے

ہو جانے کے باہاں ہوا سرخوش و شگفتہ ہوا

و کچھ وقت میں ہی بہت ہو گئی

کے نفس سے مست و سرشار چلے آتے تھے۔ آج زیادہ اشکوں کے ساتھ آئے کہ

سیر و بیان بھرا سیر و بیان سخت گیری کے با سیر و

لے تانا کواہر ہونے آ کر تکرار کا شایبہ ہی

ہو اور وہ سے شعروں کے پیش پیش آئیں۔ اور زیادہ اشکوں کے ساتھ تیز و لذت روز اللہ تعالیٰ کا جنازہ نکلا۔

عج ماشائے کجا جنازہ ہے ذرا دم تکلم سے ملے

میں گاہ میں نمازیانہ پڑھی گئی اور پھر آپ ہی کے وقت کہ وہ گھر میں جس کا تاریکی نام جو سرسبز عاشق اباؤں ہوا جس ہم مبارک کو پڑھا

کیا گیا۔ فرمائے بہت کہ سنا ہے کہ ہو شریک جاننا تھے ان کو پھر بھی نہیں دکن آیا۔ لیکن میں کی تمہیں میں ہی تمہیں میں کی آتش فزاق ایک

عصر میں جا کر فرعون۔ اس کا جنازہ وہی کر کے گا میں نے کسی مشق حقیقی کی جو تھی کہانی ہو زبان کلمہ اس میں کبھی نہ کے اللہ سے جانے

عج ماشائے فراقت جاننا کباب کردہ

ہے میں آس جہاں میں ہے تیرا فاضل کیا کتنی ہے کچھ کو طرح مزا غائب کیا

شہادت نامہ

مگر بفضل تعالیٰ حضرت اہل بیت علیہم السلام کے کلمات علیہ السلامی و عالیہ آفتاب صفت اللہ کی طرح روشن اور

ایسے شہرہ نما ہیں کہ ان کے لیے اب کسی شدت کی حاجت نہیں۔ بلکہ اس شہادت نامہ کی۔ مگر اے عجب آفتاب آمد و میل آفتاب۔ لیکن صبح

کھاری و مسلم حدیث اس قدر شہادہ اللہ وقت اوجھ سے جو ایسے ہی نوح پر ہندو کی گئی تھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اگر کسی کے لئے کہ ہندو

طرح سے لوگ اس کی تشریح کریں تو اس کی توقع ہے کہ وہ حدیث ہی اچھا تھا۔ لیکن جو حساب رشتہ و نوحی اس قدر شہادہ اللہ وقت اور صفت

عادت گناہ میں نہیں پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ یہی مضمون ایک حدیث میں بیان آیا ہے۔ کہ ہندو کفار تھے جن کو کہتے تھے کہ ہم اللہ کے

عبود و اشو راجع الہامی کا مطلب یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض فرقے میں فرما رکھے ہیں کہ وہ انسان کا خیر و شر لوگوں کی زبان پر جاری کر دیں نیز

اپنے محبوب کی ہر گز دانگ سے تفریق میں کہ میں کہ کوئی بھی کہتا ہے جس کی ان کو اس علم میں شہادت بھی ہے اس لیے سب کو اس وقت

اور ترغیبات میں سے جو سنے یا دیکھے ہیں ان میں صرف چند ہی جملہ تفریق میں ہیں۔

کتاب کی حقیقی مسلم جو عقیدے میں ہیں وہ ہی شامل ہیں جن کو حضرت سے کہ سیاسی یا مشرفی اختلاف ہی تھا۔ قریب قریب سب نے

ہاں اتفاق اس شانہ کہ شانہ علیہ السلام کی۔ بلکہ جو تفریق تھی جملہ ہوئے۔ تفریق نہیں اور تفریقوں کے وقت بعض فرقوں میں ہوا مسیحی کی پیکاریاں

بندھ گئیں۔ یہ وہ پیش پس ہوئے۔ تاہم قرآنی اور قرآنی نوازی ہوئی۔ بعض بعض جگہ عارض بند ہوئے بلکہ کوئی بھی بند نہیں اور بعض جگہ اس

سے کہیں تا جائز نہ ہو۔ اس لہذا اور عمل کی بہت ذہنی۔ حالانکہ وہ آزاد لوگ تھے۔ لیکن عزت اللہ کی یہی شخصیت کا اتنا شائبہ پر تھا کہ

خود ہی حضرت کے سالاروں سے ایسا کہ غلاموں کے لیے جرات نہ ہوئی۔ بلکہ جو بہت بہت سے عیسائی قزاق کیا گیا۔ بلکہ بہت سے اللہ کی

۲۲:۲۲ قرآن شریف ختم کیے گئے۔ وہاں حضور کی بہت کثرت سے، مستعد و بجا اقسام سلام کے ذریعہ بھی عیدال قربان کی گئی، غرض کہ اپنے خیال اور مشرب کے مطابق سب ہی نے اعداد رقم اور ایصال قربان کیا۔ تقیم کی جہان میں بھی میں غیر مسلم بھی تھے اس خبر کو خاص اہمیت کے ساتھ شائع کیا۔ بلکہ وہاں تک خط میں آیا سب سے پہلے ایک غیر مسلم اخباری نے اس خبر کی بہت اچھے نمونوں کے ساتھ شائع کی۔

حضرت اقدس کی جلالت کی لئے نام نہادوں میں نے سوال سے دعاوی اور تمنا ظاہر کی کہ ان کی ادا کرے شخص ہیں خدا کے بعد اچھے وہاں میں ایک کافر مسلمان کے بھی یہی الفاظ ہوتے تھے۔ ایک بہت بڑے شخص نے جو مسلمان تھا ان کی ادا کرے شخص ہیں خدا کے بعد اچھے وہاں میں ایک غیر مذہب تھی تو یہ صحیح ہرٹ چھوٹ کر دینے کا اور کئے تاکہ ان کی کیا بات تھی ان کو اس مسئلہ کی خدمت دینی تو پہلے اس کو سب سے اور کوئی مسئلہ ہائے والا نہ لانا تھا۔ اور اب جاہل مسلمانوں کی لڑکیاں بھی بھینسی لڑا، کچھ کر جاتی ہیں۔

صحن جو رائے نے یہاں تک لکھی تھا کہ اگر ۱۹۱۸ء میں تصانیف کی، برسرِ زاری کہنے اور خود ادا کر کے آج تک لاکھوں پانچ سو چھوڑ کر جاتے۔ جس نے اپنے الفاظ میں لکھا کہ بغیر ہستی تھی اور اب صدیوں میں صحن دیا نہیں پیدا کر سکتی۔ جس نے لکھا کہ خدا کا نہیں تو ایسی نصیحت کی ہیں کہ جس کی نظیر سلامت میں بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے لکھا کہ مولانا نے کہہ دیا۔ میں میری امان کی خدا دان کی تصانیف کثیرہ ہیں۔ چنانچہ رسالہ "سیرت" دینی ماہ گزشتہ میں اس حوالہ کا اظہار حضور فرمایا گیا۔

آہ حکیم الامت!

ایضاً یہ تہذیب و تمدن و ترقی و ترقی و ترقی میں تو دولت اس حال و آہ و گریہ کی حواسِ حیرت کے لیے بھی مفید ہے جو زندگی کا تاریخی لباس ہیں کہ ایسا تو سنی پر نودار ہوتی ہے لیکن جس طرح زندگی زندگی میں لڑتی تو آج اسی طرح جہان کی موت ہی نہیں نہیں ہوتی۔ کہیں کہیں ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف افراد و اشخاص کی اموات نہیں ہوتیں بلکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کی عمارت مہیا تے بھی اس سے حیرت زائل ہو جاتی ہے جو ہر نئے نئے کے وہاں عقیدت و امداد سے وابستہ ہیں۔ پھر اس کی موت کا اثر انھوں کے چند عقوہ ہائے انگ سے نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں دلوں کی پرکھوں آبادیوں ایک متصل رقم کوہِ آہن آہنی ہی کر رہ جاتی ہیں۔ امیدوں اور دلوں کے چراغ بجو جاتے ہیں۔ مثلاً و کامرانی مہیات کے آتش گیسے سو ہو جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس حوالہ سے جہان ہائے کائنات عالم کی ہر چیز کو اس اور نکلنے پیدا ہے اسی قسم کی ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا ہے

وما ہل قیس ہلکہ عداہ ولسد
ولکنہ سیدان قوم تہلکنا

میں کہنا صورت ایک شخص کا سنا نہیں بلکہ ایک قوم کی بنیاد تھا جو منہم ہو گئی۔ گوشت ماہ جولائی کی ۲۰۱۱ء کی۔ یہاں شب کا تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا حضرت علی سخاوی صاحب کا جو ساڑھے دو گھنٹہ پیش آیا وہ اس قدر کا ساڑھے گھنٹہ حضرت مولانا صاحب مرحوم حضرت کے عالمِ متبر تھے۔ حضرت اور ملک میں ہی مقامِ دین کے مالک تھے۔ ان کی ذات معلوم غامضی، بالوں کا گھونجی، جم ستیہ سے زیادہ علم سینہ ان کا اصل جوہر اور زور تھا۔ خیر و بر عمل و فضیلت کا مسکن ہوتی تھیں۔ اور تقریباً ہر ایک اشخاص میں... اس بات کو بھی سمجھنے کے لئے ہر جگہ اور کہتے تھے۔ اور اس میں انہیں کسی موتِ لام کی پیدائش ہوتی تھی۔ خود ایک دردناک گزشتہ تھیں تھے۔ مگر ان کا آستانہ جہت سے اب حضرت مولانا صاحب مرحوم علم و فضل کی عقیدت کا مہتاب۔ جو بات اور جو عمل تھا انھوں نے اسی کے ساتھ کیا۔ فریبی و جاہل و شرک اور مال و ہوا آزادیہ دل کے آس پاس بھی کہیں گزرتا ہوا تھا۔ اپنے اصول اور اپنے عقیدے کے دنیاں پر اس مضبوطی پر کھل کے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہی کو اس سے صورت نہیں کر سکتی۔ حضرت مرحوم کا آستانہ حضرت اور دعائیت کا ایک ایسا پتھر سماں تھا کہ جہاں ہر شخص کو اس کے اثر و برکت

جو کہ جاتے تھے۔ وہ جن کی زندگی میں صحبت کر لی اور جہیں ان کی عمر بھری تھی وہیں سے پاک و صاف ہو کر اور گھر پر حضور سے ملانے آئے۔ پھر کہ وہیں آتے تھے۔ ان کی زندگی امتیازِ سنت کا ایک ذوق اور ان کی گفتگو اور رویہ و صورتِ طریقت کا اور اگر انہی تھی بعض مسائل میں علمائے جنہ کی ایک جماعت کو ان سے پیشوا تھا۔ لیکن تقریبی و طہارت و تقویٰ الدین مشرقی علوم میں مندرت و بصیرت و راست گفتماری اور فصاحت و علم کوئی و اکبر الی اللہ جلوتی خدمت میں اپنے بھائی خاتون رشیدہ باریت حضرت مرحوم کے یہ اہل خانہ اور نقاشی عمدہ تھے جو ہر مہاجر و مہاجرت کے نزدیک پر اہم و ستم ہے۔ بعض مہاجر و اسقام کی بنا پر گوشہ نشین سے قبل اپنے نوا حکم سے اور اپنی کثیر تصانیف کے ذریعہ حضرت مرحوم سے اسلوبِ عقائد و اعمال اور اہل حال و سوسہ و بدلت کی جو حکیم الشیخ حضرت اہلبوم دی ہے وہ غالباً تمام ہم عصروں میں ان کا اول و عزیز و امتیاز ہے۔ تو مہنہ ان جو حکیم اللہ تھے کا خطاب دیا تھا اور بالکل دو کجا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے بڑوں انسانیوں کے روحانی امراض کا ایسا کھلیاب علاج کیا جو بڑے بڑے تھے وہ گھر پر آباد ہیں گئے اور حضرت پیشین تھے وہ ذریعہ خاص ہو گئے۔

پھر تھے بڑے سادہ اور مستقل انسانیت جو ان کے فکر سے شافی ہوئی ان سب کی مجموعی تعداد آٹھ تھیں ان کے اصحاب کی تعداد سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں سے کثیر تصانیف و کتب میں اتنی مشہور ہوئی کہ اب تک ان کے درجہ ان ایسی پیشین ہو چکے ہیں۔ لگا جاتا ہے اور قابل اس میں سالہا نہیں ہے کہ ان کی تصانیف و کتب تک بطور ہو چکی ہیں ان کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہے۔ مولانا کی پیشین اور فیاضی خصوص اور قیمت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ تصانیف کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باعث آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت دینے اپنے لیے منظور نہیں کیا۔ ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور بطور کر کے کا اذن عام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دہائی میں مولانا نہ صرف یہ ایک سب ہی ایسا ہے جو آج کے گزشتہ بڑے نامور علماء کے لیے سرچا و بھرت اور اس نوعیت ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تصانیف کسی خاص طبقہ کے لیے منظور نہیں۔ علماء اور فضلاء، اصحابِ شریعت اور اصحابِ طریقت اور اور جو پیشین اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی اور خواجہ بر ایک ہی سے استفادہ ہو سکتا ہے اور اپنے لیے اصلاحِ ظاہرہ و باطن کا سامان بنا سکتا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اسرار و دلکات کے علاوہ ایسا عجیب و غریب مطلق اور عقل استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا وایت ہی متوجہ و تائید سے کوئی مغرب نہیں دیکھتا۔ جس بات کو بیان کرتے ہیں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ صورتِ مرحوم کی تحریریں اور ان کی گفتگو میں بڑے سادہ و کادوت و لطافت کی آئینہ دار ملی تھیں۔ بات سے بات پیدا کرنا اور ہر سوال کی اصل حقیقت کو سمجھانے ان کی ذہانت کا خاص جوہر تھا۔

غواص کے لیے تفسیر بیان القرآن اور شرح فتاویٰ مولانا مرحوم اور انہوں کے لیے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں نیا اور کثیر الشیوع تصانیف ہیں کہ جو اپنی خصوصیت و اہمیت کے اعتبار سے ادھ کے درجہ میں ہیں اپنا جواب نہیں دیکھیں اور مولانا کی کتاب تو اس قدر مشہور ہوئی ہے کہ چند صدیوں کا شایہ ہی کوئی اور مؤلف نہ ہو گا جس نے کم از کم اس کا نام نہ سنا ہو۔

صحت یہ سیاسی افکار و خیالات کیلئے اور ہر کا کھیں میں ملنے جنہ کی ایک جماعت فریک ہی اور صحت مولانا ان کے خیالات ہے اور میں طرح حقیقی مجموعی اکڑوں سے اسرا لیکھی کہ جہات نہیں اس سیاسی جنگ میں جس کے نیک جہات و حقرا و کج فرائض و باصوت اور دل کی نقو: ہو سکتی تو غرض ان کے لیے کیوں کہ تو ہی خاکسارہ ہوا کہ غرض یہ ہر کہ کے کہ اکڑوں کے آگے دست سال مارنے سے انہیں میں کاغذ ہے جس میں غرض حقیقت پر لکھتا کہ غرض سے آگے۔ ۱۳۷۰

مرا تا کہ روایت با سادت و سبب امکان مشافہہ کو مہولی تھی۔ اس سبب آپ کی اس کتاب میں اشرف التواضع کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں آپ کی حیات میں ہی شائع ہو گئی تھی۔ جس کی تصنیف کا صرف دو سو بیس کے حصہ سے مراد حاصل
 علامہ عز الدین صاحب مجتہد نور مولوی عبدالغنی صاحب کو حاصل ہے۔ اب اگرچہ حضرت مولانا کی وفات ہو چکی ہے لیکن وہ اپنی تصنیفات اور
 اپنے عملی کاموں کے باعث آج بھی زندہ ہیں۔ مٹوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کے لبوں کے زندہ جامد یا جامدات سے روشنی حاصل کریں اور ان
 کی رہنمائی میں اسلام کے مراد مستقیم پر چلیں

میں ان کا مشورہ قبول فرمائیے۔ مولانا کے مدرسے و ملازمت پر پیش قدمی کے لئے کہ وہ ضرور لوگوں کو اسی سادگی کی طرف دلاتے رہے اور قیامت
 میں ان کا مشورہ قبول فرمائیے والدہ کے ساتھ کسی کہ انہوں نے اپنی زندگی ہمیشہ ایک سو سو روک تھامت جیوتی کی جو شروع لبر کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجدد الملت کے آثار علمیہ

حضرت حکیم ہست مولانا اشرف علی دہلوی صاحب کے علمی و دینی فیض و برکات اس قدر رفیع و نافع ہیں کہ ان سب کا احوال ایک مختصر سے
 مشورہ میں نہیں ہو سکتا۔ اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے کاموں و خدمات میں سب سے آواز نکراتی ہے۔ وہ قرآن پاک کے ترجمہ میں
 مجتہد ہیں۔ مفتزی ہیں۔ اس کے علوم و حکم کے شاعر ہیں۔ اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں۔ وہ کلامت ہیں۔ احادیث کے اسرار
 کلمات کے قلمبر کرنے والے ہیں۔ وہ متقی ہیں۔ ہزاروں فقہی مسائل کے جواب دہ ہیں۔ نئے مسائل کو حل کیا ہے۔ نئی چیزوں کے تعلق و اشتغال
 اعتباروں کے ساتھ نئے سے دیتے ہیں..... وہ خطیب تھے۔ فتووں کے اسرار و غوامض کو ناشر کیا ہے۔ مشریت و طریقت کی ایک کثرت
 کی جنگ کا گڑ کے دوئل کا ایک مدرسے سے ہم آغوش کیا ہے ان کی مجلسوں میں علم و معرفت اور دین و حکمت کے سونے بھیسے جاتے تھے
 علمی و سنی جو گنجینوں میں محفوظ ہیں وہ عظمتوں ہیں جن کی تعداد بیشمار ہے۔ وہ ایک مرشد کامل تھے۔ ہزاروں مشرشد و مشنیدین
 ان کے سامنے اپنے سوال و دروسات پیش کرتے تھے۔ اور وہ ان کے کثیر پیش رو ہوتے آتے تھے۔ اور جہالت تانتے تھے۔ جن کا ہر وقت پتلا لنگ
 ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے اعمال و کمالات کو یکس جاکھا اور اس فقر و جہ سے سب کو آشنا کیا۔ ان کی مشنہ کتابیں اس مضر بن پر ہیں۔ انہوں نے
 حضرت چشتیہ کے اعمال و اقوال میں سے نظارہ اور امن کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی اور اس کی تشریح کی۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے

علمت میں لوگوں کی سوس ظہور ہو چنگ تھی۔ وہ شریعت و اصولی اندیکہ علم کا ایسا ماہر ہیں جو نہ صرف علم سے ہی پرستار تھے بلکہ علم کا ہر طبقہ
 تک ایک ہونے یا منتہی تک ان کا استعمال میں ہیں ۱۲
 علمت کو سب سے پہلے ۱۲
 علمت کو سب سے پہلے ۱۲

آفتاب سات اور سیرت ان سے الگ ہیں، یہیں کی ترتیب ان کے مستشرقین نے کی ہے۔ وہ مسلح ہتھیار تھے۔ امت کے سیکھنے والے صاحب کی اسرار کی، رسوم و عبادت کی تشبیہ، اصطلاح، رسوم اور آفتاب حال تہذیب کا ہیں آفتاب تکمیل کی وہ حکیم امت تھے مسلمان کے علاج اور نشاۃ ایسا پرہیزگاری اور عبادت السلیبیں طریقہ و رسائل سمیت فرماتے۔ حرمین ان کی زندگی میں مسلمان کی گمراہی کو نئی فریبی ضرورت ہو گی جس کی مدد اس حکیم امت نے اپنی زبان اور تکلم سے نہیں فرمائی۔ اور جس کی دست کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر میں آ سکتا ہے۔

ان کی تصانیف ہندوستان کے ہر حصے میں پڑھیں اور ہزاروں مسلمانوں کی صلاح و علاج کا باعث بنیں۔ اور وہ اور عربی کے علاوہ مسلمان نے اپنے وقت سے ان کی مقدور تصانیف کا ترجمہ ہزاروں زبانوں میں بھی کیا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ کتابوں کے ترجمے انگریزی، بنگالی، گجراتی اور سندھی اور پشتو میں شائع ہوئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد میں چھوٹے۔۔۔ رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں آٹھ سو کے قریب ہے۔ ۱۲۵۴ء میں ان کے ایک خدمت مروجی عبدالقاسم صاحب بیچ پوری سے ان کی تصانیف کی ایک فہرست شائع کی گئی جو بڑی قطعیت کے پر ہے۔ ۱۹۶۱ء میں کو بیلا جے اس کے بعد کے نو برسوں میں جو رسائل تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا ہندو اپنی صدی کے کلمات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اگرچہ یہ تو ہر صدی میں طبعیات و منشورات کے کلمات سے لگے اور جس کا ہم کہہ سکتے ہوں کہ انشاۃ و آثار میں مریا باطل کی نشرو اشاعت میں پڑیں اور طبعی ہی کے برکات ہیں۔ زبان و لہجہ اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل و منشورات و دعوت کے پیچھے ہیں اس بنا پر مناسب حشاک اس صدی کے تجزیہ کی گرامر میں ان کی کلمات میں جلوہ گر ہو۔

علائے اسلام میں ایسے جنگوں کی کہیں نہیں جس کی تصانیف کے اندر ان گراں کی زندگی کے ایام پر اثبات دینے جائیں تو اولیٰ کی نشاد زندگی کے ایام پر وقت سے جاتے۔ امام ابن جریر طبرستانی، حافظ غیبی، علامہ فخر الدین رازی، حافظ ابن جوزی، حافظ جمال الدین سیوطی وغیرہ نے نام اس سلسلے میں لے جاسکتے ہیں۔ ہندوستان میں اس سلسلہ کا اعجاز امام حضرت مولانا نقی القوی علیہ الرحمہ کا ہے۔

مولانا کی تصانیف کے انواع

مولانا کے رسائل اور تصانیف کی نشاد تو آٹھ سو کے قریب ہے لیکن میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں کہ جن کی اصطلاح میں منہاجین و مقامات کہتے ہیں۔ داخل ہیں۔ ان میں بعض نے

مفسرین کو صرف سے دو حصے ہیں۔ بعض ایسے ضخیم ہیں کہ جن کی جلدوں میں ہیں۔

بڑے تصانیف تھرا اور دو زبانوں میں ہیں۔ ہجرت تیرہم وہ رسائل و کتب عربی زبانوں میں ہیں۔ جن کے نام ہیں۔ بیچنی اشعار، لی تہذیب، آثار العربیہ۔۔۔ اعلیٰ تنظیم۔۔۔ توحاشی تفسیر بیان القرآن۔۔۔ تصویر التسلط۔۔۔ تصانیف آت مشرق۔۔۔ مائتہ نور۔۔۔ انبیا اللہ اور۔۔۔ ویرہ و لسانی۔۔۔ بیچ شیارہ۔۔۔ زیارات۔۔۔ بیچ الحج آثار۔۔۔ تائید التمسیر۔۔۔ تصانیف الاحکام اور تفسیر فارسی میں ہیں۔۔۔ شوقی زیروم۔۔۔ تعلقات نادسی۔۔۔ حفا ذہابی کولج۔

زبان

نظم میں مولانا کی تصنیف صرف ہی ایک شوقی ذیروم سے علاوہ غالب علی کے بعد ہی لکھی ہے۔ بظاہر اس میں ایک پرکرت عاشق اور چھانک مشوق کا نقشہ ہے۔ مگر حقیقت یہ نفسی فنون کی بعیرت از رو کمانی ہے۔ ایک اور نظم "اورا وصل" کے آخر میں ہے۔ ایک تجزیہ کا منقولہ رسالہ ہے۔

نظم و شعر

مولانا کا فارسی کے چھ شمارہ شہداء تھے۔ حافظ اور مولانا صفوی کے اشارہ بشیر واک زبان تھے اور نظم کا مکہ اور علیہ میں تھا مگر علی

ہی ہے بلکہ ایسے ہی ہیں چند قراءتیں بھی قرآنی آیات کے ضبط فرمادے گئے ہیں۔

۱۔ آداب القرآن: مسقران پاک کی عبادت کے آداب اور نکات کہلے دلوں کی کتابوں کی اصلاح کے لیے عبادت و عقیقات ہیں۔

ترجمہ و تفسیر دیگر علوم قرآن

۱۱۔ ترجمہ قرآن پاک کا سہولت دہانہ اور ترجمہ سہولت زبان کی سلاست کے ساتھ قرآن کی صحت کی احتیاطی ایسی کی گئی ہے جس سے بڑے بڑے تراجم خالی ہیں۔ قرآن پاک کا سب سے صحیح اور سب سے

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی نے قرآن طبع کا ترجمہ ہے۔ لیکن وہ بہت ہی لفظی ہے۔ اس لیے علم و ادراک انہوں نے کلمہ سے ماہر ہے۔ مولانا خاں نے قرآن طبع کے اس ترجمہ میں دو نئی قرآنیں یکجا ہیں۔ یعنی ترجمہ سہولت و سہولت فصیح ہے۔ اس ترجمہ میں ایک خاص بات اور ضروری مرقوم کی گئی ہے کہ کسی ترجمہ میں کہ کسی یا ترجموں کی عدم احتیاط کی وجہ سے جو شکوک قرآن پاک کے کلمات سے مدخل دہونے پائے۔ اس لیے کہیں کہیں مزید تفسیر کی ضرورت ہے تو یہی

میں مزید تفسیری الفاظ بھی برعکس لگائے گئے ہیں۔ یہ مولانا کی تفسیر اشرف حضرت ہے (۲۰) تفسیر بیان القرآن۔ مولانا نے جملوں میں قرآن پاک کا جو وہی تفسیر ہے۔ اس کو اصلاحی مسائل کی حدت میں مولانا نے تمام فرمایا ہے۔ اس تفسیر کی سب سے بڑی خصوصیت میں وہ سہولتیں، باحوالہ و صحیح اور صحیح اصطلاح

ترجمہ کیے من کے اشارہ نامہ سے آیت کی تفسیر تفسیر میں زیادتی ہے اور اس وقت صاحبین کا احترام کیا گیا ہے۔ فقہی اور مذہبی مسائل کی تفسیر کی گئی ہے۔ لغات اور کوئی فریبوں کی تحقیق فرمائی گئی ہے۔ شبہات اور شکوک کا اٹا کر دیا گیا ہے جو حقیقتاً اور واقعی سلفوں سے درج کئے گئے ہیں۔ تمام کتب تفسیر کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی قول کو لانا سے ترجیح دی گئی ہے۔ ذیل میں اہل علم کے لیے عربی لغات اور کوئی ترمیم کیے کے حکمت سے

کئے گئے ہیں۔ ماخذوں میں تفسیر سے زیادہ اگلی تفسیر اور تفسیر کا تفسیر یہ روح المعانی پر مبنی فرمایا گیا ہے۔ یہ تفسیر اس لحاظ سے حقیقتاً مفید ہے کہ تفسیریں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے۔ اس لیے تمام قدما کی تصانیف کا خلاصہ ہے۔ اور لغت و لغت سے مستفید ہے۔ اس میں ایک مثال جاتی ہیں تمام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ اور تفسیریں صحت اور دلائل کے لیے ملنا۔ کچھ ہیں۔ یہی خیال مولانا کی تفسیر کے مضمون سے ملتا کہ خواہ

لیکن ایک اور لغت سے مولانا کی تفسیر مولانا اور شاہ صاحب نے اسٹاکر دی تو مولانا میں بہت حکاکر یہ تفسیر لازم کے لیے ہوئی مگر یہ اصل کے دیکھنے کے قابل ہے۔ تو یہ تفسیر میں واقع قرآن قرآن مولانا کے سب سے بڑی نظر ہے۔ سادگی و سادگی اور آیت و آیت کا ذوق مولانا کا پیشہ ہے۔ اس کا لانا

تفسیر میں ہی کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ اردو آیات کے اصول سب کے سامنے کیا نہیں اس لیے وجہ اردو میں قیاس اور ذوق سے چارہ نہیں۔ اس لیے پرستار اور ذوق عالم کے لیے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ اس طرح مسقران کے مختلف اقوال میں سے کسی قول کی ترجیح میں مولانا کی خصوصیت

اور ذوق دو زبان کا اختلاف بھی امر یہی ہے۔ اس لیے اگر کلام صحت کے حصول اور اختلاف سے درجہ ہو تو غلطی نہ کی جائے۔

اصلاح ترجمہ فریبوں

چونکہ سلفوں نے تفسیر اور ان کی اصلاح کی فکر مولانا پر بہت غالب تھی اس لیے وہ ہمیشہ ان کو نظر میں رکھنے سے رکھتے ہیں۔ یہاں دلی سماجی رہتے تھے۔ مولانا حضرت شاہ محمد انوار صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب صاحب کے ترجمے کو سامنے رکھتے تھے۔ مولانا کوئی تفسیر نہ کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے بعض تفسیر اور پھر شخص اصلاحی ذوق فریب اور صاحب نے اپنے نئے اور ترجمے شائع کئے۔ قرآنوں نے سنی اور کوشش کی کہ اپنے غیبی عقائد کو پیش نظر رکھ کر ترجمے کریں۔ انہیں خوب زبان کی

اصلی نام لکھنا اور مضمون ہی بہت اصل و انجام اس وقت ترجمہ کا اندازہ کیا گیا کہ مولانا صاحب نے ۱۳۱۰ھ - ۱۳۱۱ھ - ۱۳۱۲ھ کے درمیان ۱۴۵ اور ذوق دہلی کے معلق نہیں بلکہ اصل کی آیت و صفت سے فرق کر کے ہے۔ مولانا کوئی تفسیر انجام انجام ہوا کرتا ہے۔ ۱۳۱۰ھ -

فوت کھین اور اقبال سلطنت کی پروردگار کی ماس طرف سے عمل نے علماء کو مضطرب کیا اور ان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کی جانے سے پہلے سے اپنا ترجمہ اسی صورت سے مجبور کر کے دیکھا گیا ہے۔ یہ کائنات نہیں کی جگہ مولوی ظہیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ کا نمبر ہے جس کا اور اس کے نظریہ پر نشان دہی کرتے ہیں اور اس ترجمہ کی اصلاح پر گما۔

اصلاح ترجمہ خیرت

مولوی ظہیر احمد صاحب کے ترجمے کی اشاعت نے پہلی کے ایک جلدی نامک اخبار نویس مرزا میر جنت کا حیرت میں لڑال دیا اور انہوں نے پچھلے وقت کی ذمہ داری کے ترجمے پر اعتراضات شروع کئے اور پھر اپنا ترجمہ چھپوایا۔ جس کی نسبت عام طور پر مشورہ ہے کہ وہ کلمہ کے ایک عالم کا کیا۔ ہاں یہ نہیں نام سے وہ مرزا صاحب کے چھپا ہے کہ مرزا صاحب خود عربی سے اہل تھے۔ ہر حال مولا نے اس ترجمہ کے افلاک پر یہ رسالہ تائید فرمایا۔

التحقیق فی التفسیر

جس صاحب نے مولانا کے اردو میں قرآن شریف پر تفسیر لکھی ہے۔ ان میں سے ایک آیت کا خاص طور سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اور آیات کو تبادلہ اعتبار میں اس کی تفسیر کیا ہے۔ مولانا سے قبل دیکھا گیا ہے کہ اس میں جو آیتیں ہیں ان میں سے کئی ایک کو تبادلہ اعتبار میں لکھا گیا ہے۔

المدادی للبیان فی واوی تفصیل البیان

۱۱۰۰ ہجری کے ایک جنگ نے قرآنی مطالبہ کی کہ جلدوں میں تفصیل البیان فی تفسیر القرآن کے نام سے چھپ گیا ہے۔ اس کے مولف کی دستاویز اس میں چھپ گئی ہے۔

تقریر بعض البیانات فی تفسیر بعض الآیات

مولانا کے خلفان کی بعض جگہوں نے مولانا سے قرآن مجید کا ترجمہ چھپا دیا اور اکثر آیات کی تفسیر و تقریر کو ضابطہ تفسیر میں کر لیا ہے۔ یہ ایک جرم ہے۔

رفع البیاناتی نفع السماء

آشرف کی تفسیر کے آؤز حضرت فخر الدین رازی نے تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آسمان سے کیا کیا نفع ہے۔ یہ درحقیقت ایک سوال ہے۔

اسن الاثبات فی النظر الثانی فی التفسیر المقامات الثلاث

اس میں تیسرا فقرہ کا تین آیتوں پر مشتمل ہے۔

اعمال متدانی

قرآن مجید کی بعض آیات کے خواص جو بزرگوں کے ترجمے میں آئے، ان کو بیان کیا گیا ہے۔

خواص مشرقانی

اس کا مولف بھی جی ہے۔ اس کا ایک حصہ ہے جس کا نام آٹھ تالیفات ہے۔ ان رسالوں سے مقصود عام کو جاننا ہے۔ غیر شرعی تفسیریں اور عملیات عقلی سے بچا کر قرآنی آیات کے خواص کی طرف

تفتت کے نام سے اہل علم کے بعض فرامس احادیث میں بھی ہرگز ہیں۔

تیسرا باب فی نسق الآیات

قرآن پاک کی آیات کے دہلی نظم پر عربی میں وہاں مسلمانوں کی کتاب ہے جس کے تحت میں وہاں بیٹوں میں تصنیف فرمایا۔ اس میں مولانا نے سورہ آفاقہ سے سورہ ناس تک تمام سورتوں اور ان کی آیات کے بار بار کام فرمایا ہے۔

اشرف البیان لما فی علوم الحدیث والقرآن

مولانا کے چند مواضع اس کے ایک مستند و مفاد نے اس کتابت و تحقیقات میں۔ اس کے سب سے کام کو اگر زیادہ پھیلانے کے ساتھ کیا جاتا تو کئی نئے نئے امور نکلتے تھے۔

احکام القرآن

اس کی طرف ابتدائی توجہ سنی ۱۳۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند کی دورہ تفریح کے آغاز میں تھا اور ان کے لیے فرامس پر استدلال قرآن اور مواضع خلاف میں دوسرے مذاہب ایک تعلق کتاب میں ہونے کی بنا پر

اور اسی نام کے اعتبار سے اس کا نام دو اہل القرآن علی سائل النعمان - بجز زیادہ کہ خدمت حضرت نے اپنے حضرت شاہ غلام سیدی و سنی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی صاحب فرزند خرم کے پورا فرمائی یہ کام آسان - تھا۔ - مقرر حضرت مفتی صاحب نے اپنی فرست کے مواضع شروع کر دیا۔ اسی عرصہ میں حضرت مولانا غلام صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف کا مکمل کر کے تاریخ ہونے کو فرست دیا۔ یہ کام اس کے فرمایا۔ لیکن اتفاقاً حضرت نے ہی حرم کے بعد مولانا صاحبوں میں شامل ہیں۔ دارم ہو کر تقریباً سولہ گے اور یہ کام تو میں میں ہو چکا۔ - مستند میں حضرت گواہی کام کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ اور پھر اگر کوئی غلام تاریخ ہو کر اس کام میں لگ جائے گا جلد مکمل ہو سکے۔ مگر اس کی صورت میں تو چونکہ مواضع پر تقسیم کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔ اور مولانا صاحب نے قرآن کریم کی حضرت مولانا غلام صاحب مدظلہ کے اور مولانا صاحب نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے اور ایک مثال استاد ذی شہین القدر حضرت مولانا مولانا صاحب کا دعویٰ کے متعلق - وہی چنانچہ حضرت کے ایام کے مواضع پہلی و سنی حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ نماز جن میں ہی قیام کر کے اس کام میں مصروف ہو گئے۔ مولانا مدظلہ ان کی مجلس میں اس کے متعلق جو جو لکھنے ان کو یاد آئے تھے بیان کرے۔ - حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ اس کا اپنے تمام بار بار فرمایا تھے۔ یہ تصنیف اسی عرصہ میں ہی ہوئی کہ مولانا صاحب نے مواضع قرآن سے اپنے حضرت مولانا صاحب مدظلہ نے اپنے حضرت مولانا صاحب مدظلہ نے فرمایا ہے۔ مولانا صاحب نے حضرت مولانا صاحب مدظلہ کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اپنے اپنے حصے تقریباً مکمل فرمایا ہے جس کی تکمیل اس کی نسبت تصنیف و تدوین اور اشاعت کا سہولتی انتظام فرمادیں۔ موجود وقت کے لیے نیت اہم چیز ہوگی۔

التصویر المقطعات

تفسیر سنی ای میں صرف مقطعات کا جو کل معلق بیان ہے۔ اس کتاب میں زبان عربی اس کتاب کے مکمل کر کے بیان کیا گیا ہے جس میں صرف مقطعات کی تاویل کا ایک طریق معلوم ہوا ہے۔

لیسیر بعض العبارات

(۱۶۰۱) مولانا کے بار بار علم القرآن سے متعلق فرامس - اور ان دونوں کا تعلق

یہ کتاب ان میں ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے فرماتے کہ فرات فرامس کی اہمیت اور حضرت کی فرامی تھا کہ یہی کہنے کو اہم حکم مال ہوگا۔

حکمت ہے یہ ایک کام۔ مسائل السلوک میں کلام ملک الملوک اور دوسرے کام "تائید الحقیقۃ" بالآیات المتیقنہ" ہے ان دونوں کتابوں کا موضوع قرآن پاک کی ان آیتوں کی تفسیر ہے جس میں سے سلوک کے مسائل مشتق ہوتے ہیں، اس دوسرے کتاب کی بنا پر ایک سائنس معرفت کی ہیئت ہے جس کا قلمی مدار حضرت رینڈن ایلڈر کا "سائنس میں سبیل" میں ملتا ہے۔ اس پر مزید اضافہ کر کے "سائنس و عقیدہ" ہوا ہے۔

حضرت "الذکر" کا علوم حدیث میں جو رسالت حاصل تھی اس کی تمام باتوں کے ملاحظہ سائنس دانین کے نزدیک اس کے فوائد و معانی سے ہے جس میں ہے شمارا حدیث کے حوالے، اشعار اور کلیات، ان کے شکلات کی شرح اور

علوم الحدیث

کے دقیق مطالب کے حل اور ان کے نکات و لطائف کا بیان ہے۔ خصوصیت کے ساتھ شیخ کے ملاحظہ جو "ابانی تفسیر" میں بہرہ کمال پیش کیے گئے اور اکثر احادیث کے بعینہ الفاظ ان کی تخریجات اور کتابوں کے حوالے کے اس کثرت سے ان میں ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی انسان پرندہ گمان کے ملاحظہ حدیث ہونے میں حیرت نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد ان کی ان تصانیف کا بیچہ جو کوفہ و مدینہ اور اسلام و مسائل یا اصطوح رسوا اور سلوک میں ہیں لیکن ان کی بنیاد احادیث پر ہے۔ ان میں احادیث کے حوالے اور ان کی مضبوطی اور صحت بیان کی تائید و شہادت کے لیے آئے ہیں جو معرفت کے علم و معرفت پر دلیل قاطعہ ہیں معرفت ہذا اہل سنت کو فن سلوک کی جو ترقیق عنایت ہوتی تھی اس کا ایک بڑا بڑا اثر ہے کہ معرفت نے احادیث کی کتابوں سے ان تمام معنیوں کو ایک جہاز بنا لیا ہیں جن میں اس فنِ معرفت کے سائنس مشرق تھے۔ اگرچہ میں معلومات تھیں لے سہی کتابوں میں بعض ابواب اور دو مذاکرہ لاکھ لکھا ہے۔ تاہم ان کی حیثیت فن کی نہیں۔ قصہ نہیں ہے صرف ایک بڑا بڑا امام جہاد ابن سہدک السنوی سلسلہ کا نام ہے کہ علوم ہے جنہوں نے اس کا تذکرہ "المعانی" کے نام سے مستقل تصنیف فرمائی ہے۔

ابن سلوک نے جن روایات و احادیث سے کام لیا ہے۔ وہ عربیہ نیست بلکہ مغربیہ ملک ہیں۔ اسی لیے علمائے سلوک کو اس فن میں کڑوا کہا گیا ہے اور اسی بنا پر بعض اہل حدیث و روایت سلف و ہر وہ غلط خیال قائم کر لیا ہے کہ ابن سلوک اور اس کے مسائل احادیث نبوی سے ثابت نہیں۔ اور صدیوں سے ان کا یہ اعتقاد قائم تھا۔ گو بعض محققین نے اور قوی فرمائی اور اس سلسلہ میں کچھ کام انجام دیا۔ مثلاً امام ابن ابی عمیرہ و اہل السنوی سلسلہ کے بعض صحیح بخاری کی شرح پرچہ انفسوس کے نام سے کسی جگہ پہلی جلد چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ حدیث کی شرح میں سلوک کے مسائل و نکات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت علامہ اہل سنت نے اس کام کو مستقل طور سے انجام دیا اور "حقیقۃ الطریق" میں "سائنس" "الشرق" معرفت و احادیث انصاف و حقاہت سے دو کتابیں تصنیف فرمائیں۔

سلسلہ میں "حقیقۃ" یعنی سے اور "حقیقۃ" حضرت کی کتاب "الکشف" بمجہات التصوف" کا مغربی ترجمہ ہے اور ساتھ ہی مستقل تصنیف بھی ہے۔ اس میں زبان کو تفسیر احادیث ہے جو علم و معانی میں مذکور

حقیقت الطریقیت

یہ سلوک و معرفت کے مسائل کا مستند کیا گیا ہے۔ اور ان کے الفاظ، اصطلاحات، تعلیقات، معلومات، لطائف و معانی، رسوم و مسائل، افعال، تفسیرات، اصطلاح اور شرفائیت کے جس باب پر تفسیر کیا گیا ہے۔ یہ اہل علم کے مطالعہ کی غامض چیز ہے۔

یہ کتاب چار حصوں میں ہے، ان میں ان احادیث کی تحقیق ہے جو تصوف کی کتابوں میں یا صحیح بخاری کے کام میں آئی ہیں اور یہ لکھا گیا ہے کہ اصل دین حدیث کی مدد سے یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے اور جہاں

اشرف

احیاء السنن کا احیاء

۱۳۳۲ء میں زمینیاں جوا کہیں کام اتنا زیادہ ہے کہ حضرت دلاؤ اور اس کام کو تنہا انجام نہیں دے سکتے۔ اس لیے یہ قرار پایا کہ اس کے لیے بعض مستعد علماء کو کہہ کر کام لیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد رفیع صاحب نے بھی اس کام کے لیے حق کیا گیا۔ انہوں نے کام شروع کیا، چاکم کرتے جاتے، مولانا کی نگاہ سے گزرتے جاتے تھے۔ اس حوالہ کتاب الیٰ تک کام ہوا اور اس کا شمار ۱۰۰۰ احیاء السنن سے کیا جا رہا ہے۔ اس کے دھتے شاخ ہوتے تھے کہ بعض سیلاب سے اس کتاب کے بعض صفحات سے مولانا کی قلمی نہیں ہوئی اور اس پر استدعا کہ مولانا کو لکھ لیا ہوا اور اشد کام کے لیے مولانا نظر انداز کرنا مناسب تھا اور یہ مذکورہ کتاب ہوا۔

الاستدک السنن

مولانا نظر انداز کرنا مناسب ہے مجتہد الفتن رحمہ اللہ علیہ کے زیر ہدایت اس کام کو پڑھی دیدہ پڑھی دوست نظر انداز کرنا چاہیے کے ساتھ انجیلوم وینا شروع کیا، سب سے پہلے انبیاء و رشتہ داروں کے شاخ شدہ حصہ پر دوبارہ نظر کر کے اس کو "استدک السنن" کا نام دیا گیا۔

اعلام السنن

اس کے بعد انبیاء و رشتہ داروں کے نام کو بدل کر "اعلام السنن" کے نام سے اس کام کو شروع کیا گیا اور اس وقت تک اس کی بارہ جلدیں شاخ ہو چکی ہیں، جن میں حزب نبوی کی موید حدیثوں کو بہت سے استیعاب کے ساتھ جمع کیا گیا اور ترجمہ عربی و انگریزی کی تحقیقات کے شروع و حاشیہ میں لکھا گیا ہے۔

الخطب الماثورہ من الآثار المشورہ

مجدد حدیث کے نظموں میں اس وقت تک جمع اور تصنیف اور مضامین کے اجراء سے کام لیا گیا ہے کہ ان نثری خطبہ زبان اور طرز و ادب اور مضامین و مطالب کے لحاظ سے حدیث اور فضائل و ائدہ کے مطلب سے بہت کہ جملہ اور خطبہ کے اظہار قابلیت کا درجہ میں کہہ سکتے ہیں۔ مجتہد الفتن کی اسلامی فکر سے مراد و مزین کو گورنر بھی یعنی نہیں ہوا چنانچہ "الخطب الماثورہ من الآثار المشورہ" کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے خطبات کی احادیث میرے انتخاب فرما کر ایک جگہ جمع کیا گیا تاکہ خطبہ کے مسامحان مسنونہ نظموں کو جمع کر کے تحقیق بارہ کے گاہ سے محفوظ رہیں۔

خطبات الاحکام

مجدد حدیث کے یہاں نظموں کا باوجود ثابت فرمایا، ہمیں احادیث و آیات سے مزین و تزیین کے مضامین کے علاوہ حقائق و حقائق کے مضامین درج فرمائے۔

مناجات مقبول

احادیث میں وارد و اذکار و دعاؤں کا مجموعہ کے لیے مخصوص ہیں اور حسب الحکم لا علی نقوی و دیگر کتابیں درج پذیر ہیں، مگر وہ طویل جملے کی وجہ سے سب کے کام کی نہیں، حضرت مجتہد الفتن کے عام مسلمانوں کے لئے ان کے لیے ان سب سے نہیں کر کے "مناجات مقبول قرأت و مذاکرہ و صلوات اللہ علیہم" کے نام سے ان کے مختصر نمونہ جمع فرمایا ہے۔

علوم الفقه

مجتہد الفتن کے اس کی فقہ کی تلاش و تحقیق کا نام اس وقت تھا اور یہ وقت ان کو اپنے شیوخ و اساتذہ کے نام سے اور شیخ ملاحیٰ بن سراجی وہ تفسیر سے تعلق بھی نہیں ہو سکتے کہ حضرت مولانا کو مقبول صاحبیت لکھان سے تھوڑی فراہم کی خدمت میں شروع کر دی تھی، اگر حضرت مجتہد الفتن رحمہ اللہ کی فقہی خدمات کا آغاز سلسلہ سے ہی لیا جائے تو کائنات کا سب سے پہلا فقہ کیا جاسکتا ہے کہ جسے ساٹھ سال ان میں شرف کی خدمت میں بسر کیے، اس طویل عرصہ میں ہزاروں مسنونہ کے جواب دیے، ہزاروں فقہی اور فقہیوں

پہلے بڑے فقہی رسالے کے متعلق فریخ علیہ السلام میں امام القسطنطینی اور قسطنطین الفلانی کے نام سے حضرت محمد اللہ تبارک کے فتاویٰ کے مجموعے
تاریخ کئے گئے ہیں جس کی تکریر ہندوستان میں کرا کر کم نہیں تھی۔ ذیل کے خطوط اللہ شہید تیسویں حضرت شیخ ابو

حوادث الفتاویٰ

کے نام سے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو اس زمانے کے نئے مسائل اور نئے مسوغات سے متعلق ہیں۔
میں کے برابر گذشتہ کتب فتویٰ سے آسان حاصل نہیں کیے جا سکتے۔

ترجیح الرابع

یہ وہ مجموعہ ہے جس کی مثال سلطان صالحین میں آئی ہے، مگر تالیف کے یہاں یہ سلسلہ بالکل مسود ہے۔ اس مجموعہ میں
حضرت محمد و ملت نے اپنے ان مسائل کو جمع فرمایا ہے جن میں ازواج و اس کا سرے کے آج زمانے سے کافی ترجیح
آیا تو اس سے ہر جہاں فرما کر مشکل کی ترقیوں کو فرما کر تفسیر کر دی۔ یہ سلسلہ حضرت کی انصاف پسندی، تواضع اور عدم نفسانیت کا پتہ ظہور ہے۔
یہیں حضرت صاحب کرام رضی اللہ عنہم حضرت امامین و شیخ امامین اور جنتیہ بنی خلدیم کا طریقہ تھا جس کو اس زمانہ میں حضرت محمد اللہ تبارک نے
نقد کیا اور اپنے کو بار بار فرست سے پھرایا۔

مشکل امداد الفتاویٰ کی از سر نو تخریر و ترمیم اہم خدمت

حضرت کے فتاویٰ اس زمانہ کے فتویٰ میں مستند مسائل
اور مسائل جدیدہ کا سلسلہ ہے جو ریاضت زادہ پر گری نظر آئے

حوادث جدیدہ معاملات اور اکتب جدیدہ سے متعلقہ مسائل میں ہے۔ اس وقت اس کی اشاعت کیلئے مصلحتوں میں اس قدر ہونے لگی
کہ جہاں مستقل جلدیں پانچ تھیں۔ ایک ترجیح الرابع۔ ایک حوادث الفتاویٰ۔ اور آخری زمانہ کے فتویٰ کیلئے ماہوار رسالہ فتاویٰ میں شائع ہونے
پر کئی جہتوں میں مصلحت تھی جو بارہا اس صدمہ کو نامعلوم فتاویٰ جاری رہنے کے سبب ان تمام حصوں کی ترمیم و ترمیم کیلئے نہ ہو سکتی تھی۔ اس کیلئے
ایک مسئلہ کے متعلق ماہانہ تمام حصوں میں منتظر اور ایک دوسرے پر موقوف تھے جن سے استفادہ آسانی نہ تھا اس وقت میری وسعتی
منفی اعظم حضرت مولانا محمد رفیع صاحب اہل سنتی دست از مشرف ضیعی خاص حضرت مولانا نے تمام کتاب کے بارہ حصوں کی صورت تیار کر دیا
کہ اباب فقہیہ پر ترمیم کیلئے چند خصوصیات ہیں۔ ۱۔ ایک مسئلہ کے متعلق جتنے فتویٰ مختلف جلدوں میں تھے یا ترجیح الرابع میں
اس کی بحث تھی اس کو ایک جگہ لیا گیا۔ ۲۔ ہر مسئلہ کے ساتھ ہی فتویٰ کی جلدوں کے ساتھ لکھا۔ ۳۔ جن مسائل میں فتوہ فتاویٰ جگہ پر فتاویٰ نظر
آئے اور ترجیح الرابع میں اس پر کام نہیں، ان کی تالیف یا ترجیح کے لیے حاشیہ میں توضیح کی گئی۔ ۴۔ جن مسائل میں کوئی ایجاب یا اخلاق تھا
ان پر حاشیہ لکھ کر جامع کیا گیا۔ ۵۔ ترمیم میں قدیم طرز کے ابواب فقہیہ کے ساتھ اہم مسائل کے لیے جدیدہ منازعات و تفصیل میں قائم کر دیئے۔
۶۔ ہر مسئلہ کے فتاویٰ پر ترمیمی تہذیبی اور اسلامی اور وضع طاق لکھی وغیرہ وغیرہ اس کی دو جلدیں تیار کیے ہیں جن کی غالباً
چھ جلدیں ہیں۔

فتاویٰ اشرفیہ کے نام سے اس دینیہ کے میں حصے لکھ شائع ہونے پر منتظر رہاں ہیں۔

بہشتی زیور

کی دس جلدیں ہو کر نورانی کی مزوریات کے حصے ہیں۔ مگر ان میں اسلامی مسوغات
کا مکمل ذخیرہ ہے۔ ۱۰۔ جن میں پیدائش سے لے کر مرنے تک کے تمام حالات و
مسائل کو برسرِ سلطان کو پیش آتے ہیں مشکل طور پر دس جلدیں حقیقت میں بہشتی زیور میں دنیاوی مسوغات کا مکمل
ذکر ہے۔

بہشتی ذہر کے سلسلہ کا مراد صحت میں میں خاص طور سے ان مسائل کا بیان ہے جو مردوں سے خاص
میں جیسے جوہر ایماست، العیدین وغیرہ۔

بہشتی گوہر

میں میں مظلوم و معیبت ذہر کو اس کی شکست کا شرعی عمل میں اللہ کی طرف برحقہ
یا لیون جہا نہیں ہا مکر میں اباہر و قدرت رکھنے کے مان و لفظ ذہر اور اطلاق و مطلق

الحیة النازحة للعیلة العاجزة

پر بھی آلودہ نہیں، ان کی خاص کسی شرعی صورتیں، نیز میں صورتوں میں مردوں کو اپنا نکاح پانی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ملتا ہے۔ اس کے تفصیلی احکام
مرد پر جانے کی صورت میں فریج نکاح ہونے نہ ہونے کی شکل بہت فرمائی ہے۔ ان کے علاوہ مستحجاب، مستحبراہ، مستحشوت، مستحکم
سینہ، مستحکم اور بیلی وغیرہ کے مسائل پر لغتی تحقیقات میں اور بیبل موفیوں میں پر بار بار لکھیے جانے والے ایفٹ مزیا کے۔

علم کلام

علم کلام و عقائد و تفسیر پر مشہور سلسلے تھیں ذرا کے جو شائع و نثار میں خاص سنیہ زمانے کے حالات کا خیال کر کے خود چند
کتابیں تالیف فرمائی اور دوسروں سے ترقی کر لی۔ شفا اسلام اور سائنس کے نام سے السلف و اول العیال یہ ایک
مذہب اسحاق صاحب سے ترقی کیا یا۔ یہ عربی کی ایک جدید کلامی تفسیر ہے۔ اس کے مصنف علامہ میر تقی میر نے سلطان شہجانی کے
عہد میں اس کو تک شام میں تفسیر فرمایا تھا اور جوئے مطلق میں بہت پسند کیا گیا تھا۔ اس کی خاص مسنت یہ ہے کہ اس میں اول خاصہ کا بیان
نہیں کیا گیا ہے۔

المصلح العقیلیہ للاحكام القطیہ

میں حصول میں تخریب پایا ہے۔ میں میں اسلامی احکام و مسائل کے مصلح و نگہ بیان کے لئے
ہیں۔ چھ حصوں میں غاۃ ذکاۃ، دوسرے حصے میں مددہ، تیسرے حصے میں حدود و خطرات قرآنی، چار
تکلیف و مطلق، نکاحی وغیرہ کے مسائل کی تکفیر بیان کی گئی ہیں۔ تیسرے حصے میں خرید و فروخت و معاملات، چار حصے میں فرائض، مناسک
اور صلا کے متعلق اسلامی تعلیمات کے مصلح ہیں۔

الافتايات المفیده من الاشتقاقات الجدیدہ

یہ بھی علم کلام کا باب ہے۔ اس میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے فقہی
فرضوں اور دوسروں کے تشکیلی تہنیش جوابات جمع ہیں۔

اشرف الجواب

یہ بھی اسی قسم کا ایک مجموعہ ہے جو اصول و مفروضات سے صحیح کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے فتاویٰ
پر اسے شبہات و خطرات کے جوابات فراہم کئے گئے ہیں۔

علم سلوک و تقویٰ

علم سلوک و تقویٰ مدح شریعت کا نام ہے جس میں اللہ میں دین اور اعمال تک کے احکام اور تقویٰ
سے بحث کی جاتی ہے۔ تو اس میں نے اس فن پر جو کتابیں لکھی ہیں شفا نظریہ کلام فقہی اثرات القلب
ابو طالب کی، کتاب علیہ ابو لڑ محمد اللہ بن علی سراج الطوسی، کتاب التوق، ابو سعید خدری، اشراج النیب شیخ سید وحی، ابو نعیم الاصبہانی
شیخ سہب القادر، جیلانی اور متاخرین میں تصانیف امام خضرائی۔ ان کو پڑھنے سے اس فن کی جو حیثیت ظاہر ہوتی ہے، انہوں نے جکا مکتوبی
اور کافہ فاروقی اور مجتہد کی تمہیں سلسلے پر لیا ہے وہ الٰہی دنیا تھا کہ وہ کہہ دے کہ باطلان و ضلالت کا ذخیرہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر
ہندستان میں جنتوں کے جگ اور دعوائت کے اثر سے اس میں بہت سے ایسے مسائل شامل ہو گئے جو اسلام کی مدح کے تمام تر مسائل
میں مدحتی اور صحت و جود و صحت ضروریہ و طاعت و دہ ان کے باعث و اعمال میں اصل فن سے قطعاً الگ ہیں۔ جو یا تو علم کلام و فلسفہ یا علوم

شیوات و احوال سے وابستہ ہیں جن کا تعلق نصیحت سے ہے۔

اصل سے ہر انصاف فی العین مطلب رہا، اصولی کرب اور اعمال و اطوار تک رہنمائی میں اور جن سے مقصود و مفاصل سے پاکیزگی اور انصاف کا حصول ممکن ہے تمام مضر و کرب ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے حضرت مجدد الملت کے تجزیہ کی مسماہی سے اس فن کو بہت صلاحیت کے مالک میں پیش کیا اور بہتر قسم کے اصلاح اور ترمیموں سے پاک کر کے کتاب و سنت کے ذریعہ اس کا ایک نظام کے اندر جو کھرا بر کیا اور زبان حکم سے اس مسائل پر آتا کہ کسا اور بیان فرمایا کہ اب طلب پر اسل طریق کا کوئی گوشہ ازیر ہے میں نہیں رہا۔ و فقہا ہو۔

اس سلسلہ میں پہلی چیز فقہ السبیل ہے ہم کہاں ساتھ صغیر کا فقہ رسالہ ہے۔ لیکن اس گزہ میں عیا بن ہے۔ ان مسلوک کچھ تمام متعلق اور تعلیمات جو رسالہ سال میں مسلم ہو سکے ہیں اور جن کے نہ جاننے سے مسلمانوں و عامین غلط راستوں پر چکر بزن مل مقصود کو کم کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی غالب صوفی صرف اسی ایک رسالہ کی قلیل و کثیر میں مہربان کر دے تو اس کے لیے آثار اللہ کوئی حوالہ ہے۔ جاہل پر یہی اور وہاں غرضوں نے ایک مسئلہ گھڑا ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں ہی ہیں اور اس زبردستی اس کو شریعت ہی کو تمام قواعد و ضوابط سے منکسر اس کا رنگ چھ گیا ہے مگر یہ تمام تر فرق اور بے سمتی ہے۔ مجدد الملت نے تمام فرقوں کو یہی تحقیق فرمائی کہ صرف میں شریعت ہے احکام اللہ کی بالخصوص تمام قلیل و کثیر ہی کا ہم طریقت ہے، اگرچہ سچ اور ہی خاص امت کا مذہب ہے اور جس سے اس کے سوا، وہ وہی کی حقیقت سے جاہل اور بن مسلوک سے نا آشنا ہے۔

حضرت مجدد الملت نے اس فن کے مسائل کو سب سے پہلے گہم پاک سے مستخرج فرمایا اور اس کے تعلق و مسائل اسلوب میں کام لیا مسلوب المسلوب اور تائید الحقینہ بالذاتیات المتعینہ کے نام اور سالے تالیف فرماتے ہیں جن کا ذکر اوپر کر چکا ہے۔ چہرہ اس مسائل مسلوب کی تشریح فرمائی کہ قائد املاوت تجوی اور سنت میر ہے اور یہ "الذکر" اور "حقینہ" اور "المراد" میں متعلق ہیں۔

ان تحقیق کیلئے اس فن شریعت پر ایک جامع کتاب "التکلیف بالقیامات المتفقین" تالیف فرمائی جو اپنے سفر میں بہتر ہے۔ یہ حقیقت طریقت، صوفی طریقت، تحقیق کرامت اور دیگر مذاہب میں تشوہت پر مشتمل ہے۔

طریق اور مسلوک کے امر اور مرفاں نہ دینیق اور نازک ہیں کہ زمانہ کے کچھ میں بے اعتباری کی جگہ توحیدیت کی بجائے حق و ضلالت کا ذریعہ بن جائیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا دہلوی کی جو تثنوی سنہری کے نام سے سرور و نواز حقیقت ہے کہ خاص اہمیت ہے اور اسی سلسلہ کے خالق ہی وہی ہیں۔ حضرت حاجی اور امام احمد رضا علیہ السلام سے خاص ذوق تھا اور وہ بھی خاص خاص فرقوں کو اس کی طرف دیکھتے تھے چنانچہ حضرت حاجی اور امام سے کے یہاں سے اور انہوں نے صاحب کچھ تثنوی نے بہت احترام سے اس کا مافیہ کھا اور مٹھی دست لہر لہر مرحوم کے دہلی نے اس کو چھاپا اور یہ کہا ہاں کہ ہے کہ مولانا کی بجز علوم کے جو تثنوی کی کچھ حضرت اس سے بہتر نہیں کھی گئی۔

حضرت حاجی صاحب دہلوی علیہ السلام کے خلفا میں سے حضرت مجدد الملت نے اس تثنوی کی خدمت یعنی فن کی حیثیت سے فرمائی۔ مسلوک کے مسائل، طریقت کی تعلیمات اور تثنوی کے بیانات کی قرآن و حدیث سے اس خیال کے ساتھ کہ تثنوی میں تطبیق فرمائی کہ اب فن کا جتنی ہی پاس ہے تو اس کیلئے کہ دلیو سے تثنوی کے عنوان کو کھول سکتا ہے۔

مذہب عالمی پر جوئی اور مٹھی شراب نے ہی سمت سے ہے احتیاط سے تثنوی کو نہا ہے۔ یہ راہ کر دیا تھا۔ جہاں ان کو اس فن شریعت صرف پڑھنے کے بعد ان کو کھڑا ہوا۔ اور بے اعتباری تثنوی گاؤں نے اس سے اجابت کی کہ ہے

بے تباہہ لہجے کی گرت پر مضاف لکھیں کہ سب سے بڑا خیر نوزاد ہمارا رسم منسوباً

حضرت محمد و آلہ السلام کی معرفت اس خیر نوزاد شرب کے متعلق واقعہ سے پوری طرح باخبر تھی۔ حضرت نے اس معرکہ نامی واقعہ کے نام سے اس کی
یہی شرح لکھی کہ اس جہل سے کتنا تک ہو گیا۔ مع

سابق باب سے پہلے تو کائنات نکال کے

دائیں دیکھیں کی تعلیم و تربیت کے لیے مرتبہ ملک و خیر ملک کا سلسلہ شرب نوزاد میں سے سب سے پہلی کی مشیت ماہ و ذاکرین
تثانیوں کے شجرات و طوالت ماہ کے لیے ہدایت مند ہے۔ یہ کتاب ہے جن میں کہ علم مکاشفہ و مسائل کے متعلق کلمات و جزئیات اور اصولی شخص
پہلی ہی صفحہ کتاب کی نظر ثانیوں کے سلسلے و فرائض ۴۴۲ و ۴۴۳ صفحوں میں یہ کتاب تمام ہوئی ہے

اب دوسرا سلسلہ مطبوعات کا ہے۔ بزرگوں کے مطبوعات شرب کتب کی رسم توہم زمانے سے قائم ہے۔ یہاں تک پیشتر حضرت
میں حضرت خواجہ حسین الدین اجیری، حضرت قطب الدین نقیب راک اور حضرت سلطان احمد علیار نظام الدین بدلی و عمر شاہ شمال کے مطبوعات میں وجود
پیدا لیکن انہوں نے چکا اپنی حقوق اس کام کو اپنے اختیار سے نہ کر سکے کہ ان کا ہر کے ہر مطبوعات تعلیمتہ ہو گئے وہ چند سال بعد چکر چڑھا
سے زیادہ کے نہیں ہیں اور ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ کہنے والوں نے ان کو ان کی فکر کیا اثر سے گرا کر بھی تھا۔ تاہم چونکہ کہنے
و اسے خود اہل کمال و اہل امتیاز سے اس لیے ان کی سمت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ اس اختیار پر بھی ہمدردی سے پیش قدمی کرنا
کا چیز ہیں۔

حضرت محمد الملت رحمہ اللہ کے مطبوعات کا سلسلہ تقریباً ساڑھے چھ ماہات اور ساکن میں معلق ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک ایک
نفس سے گزار کر چھاپا گیا ہے اور جن میں سے اکثر "حسن السنن" اور "الانسانیت الہدیہ" وغیرہ ہم سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں اور شوق
میں بزرگوں کے قلم، سفید و لطیف، قرآن و حدیث کی تشریحات، مسائل فقہیہ کے بیانات، سوانح کے نکتے، اکابر کے حالات، نظام و سب
جہاں سے تہذیبیات، آداب و اخلاق کے نکتات، اصلاح نفس و تزکیہ کے بیانات، وغیرہ اس خوبی و دلچسپی سے جمع ہیں کہ اہل شوق کے دل
اور دماغ دونوں آپ نکالنے سے سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت محمد الملت رحمہ اللہ کے مطبوعات کا یہ آخری باب ہے اور جہاں امام باب ہے۔ سلسلہ ان کی اصلاح

اصلاحیات

کی جو ترقی نظر ان کو باگ و بانگ و الہی سے عنایت ہوئی تھی اس کا اندازہ ان کی اصلاحی کتابوں سے بخوبی ہو سکتا
ہے۔ اصلاح کا دائرہ ان کا وسیع ہے کہ بچوں و طالب علموں، محروموں سے لے کر مروجوں اور علماء و فضلاء کے علاوہ تک پہنچا ہوا ہے اور سب کے لیے
منفیع ہدایات کا ذخیرہ یا دارگاہ ہے۔

دوسری طرف ان اصلاحات کی وسعت یہ ہے کہ مجالس و مدارس اور خانقاہوں سے شروع ہو کر شہری و رقبہ کے موسم اور روز ترقی
زندگی تک کہ وہ عید میں غرض ایک سلسلہ بدھرائی زندگی میں رہ گئے ان کے علم نے شریعت کی حمایت کا پیر و گرم تیار کر رکھا ہے۔
اس سلسلے میں حضرت کی سب سے اہم چیز "اصلاحیہ" ہیں۔ داغدار و مجبورانہ زمانہ کو بزرگ بھلا اسلام کی دس بارہ صدیوں میں پیشوا

گورنر سے ہوں گے مگر شاید وہ اعلیٰ میں اپنی تباہی اور اثر سلوک میں حضرت شیخ الطبریزی صاحب القادری جیلانی کے مواضع کے سوا کوئی دوسرا راستہ
 اور مفید تجربہ موجود نہیں لیکن یہاں بزرگوں کے صرف چند مواضع پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اخیر دور میں امت اسلامیہ کی اصلاح کے لیے
 بہت بڑا فضل یہ فرمایا کہ حضرت کے تفسیرین کے دل میں یہ ڈھانکا کہ حضرت کے مواضع کو ہر شخص ہر شہر مہتمم کرتے ہیں۔ عین وقت لفظ لفظ
 تفسیر تحریر میں لائیں اور حضرت کی فکر کے گمان گمان کو دور سے مسلمانوں کے عام فائدہ کی طرف سے شائع کریں۔ چنانچہ اس اہتمام اور سعی و
 کوشش کے ساتھ تقریباً ۱۰۰ مواضع جو احکام اسلامی، عقائد، معاملات، فرائض اور مسلمانوں کی مفید تعمیر و تہذیب پر مشتمل ہیں اور جن میں محتاج کے
 ساتھ ساتھ درپیش کی بھی کی گئی، مرتب ہوئے اور ان کا شائع ہوئے اور مسلمانوں نے ان سے نافع حاصل کیا۔

سلسلہ اصلاح و تربیت میں حضرت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی نادر اعلیٰ صرف عقائد و عبادات پر نظر فرماتے ہیں حضرت
 ان چیزوں کی اہمیت کے ساتھ مسلمانوں کے اخلاق و معاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی اصلاح پر زور دیتے ہیں، کجاچی تربیت و سلوک
 کی تعلیم میں بھی ان پر برابر کی نظر رکھتے تھے، حالانکہ عام مشائخ نے اس مہین کو صدیوں سے بھلا دیا تھا۔ مواضع
 علاوہ اس سلسلہ کی اہم کلاسی ہیئۃ المسلمین ہے جس میں قرآن پاک و احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی
 دینی و دنیاوی ترقی و تلاح کا پروگرام مرتب فرمایا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے باہر ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنی ساری تصنیفات میں اس
 کتاب کی تالیف میں ہر سنت اٹھائی ہوئی کسی میں نہیں پیش آئی اور اسی لیے یہ بھی ارشاد ہے کہ میں اپنی ساری کتابوں میں اس کتاب کو پہلے
 لیے ذریعہ تہات لکھی کرتا ہوں۔

اس سلسلہ کی دوسری کتابیں "اصلاح الایموم" و "مستطانی مسلمات" و "اصلاح امت" و "اصلاح انقلاب امت" و "بیشتر زبور"
 و "بیشتر گوہر موعظیہ" اور دیگر ایک کاغذیہ ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی و اجتماعی زندگی خاص اسلامی طریق اور مشرقی نفع پر ہونے
 اور کے ساتھ ساتھ عموماً مستقیم عمل جانے جو ہدایت کی منزل تصور کی طرف مہمائی ہے۔

میں نے اس کتاب کو پڑھا اور اس میں بہت سی چیزیں یاد آئیں جو میری زندگی میں بہت سی اصلاحیں لائیں۔
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے دل میں گہرائی سے پڑھی جائے اور اس سے نفع حاصل کرے۔
 آمین

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ

اپنی تعلیمات، واقعات اور اقتباسات کے آئینے میں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے تقسیم و تربیت، سلوک و معرفت اور عقیدت اور شاکہ کے فنیہ اس صدی میں جو معرفت کی بجائے اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی اس معرفت کی تفصیل کے لیے آپ کی سیرت و تعلیمات پر تخریر کی جانے والی کتب، حیات اشرف، جامع المہدی، تجدید نعوت و سلوک، تجدید معاشیات، تجدید تعلیم و تبلیغ، حکیم الامت اور سیرت اشرف کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ مفتی عبدالرحمن صاحب کی تالیف سیرت اشرف سے ہم کچھ مسزینی منکر کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے سوانح گو سیرت کے باب میں یہ بہترین کتاب ہے۔

۱۔ ایک دن اولاد کے جنس نہ ہونے پر آپ حکیم اللہ علیہ نے جہاں کی دعوت کے واسطے اور گنہ خشتاں رہتے تھے۔ اور باشرط اشرف کرتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کو جسے امتیاز سے مدعو کیا تو آپ نے اس کی امانت و حاجت

شرائط قبولیت

- ۱۔ کہ پیش نظر قربت و معرفت کے لئے حسب ذیل شرطیں کہیں۔
- ۲۔ کسی قسم کا تعذیب یا فرقہ ویر ڈالیا جائے۔
- ۳۔ کسی خاص مضمون پر رد و مذکورہ کی فرمائش نہ کی جائے۔
- ۴۔ تمام کا اختتام ایمانی خاص سے جدا ایسی جگہ ہو۔ جہاں عام مسلمان اپنے تعلق آجائیں۔
- ۵۔ خود اپنی ملاقات کیلئے کوئی خاص وقت نہیں کریں۔ جس میں کوئی اور شخص نہ آئے۔ تاکہ وہ انیس سے بے تکلف آتا رہے۔
- ۶۔ آپ صاحب سے ہر سے ہر درجہ علم اشرف اور اس بات پر تھے فرمائش کرنا کہ کوئی حکمت و معرفت پر مشتمل ہو کر آئے اور بعد امتیاز میں باہر سے ہر سب شرطیں منظور کریں۔

حضرت تھانویؒ عارف و متوسلین اللہ کی طرح شاندار استقبال جیسے مجلس اور تہذیب کے نعروں کے تقاضا اور شامانہ ترک و احتشام نہ تھے۔ اگر کوئی الزام و محبت ایسا انتہام میں کرتا تو حضرت منع فرما دیتے۔ آپ نے ہر ایک نے حضرت کا اس استہکام و احتشام کے ساتھ استقبال کرنا چاہا جس طرح وہ واقفانے کا استقبال کرنے کا لازمی تھا۔ کہ پلٹتے نام پر نقل فرمیں یہاں سے

شامانہ ترک و احتشام

تمام واقعات کو ایک رنگ کی عین میں اسی طرح دیکھتے ہیں اور ان سے سمجھایا جاتا ہے اور انہا پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب ایک ہی جہان
 واقعات حضرت ایسے ہی مستقبل کے سنتے تھے۔ بلکہ اس سے بہ زیادہ کہ یہاں کو یہاں اپنے نانا کے ٹیڈ تھے۔ مگر سب کچھ جو مخالف شخصیت
 تھا اس لئے حضرت نے نواب صاحب کو اس کی اجازت نہ دی۔ اب انہوں نے دوسری درخواست کی تھی کہ میں ایک مضمون لکھنے کے ساتھ استقبال کیا
 اجازت دی جائے۔ جہاں یہاں سے وہ لوگ پہنچیں گے وہاں سے حضرت سے تمنا یہ ہو کہ نواب صاحبیت سے جس سے ان کی ملنے سے انہوں نے یہاں لکھا۔ مگر ہم
 یہ شخصیت کی صحبت میں اس وقت سے اجازت نواب صاحب کی کہ یہی ہیں حضرت کو کہہ رہی تھی۔ بلکہ ان کے دل میں حضرت کی عظمت پر خاص ہی تھی۔ انہوں نے
 نواب صاحب کو اس مضمون کے لئے نواب صاحب سے پیشکش پر بھیجی۔ اپنی خاص گزارش میں حضرت کو کہہ دیا کہ حضرت کی فراہمی کے باوجود حضرت کے ساتھ نہ بیٹھے
 کیونکہ حضرت کے ساتھ بیٹھنے کی عبت نہ ہونے اور یہاں کہ حضرت کے ساتھ بیٹھنا نواب صاحب کی نوازش ہے۔ نواب صاحب نے فرما دیا کہ میں حضرت
 کی خدمت میں کوشش ہے۔ یہ ہیں تک کہ ان کے لئے حکمت پر ایک ایک چیز فرمائی اور ان کی خدمت کے ساتھ بیٹھنے کے لئے رہے۔

مستقل کی نخواست اور اس کا علاج

عقل سے قبل اس دور کا اپنے ایک مکتوب میں علامہ حضرت نے فرما دیا ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس
 فرد اور حضرت کے لئے میں ہم فرم رہی ہیں اور علامہ کی کفایت اور قدرت کی نفی ہے۔ دیکھا جاتا
 ہے۔ اس لئے اگر کسی سے اس شخص پر ہرمانی تو یہ اس میں چھوٹے کا پروردگار ہر روز ہوتا۔
 ڈھاکہ کے چھ مضمون کے بعد ایک مضمون کے سلسلے میں علامہ نے انہوں کو اطلاع دیا کہ وہ اپنے آپ کو وہاں نہ لکھا جائے۔ مگر آپ نے
 بغیر اس کے دیکھا تھا کہ وہ ان ایک ہی بات پر پیش آئے گا۔ میں کہ انہوں کی وجہ سے آپ کے لئے ان حضرت کا غیر وقت تک ساتھ رہنے مشکل ہو جائے
 گا۔ اس لئے آپ نے اس مضمون پر انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت میں انہوں سے اپنی آہلیاں لکھی۔

ان حضرت نے لکھا ہے کہ اگر نواب صاحب کی طرف سے ان کے تمام احوال کا لکھنے میں نمایاں نمایاں نظام تھا جس
 کے منظم ایک ہی پر نواب صاحب کے راست تھے۔ انہوں نے انہوں میں اور انہوں سے حضرت سے کہتے تھے کہ۔
 آپ کے احوال کے بعد آپ کی تشریح آوری سے نواب صاحب کو ڈی مکتوب ہونی ہے۔ فرماتے تھے کہ آپ کی فریضے بڑی
 سخت ہیں۔ یہی کہ قبول نہیں کر سکتے۔ جیسے ایک تو یہی کہ کوئی دیر پر نہیں دیکھا ہے۔
 حضرت نے فرمایا۔

۔۔۔ ڈی مکتوب کی شکل ہے۔ اور خود فرما کر سکتے ہیں۔ ذرا یہ کیا شکل ہے۔
 نہیں لے کیا۔

۔۔۔ صاحب سے بہت ہوتی ہے۔ اس کو تو بڑے ڈی مکتوب کے لئے ہی چاہتا ہے۔ یہ دیکھ کر سکتا ہے کہ اپنے مکتوب کی
 سختی دیکھتے ہیں۔
 حضرت نے فرمایا۔
 ۔۔۔ یہ کیا فرمائی ہے کہ مکتوب کو اپنے مکتوب پر چکر دیا جائے۔ اگر ایسا ہی فرمائی ہے تو اس کے لئے کہہ دیا کہ مکتوب کی
 تو یہی دیا جائے۔

یہ جس پر ناورد بات ہے۔ سابقہ سے لنگھ کر ناورد بات ہے۔ اس منتظر گزرات کرنی ذاتی اور عزت سے کہا کہ۔
جناب صاحب فرمائیے یہ کیا گزرتیں کہہ پاس آجے کہیں پیاسے کے پاس نہیں ؟

حضرت تھانوی کو یہ بات سنی کہ بہت رنج ہوا تھا آپ نے ناگاری ظاہر کئے بغیر نہایت تہذیب سے اس کو دیکھی کہ صاحب فرمایا کہ۔

ما آپ کا خیال ہے کہ آپ حضرت کنوں ہیں اور ہر پڑھے اور ہادے و دماغ میں سے نمایا ہو جائے کہ ہم لوگ کنوں ہیں اور آپ

پیاسے۔ اور اس کے پاس دیکھیں ہیں جسے کہ فرست کی کہ جڑی ہی ہیں میں میں نہایت ہی سے جاری صحبت کی ایک چیز تو آپ کے پاس بھی

میں دیکھ آتھو انشا اللہ تعالیٰ بقدر ضرورت میں جسے دیکھیں ہے یعنی آپ کی صحبت کی چیز ہے پیاسے پاس سے میں ہی اور آپ کے

پاس فقیر فرست ہی نہیں اس لئے آپ ہمارے مقرر ہوتے ہام آپ کے ! آپ پیاسے اور ہم کنوں ہوتے ہام پیاسے اور آپ

کنوں ہر لئے ہیں اس تا زیادہ محبت کے لئے کی یہ تھی کہ وہ نہیں فرزند ہر کہ نہیں جھگڑنے کی ناگاری کے بعد حضرت نے

تعلیم سزا کا ارادہ کیا کہ پیاسے نے شیخوں پر تو آپ صاحب کو بھی لڑکھی انہوں نے حضرت کو شیخوں پر بنا حضرت اب ہر کہ فرمودی تا دنیا بظاہر

نے ہی عزت کیا کہ آپ صاحب کی ارادہ نہ کر دیں گھا آپ نے اس کو کہ غلام بنا اصول نہ چھڑا اپنے کا یہ پڑ گئے ہیں تھے بڑی آزادی سے وہیں

گئے اور اور ہادی پیچ کر تو آپ صاحب کو کہ ہر جواب دیا اس واقعہ سے فرست کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے میں کے مقابل میں کشت بہت

تازہ ہے اس لئے اس کی حدیث میں فضیلت آتی ہے

(پریت لکھت لکھت)

تہذیب

حضرت تھانوی نہایت کے بڑے بہتے اور عینی تہذیب جدید سے مشغول میں بد تہذیبی کا فقرہ کرا لینے میں ہنہانہ نہ دیکھتے تھے۔ آپ کی ناگاری آزمائشی سختی اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ صاحب فرمائیے

تہذیب کہنے ہوتی تھی اور آپ دونوں سے فرمایا کہ تھے کہ۔

میں کہ اس کی تہذیب کے مقابل میں اپنی جدید تہذیب کا حصے ہو کہ وہیں رہے پاس نہ کہ دیکھ لے۔ اور تھانوی کے ہر

پر کتابوں کہ ان شانہ اور تھانوی نے خود اس کے لئے کہ جو اس کا دانش ہم بد تہذیب میں اور حقیقی تہذیب وہی ہے جس کی

شریعت مقدمہ نے تعلیم فرمائی ہے ؟

چنانچہ نظر اشرکے سفر میں ہی آپ کو ایک ایسے میں پیش سے سابقہ بڑا ہر پڑھے ہے بلکہ نہیں وہاں پہل تک کہ بڑے بڑے مسلم

تے ہی نہ تھے وہ سے اور اس کے سامنے نہ جھکنے والے تھے چنانچہ ان کی عادت ہی ایسی ہی تھی اس لئے انہوں نے کہ تا وہ پیش سے

حضرت سے ہی سے دھکی اپنی شراہ کہ میں سے آپ کو از حد تک ہوتی آپ نے انہوں صاحب انہوں نے تہذیب میں تہذیب کی مراد سے

تہذیب وہی کہ ہے اور وہ تہذیب گارہ کہ ہے پیچ گئی حضرت نے انہیں کس سے اور ہانے کے ساتھ فرمایا کہ دیکھیے اسے اس پر عورت نے فرماتے

ہوتے ہی انہوں کو کہتے ہیں۔

۔ اگر آپ نہیں گئے تو میں خود ہی ہوتا میں ہی ایسے شخص کے ساتھ میں نہیں ہی گوارا نہیں کرتا

ہیں آپ کہ حضرت تھانوی پر ایسی ہیبت جاری ہوتی کہ دست نہ کھینے گئے حضرت آپ بیٹھے وہیں میں خود ہی جاتا ہوں سے

اور ان کو کہنے گئے بہدا ناں انہوں نے حافظہ میں جو سے کہا کہ۔

میرا فرم پر کہنے گئے ہر گاہ میں غلام اور غلاموں کو بہت تو میں ہی کہ تھا اب ہر ایک مولیٰ اور صاحب دلہہ کہ تھانوی

..... میں نے اسے حکام سے بھی مرہوب نہیں جتنا اس روز نورانا سے

اتنا مرہوب ہوگا تانتاٹ پڑنے کے بعد ایک خط بھی میرے منہ سے نکلی گا۔

اس نے حضرت جناب فرمایا کرتے تھے کہ اس

بیٹا کا عروم بھی عروم نہیں ہے۔

نواب رام پور کو سبق
ایک مرتبہ نواب رام پور نے تو دیا میں سے متاثرہ کا انتظام کیا اور اس نزع کے لئے عطا دیو بند کو بھی گیا۔
پانچویں بیت سے ابھر عطا تقریب کھٹے ماوا اپنے حضرات کے اصرار پر حضرت نے بھی ہاول فرات شرکت

فراتی متاثرہ سے فرات پانے کے بعد جب سب حضرات واپس ہونے لگے تو نواب صاحب نے حضرت کو کچھ زیادہ رقم یعنی چالیس سو حضرت نے
ہاں طریقیام یہ کہ کراچی کر دی کہ۔

• ریاست کویت اللہ سے نائیک از فرودت عرب کر کے کا شرفا اختیار حاصل نہیں ہے۔

اس سے نواب صاحب حضرت کے اصل شریف کی پابندی سے بیت تار ہونے خواہاں ہے اس پر بعد میں عمل نہ ہو سکا بلکہ حضرت
نے اپنی ایک بی بی سہیل یا جو کوئی دوسرا نام سے کہا۔ اور جس میں ایک دوسری اور دوسری نکاح و نہایت مضرت تھی۔

ایک مسئلہ میں نواب بہاول پور کی لوت سے حضرات علیہ کرام کو مدعو کیا گیا۔ اس میں حضرت جہانزی بھی شامل
امیر بہاول پور کو تعلیم دین تھے۔ واپس پر نواب صاحب کی لوت سے سب حضرات کو اور جو زیادہ سمور وہ بظہر غلعت امیر سہیل
دوپے ہم رویت دعا کئے گئے اس وقت تو حضرت نے عروم نواب صاحب کے شیل سے سب کے ساتھ رقم لے لی لیکن غلعت میں اور حضرت
سے مدد فرمایا کہ۔

• یہ رقم میرے واپس لے لی جائے کیوں کہ یہ بیت اللہ سے لگی ہے۔ جن کا میں معرفت نہیں ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ۔

• چو کہ اس رقم کا اوقات مکان میں اندازہ ہو چکا ہے اس لئے اب اس کی واپس لگانی سموت نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا۔

• نیز اگر خزانہ میں واپس بھیج سکتی تو اس رقم کو اتنی عطا اور عطا میں معرفت کر دیا جائے کیوں کہ شرفا بیت اللہ کے معرفت

کے معترب ہیں۔

فرزین ہو کہ حضرت کا عروم آپ نے سب کا واپس کر دیا لیکن نیا بیت سلیقہ سے اور طریقہ سے سب یہ بات نواب صاحب کا سمور
انہوں نے اس عطا سے توبقائے توبہ پر غلعت کی بجائے معرفت کا اعتبار فرمایا۔

• یہاں ہی اتفاقاً کہ ریاست خیر پور سے میری بیٹی کا بیاہن میں آپ نے غلعت کی واپس لگانی میں مدد فرمایا اس پر
وہ اپنے لئے کہا کہ نواب صاحب کو واپس غلعت نہ کر دیا کہ حضرت نے فرمایا۔

خلعت کی لپسی

• ایک دفعہ شہزادہ کی کہ عروم ہی میں لگایا جائے۔ بلکہ نقد بجنان غلعت مانجے اس کا ساکن میں تقسیم کر دیا جائے کیوں کہ
وہ لگا اس کے بیچ معرفت ہیں۔

پورا حلقہ کی ایک بڑی مجلس تھی۔ اس نے جی جہاں آپ کو ایسے اعلیٰ مسائل کا ہر سوال جواب کیا جو اب لکھنؤ کے کچھ مہتمم
کرامت کے سرکاری ادارہ نمبر ۱۳۸۱ اس کے حضرت زلیخا کے کہ۔

۔ اسی وقت کے کسی بڑے خلاف شریعت یا خلاف بیعت کلمہ پر لکھنؤ میں ہونا پڑا۔

ایک خطابی، متعدد زنی و جاہت، رئیس اور لوہے نے بیچ و دو سو سو دو سو دو سو دو سو دو سو دو سو دو سو
ایک نواب کا اقرار بے تین بی بی کی ادا کے لئے بیچے ہوئے کسی بڑے گنگے قلعہ و قلعہ اللہ حضرت کی سرپرستی اور عثمانی میں خاص کمانڈر
کے اندر تمام قدامت علیہ کے ساتھ انہیں نے تقریباً آوری کی اور عداوت بھی بیچ دی۔ حضرت نے یہ لکھ کر دے دے وہیں کر دینے کہ۔
۔ اگر اس دور کے ساتھ ہا کے کی درخواست دہری تو دوسرے کے لئے دوپہر سے یا جا تا اب اس اقرار سے یہ احتمال پیدا ہوتا
ہے کہ شاید جو کچھ اقرار کرنے کے لئے یہ رقم بھی گئی ہے۔ آپ کی عزت دہری کی برے اور تو میں لوہ پر اس کا ہی اثر ہو گا
آزادی کے ساتھ اپنے آئے داتے کے متعلق دانتے تمام ڈاکٹرس کا کہیں کہ انکار کرتے ہوئے طرم آئے گی۔

نواب صاحب بڑے سنجیدہ اور بیان دیدہ تھے۔ فرمایا جو لکھ کر دیا اور درخواست اگلی نہ بھیجیں۔ فرمائیں کہ اس کا۔

۔ آپ کے تینہ کلمے سے اب یہ معلوم ہو گا کہ انہی جو یہ سخت بے تین بی بی ہوئی میں اب اپنی درخواست تقریباً اتنی دہری

یاد ہوں اور دوپہر لکھ کر وہی معلوم ہو گا کہ جن۔ براہ کرم دوسرے کے لئے قبول فرمایا جاوے گا۔

حضرت نے ہم پر زنی قبول فرماتے ہوئے نواب صاحب کو لکھا کہ۔

۔ میں ایک نواب میری ملاقات کے مشتاق تھے۔ ادب آپ کی تہذیب اور اوقات کے خود ہو گا کہ آپ کی ملاقات کا مستحق بنا۔

یا ہے۔

پروفٹ کے بعد نواب صاحب کے ان اس شراب پر تقریباً لکھ کر ان تمام کو یہ پیش کیا جاوے

محبت و مصلحت کا تصادم سب آپ وہیں آئے کہ نواب صاحب کی والدہ ماجدہ نے جو آپ کی یہ ہیں حق تقریباً سو دو سو

تخت میں پیش کرنا چاہا اس پر آپ نے خلاف شرط ہونے کا ذکر فرمایا نواب صاحب نے عرض کیا کہ

شراب میرے ساتھ تھی یہ والدہ صاحب کی اہوت سے ہے۔ فرمایا۔

۔ والدہ اور والد میں کیا فرق ہے تو فرمایا یہی ہے۔

نواب صاحب نے بیچارہ ہو کر کہا کہ۔

۔ حضرت اگر کسی کا بی بی ہوتے کہنے کو چاہے تو آفریہ کیا کہے۔

فرمایا۔

۔ میں نماز چھوڑ کر تو نہیں ہوں کہ میرا کوئی ٹکڑا نہ جو میرے ٹکڑے سے بھی تقریباً ڈانکلی ہے۔

چونکہ نواب صاحب والدہ اور بی بی کے سبب الطافت واقع ہوتے تھے۔ اس ایک پرانے دیندار خاندان کے بیٹا تو فرزند تھے۔ اس لئے جو
نے حضرت سے عام مرگن کی طرح کچھ عوارز نہ فرمایا اور عوامی ہو رہے ہر ایک متقدّم ہمت گزار جانے کے بعد تمام جہوں گئے اور میں گیا بی بی
یہ لکھ کر حضرت نے بڑی مسرت و اعزاز سے قبول فرمائی۔

مولانا اشرف علی تھانوی

ذاب صاحب کی یہ بات غصہ ہی قابلِ ملاحظہ تھی کہ انہیں نے حضرت کے ذہنی کاکلف سے یہ توکل فرات مشتعل نہ کرنے کے لئے اور حسبِ ہر ذمہ داری کی طرف سے پہلے ہی تم کو مطلع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت کے ساتھ خصوصی تشکلات قائم کر رکھے تھے۔ کیوں کہ حضرت کو باہر سے انہیں جتنے سے جتنے میں بڑی فریست ہوتی تھی۔

ایک رئیس کا علاج
حضرت نے فرمایا کہ کثرتِ سفر جو کچھ کثرتِ مزاج لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا اس لئے ہر ایک کے سفر کا علاج یہی ہے کہ ایک مرتبہ ہر ایک کو ایک دیندار رئیس سے دارالطبیعہ میں سے خطابِ علوم جاری فرما دیا جائے۔ اللہ اس کے اقتدا میں جس کے ہر سفر کے لئے صاحبِ کلمہ کا چہرہ نہ کہے کہ وہ اس کی اصلاح کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا ہر سفر پر حضرت کے ساتھ حضرت کو کثرتِ مزاج ہی تو رہے گی۔ اس لئے وہ کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔

• ان کا اس مالک نہ ہو جس کا ہر سفر کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔

• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔

انگریزی کی دعوت

• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔
• ہر سفر کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ جو کثرتِ مزاج سے بچاؤ کے لئے ایک ایسا دوا بنا کر دیا کہ۔

یہ کہ وہ ہم سے غور تھا ۱۰ برسوں کے پیش پر ان کو ہر شے کا ہوتے کہا۔

آپ کو بہت محبت ہر جا رہی جبکہ وہ ہم کو آپ کی وجہ سے بہت آدم ۱۰

ایک دن فریضہ کے آ کر آپ نے فریضہ پڑھا اور ہر شے کا ہوتا ہی ہے کہا کہ یہ ہیں ان کے ہاں کہ جن لوگوں میں کانڈہ سے اپنے
کہنا بھی کہ ہذا احترام کیا گیا ہے۔ ہر لوگوں کی فریضہ سے یہ کام ہوا ہے۔

تعظیمِ رسولِ اکابر

ہر وقت میں جتنے جتنے کام نہ بیٹھے۔ اور تعظیم و احترام کی کیفیت یہاں تک کہ فریضہ کے ہوتے ہیں۔ حضرت حضورؐ کو اپنے منہ کے
دوایں میں جوں جوں ہیں اور ہر وقت کہ جتنے ان کے اندر وہاں متصل کی عزت فریضہ کو دیکھتے اور اس کو پڑھتے ہیں
ہے ہر وقت کے ہوتے لوگ کہ کہتے کہ وہ ان کی محبت کے فریضہ سے زیادہ ہو کر نہیں تو کہہ کر دیتے۔

منعم اللہ ہے یہ دستور تھا کہ حضرت کے ساتھ کبھی بھی فریضہ نہ پڑھتے۔ حضرت حضورؐ فریضہ میں یہ کسی قسم کا ہونا نہ لینے کے ہوتے تھے۔ اس لئے
ہر کسی سے کوئی فریضہ نہ کرنے پر تعلق نہ تھا کہ اس کی جگہ سے وہاں کوئی ہوتے ہوئے۔ آپ نے وہاں کی اس قسم کے اندر ان کی بہتر نگاہ
کو شخص میں ہوتے ہوتے ہوئے نکالتے کہ میں جتنا کہوں گا وہ ہر وقت نظر اور ہر کہہ دال کہوں گا کہ اگر وہ ہاں میں کی وہ فریضہ کا رواج ہے جو فریضہ
ہوتے ہیں ان کے مانتے ہیں تو اس طرح آپ فریضہ کو بہت جگہ سے ہوتے ہیں۔

جنگل میں یہ ہم فریضہ کو ہر قسم کے آ کر پڑھنا جیسے خوب ہیں میں کئی چیزیں کہے ہوں دیکھا ہوا ہے۔ اس کے دانے کی بہتر نگاہ
کہتا آپ بیٹے فریضہ ہے۔ اس کے بعد بھی آپ کہے ہاں پڑھا تو اس کے لئے جانے والی فریضہ میں آپ میں اس کے فریضہ کا ہونا پڑھتے اور جب
وہ فریضہ ہو کہ دیکھا کرتے۔

- اگر کوئی بھی بات ہے تو کہے اس سے کہیں نہ کہے ہر آدمی کی بات ہے تو تم میں ایک کلمہ کہتے ہو۔
میں وہ ہر قسم کا کلمہ کے ہر قسم کے اس کی بہت نام جو کہی اور لوگوں نے اس سے بڑھ کر وہ کلمہ کہنا بھی نہ سکتے ہیں وہ دستور ہی تھا
کہ اب کسی جگہ کسی کی ساری گہرائی فریضہ نہ کہتے تھے۔ شہر کو کہتے ہوتے تھے کہ اگر آتا ہے وہ دیکھتے اسے جتا ہے حضرت نے ان لوگوں سے
فریضہ۔

وہ ہر قسم کے ایک فریضہ سے سب کہتے کہ برابر ہیں۔ یہ ممکن نہ ہوتے تھے۔ اس کو ہر قسم کے ہوتے اور ان کے ہر قسم
کی جگہ ہے۔

میں لوگوں کی ہمیں یہ بات انکی ادا شدہ کہتے۔ ہم فریضہ ہوتے۔

ایک باہر دستور تھا کہ لوگ باہر کے ہاتھ دیش دیش ہوتے ہوتے تھے۔ حضرت نے فریضہ کو کہا کہ اس سے چھین ہوتی ہے۔ انہوں
نے فریضہ کیا کہ ہم تو بہت سے آیا کرتے ہیں۔ فریضہ کا ہر قسم کے ہوتے ہیں ہر قسم کے ہوتے ہیں ہر قسم کے ہوتے ہیں ہر قسم کے ہوتے ہیں
یہ فریضہ فریضہ ہوتے ہوتے ہوتے ہیں۔ تو کوئی بھی نہ تھا۔ موسم ہر آدمی میں ہوتا ہوتا ہے۔ ہر قسم کے ہوتے ہیں ہر قسم کے ہوتے ہیں ہر قسم کے ہوتے ہیں
تو کوئی بھی نہ تھا۔ وہاں یہ ہوتے ہوتے تھا کہ مہلا ہندوں سے ہاتھ میں نہ کرتے تھے۔ اور اگر کوئی کلمہ کی تعظیم کے لئے نہ ہوتا تو اسے
ادانت ہوتے۔ حضرت جب ایک گرجے میں گئے کہ ان سے تو دستور کے ہاتھ سب ہندو تھا۔ اور وہیں میں نے فریضہ پڑھا۔ ان کا
ہوکا دیکھ کر حضرت سکرن کے اندر ٹھہرتے تھے۔ اور نہایت ساری اور عظمت کے ساتھ سب نے دیکھا اور یہی کہتے تھے کہ ہم سے

مولانا اشرف علی تھانوی

دو لوگ بہت مسرور ہوتے اور عجب کہنے لگے کہ ایسے روز ہی جوتے ہیں

ایک جگہ اس کے مہمان گاہوں کے چرواہوں نے چند لوگوں کے درمیان وہی حضرت کو زندہ پایا۔ لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ گاہوں والوں سے بھیجا گیا ہے۔ اس کی یہ حالت سے حضرت کا شیر ہو گا کہ ان ضرورت آتا نہیں دے سکتا۔ اس لئے حضرت نے پوچھا یہ آپ کی عزت سے ہے یا اس میں اور بھی شریک ہیں۔ جواب ملا اس میں دوسرے میں شریک ہیں فرمایا۔

.. پوچھتے کہتے بتانا ہے جب دیکھو کہ وہ لوگ ہیں نہیں جانتا تو میرا کہیں صحبت کیسے ہو گا۔ اس لئے ہر ایک کی رقم اس کو ہمیں کھانہ پر نہیں کو دینا ہو گا۔ ہر ایک خود اپنے ہاتھ سے کھا جائے۔ پتہ چلے گا کہ میرا کس سے اور کس سے صحبت ہے؟ چرواہوں صاحب نے طے کیا کہ آپ تو آپ چارہ ہے ہیں فرمایا۔

.. یہی بہت تڑپ تمام چارہ جوں جوں پہنچا صاحب کو آسانی ہے جس کو شوقی چرواہوں نے اگر پوچھ دے ؟ مگر کوئی بھی پوچھ دیکھ نہ پایا۔ لیکن کہ وہاں یہ دم تھی کہ اگر کوئی سوئی آئے اور اسے مستقل زندہ نہ پایا جاتے تو وہ نہ جانتا تھا مگر وہ اپنے والوں سے تو پوچھ سکتی کہ پچھلے روز نے کی کیا ضرورت تھی۔

اعظم گروہ کے ان واقعات کے سلسلہ میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ .. میں نے وہاں کی اور اس کو تو شاید۔ لیکن ایک دم کے شانے میں کیا یہاں ڈھیر سکاویں کہ جب کوئی ظالم آتا تو موضع کے اکثر لوگ یہاں تک کہ چمکنے لگتے ہیں۔ اس وقت تک آتے اور ایسا ہی نصیحت کے وقت کرتے۔ وہاں کے لوگوں میں بہت ہی صلاحیت اور ہمدردی ہے وہاں کے لوگوں کے اگر شکر تھا تو اس آغوشِ حیدر میں معلوم ہوتا ہے کہ پھر سے صرف مشائخ کے لئے لگتی رہتے ہیں ؟

ایک سفر کے دوران میں آریہ سوانہ کے ایک بنگلہ نے حضرت کی باتیں سنی کہ آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ شخص ہیں۔ ان میں ایک آریہ کا اقرار کفر مسلم ہے اور وہ سزا فرما مسلم۔ وہ انہوں نے بنگلہ بستی سے کوئی ٹیک مل گیا تو اس عمل کا ابرو دونوں کو کیساں ہے گا حضرت نے فرمایا کہ ..

.. یہ سوال آپ کی دانشمندی اور جہنمیت سے نہایت ہی ہے۔ لیکن کتاب نے ایک ہی سوال کیا ہے میں کہ جواب آپ کے سر میں موجود ہے ؟ اس نے کہا۔

.. یہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ اس کا جواب میرے ذہن میں موجود ہے ؟ آپ نے فرمایا .. جب اس جواب کے سبب عقوبات آپ کے ذہن میں موجود ہیں تو وہ جواب ہی موجود ہے۔ لیکن کہ جب معلوم موجود ہے۔ تو

ظالم کا جو ذہن فروری ہے ؟ اس نے پوچھا کہ کیا کہ .. یہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سب عقوبات میرے ذہن میں موجود ہیں ؟

فرمایا کہ :-

- بیٹے! میں آپ ہی کے منہ سے ان عداوت کے دو دروازی اللہ ہی برائے کا اقرار کرتا ہے جیسا میں کیا آپ نے نہیں جاننے کو افسوس
میں ہی غضب ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اس وقت اس کی بحث نہیں کرتی تو سب کو نالہ ہے :-
اس نے کہا :-

- جے جیک سن تو ایک ہی غضب ہو سکتا ہے :-

حضرت نے فرمایا :-

- ایک مقدمہ آج کل آپ کے ذہن میں چلے سے موجود ہے۔ دوسری بات میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا غضب سن والے کی مثال
طریق عظمت کی ہے اور باطن والے کی مثال باطن عظمت کی ہے یا نہیں :-

اس کا جواب اس آیت سے اقرار کیا اس دور سے مقدمہ کو تسلیم کرنے کے بعد حضرت نے پھر سے فرمایا :-

- کیا باطن کے بارے کے حالات عقل اس جہ سے کہ وہ باطن جتنے ظاہر نہیں کر دیتے جتنے اور کیا باہر وہ صاحب کلمات ہونے کے
اس کے عداوت سے سزا نہیں ملتی اور کیا وہ سزا عقل والوں کے عقاب ہوتی ہے :-
جواب اس نے ان سب باتوں کے صحیح ہونے کا اقرار کر لیا تو اس پر حضرت نے فرمایا :-

- میں یہ نہیں مقدمات آپ کے ذہن میں چلے سے موجود ہیں تو اس کا نتیجہ ہی ضرور آپ کے ذہن میں ہے۔ اور وہی
آپ کے سوال کا جواب ہے تو میں حالت میں آپ کے سوال کلمات یہ مطلب پہنچاؤں اپنے منہ آپ کا کہہ سکیں ہر جہاں
شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ باہر صورت ہم کسی کا کہہ سکیں :-
ابھی آج یہ نے خوش ہو کر کہا :-

- واقعی مجھے اس کا فرق تھا کہ میں اپنے بارے میں آپ کے منہ سے یہ لفظوں ایسے منہ اپنے بارے میں کہہ سکتا
تھے میں ہی مزہ آتا ہے :-

حضرت نے جواب دیا :-

- مزہ آچکے تھے تو فرمایا ہے۔ لیکن برے نے سخت جہنم بات ہے :-

ایک اہم سبق

۱۹۱۷ء کو ایک ذاتی ضرورت کے ماتحت کیا جا رہا تھا اس لئے آپ نے اپنی دعا مانگی کہ پروردگار! میں کو
اور شروع سے ایسے انتظام کر دیتے کہ سوائے شعلیق کے دوسروں کو اس سے کوئی اطلاع نہ ہو سکے۔ چنانچہ سہارنپور
سنہ کے بعد آپ میرے اپنے جیسے عادل صاحب اور محمد علی کے ہوا جو اس پیشی پر آئے ہوتے تھے۔ عادل صاحب کے مکان پر آتے
اور وہاں سے بلا اطلاع دوسرے نظام العلوم میں شعلیق سے گئے ہیں آپ کا وہاں پہنچنا تھا۔ کہ کسی پریشانی کو پیش رو نہ بنا لیکن شعلیق سے آنا ناہم
تو سب کا نام مجرم ہو گیا کہ فہرست ترمیم کی صورت نامی ہو گئی اور حضرت کو چند قدم چھینا و شمار ہو گیا ہر شخص زحمت و مصروفیت کے لئے جہاں تھا۔
اور حضرت جن کی کا تو جڑے ہو کر ایک کھانوں کی صورت میں پہنچا رہے تھے۔ مجرم کو یہ لوڑنا چاہی تھا اور حضرت میری ہر ہمت جڑے ہو گئے تھے
تھے۔ لیکن کہ وہاں سے فہرست صاحب نام دوسرے مصروف کرنے والوں کو روکا کہ حضرت نے فرمایا کہ روکا دیا کہ آپس میں کہہ سکتے

میری بہت ان کے آئے سے میری ماں نے طے کر لیا میں۔ تاہم صاحب نے کہا کہ حضرت اسی کا تحلیف ہوگا۔ فرمایا کبھی صاحب کے ساتھ سے ہی تخلیف ہوئی ہے۔ یہاں ان کا کام ہی کیا ہے۔ تھا۔ جس تو وہ سے متعلق برتے ہیں اس لئے وہیں انھیں اوقات فریادی ہے۔ وہ نہ کہنی کام بھی نہ ہو سکے۔ جو ان کا کام ہوگا ہے وہ انھیں اوقات ہی کی بدولت ہے جب معاملہ سے خود راز کر گیا۔ تب تاہم صاحب نے کچھ سختی کرنی پائی تو حضرت نے پھر دیکھا اور اس پر ناظم صاحب نے کہا کہ یہ دیکھو رہے ہیں کہ حضرت کا تحلیف ہو رہی ہے اور لوگ ہیں کہ ہاتھ نہیں اور وہ کچھ سختے ہیں یہ کوئی انسانیت اور بندوبست ہے۔ اس پر ارشاد ہوگا۔

دیکھئے۔ جس کے پورا انتظام ہوتا ہے۔ اس کو سختی کرنا ہی پڑتی ہے۔ بغیر اس کے کام نہیں پاتا۔ جو لوگ کچھ سخت کہتے ہیں۔ اب دیکھیں حقیقت میں میں سخت ہوں یا نرم مادہ کا مادہ صاحب چھارے بہت نرم ہیں لیکن انتظام کے لئے اس کو سختی کرنا پڑ رہی ہے۔ کوئی چھٹی آدمی اس کو دیکھ کر تعجب ہوگا کہ میں کی نسبت یہ پتھر ہے کہ بہت سخت ہے۔ وہ کتنا نرم ہے اور جو نرم ہیں وہ سختی کر رہے ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ جب تک تھا۔ جہاں میں ہوں وہاں کے انتظام اور کام کا تعین ہو رہا ہے۔ اگر میں سختی نہ کر لوں تو کچھ کام ہی نہ کر سوں۔ اور یہاں سنا سنا ہی کام ہے اس لئے سختی کی ضرورت نہیں۔ نرم ہوں اور ناظم صاحب ہیں کے تنظیم میں اس لئے وہ پہلی بہت سخت معلوم ہوتے ہیں۔ (دیکھیں جہاں میں)

دوسروں کی رعایت
حضرت نے اپنے پورا کام کے مطابق ہر چیز سے دو دیکھ کر راضی ہوتا تھا۔ انھیں نے آتے تھے کہ ان کی کوئی کامیابی میں سختی کر رہی ہوگی۔ لہذا ہر طرف فرمان میں اسے نظر لینے کے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ بہت قابل ہے۔ شہرہ کر لیا جائے۔ لیکن اس کا خیال ہے کہ وہ ہر کے کو کسی گاڑی سے انتظار کریں گے۔ اپنی دکان کی لاجسٹک کو کوئی ایسی کر لیں کہ اسے لیا جائے اور اس کی رعایت ہو۔ لیکن ان کی کوئی منت ہو کہ وہ کچھ نہیں پڑے۔ اس کے لئے توڑنے کی کہ وہ ہر تار سے وہی جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بہت سے نظریات گذات گاڑی میں جو ہم زیادہ ہونے کی جیسے تخلیف ہوگی۔ اصل میں وہ ہر کی پریشان نگاہ اس لئے حضرت کی تراش کے مطابق وہ ہے کہ ہی گاڑی سے دھاگلے ہانی جب حضرت کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا۔

بیشتر آرام تسلیم واقف رہی ہیں ہے۔

چنانچہ ہمارے پورے وقت حقروہ پر روزانہ ہوتے۔ یہیں سے حامد علی صاحب۔ مولوی امیر زین صاحب مولوی ولی محمد صاحب شاہی اور مولوی حافظ محمد عثمان صاحب۔ رنگونی بھی حضرت کی اجازت سے دہلی اور سفری شامل ہو گئے۔ اگرچہ خاص مصالح کی بنا پر حضرت نے روٹنگ سے پہلے اپنی شہریت تمام وہ خاص سب پر اس سفر کے لئے دیکھنے کا خاص اہتمام فرمایا تھا۔ اور حضرت کی آند کا صرف ڈاکٹر فریض احمد جلال الدین صاحب اور حضرت نور الدین صاحب سے صاحب۔ اور کسی کا علم تھا۔ اور انہیں تاکا یاد ہوئی کہ آج کا کھنڈ رکن ہے۔ مگر اس گاڑی میں وہ ایک ایسے آدمی بھی تھے۔ جہاں ہر ہاں سے آئے اور ان کی حضرت کے ہم سفر ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ جب وہ حضرت سے ملنے آئے تو حضرت نے انہیں فرمایا کہ۔

نہ وہ میں کسی کو نہ کہنا کہ میں یہاں تو رہا ہوں۔ اگر تم نے کہا تو نہیں گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ تم ہی اطلاع ہو کہ میرے پاس نہیں آئے۔ اگر ہم سے کچھ تخلیف ہوگی۔ اور میرے ذہن لکھنے لگے کہ تخلیف ہوگی اور اصلی کو تخلیف پہنچانا ناگوار ہے۔

اس پر وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ ہمارے مخالف علماء اور ایڈیٹرز تو جہاں جانتے ہیں دوزخ بڑے سے بچے انہماک کے ذریعے اپنے ہار کم سے دلگرا کر آگاہ کرتے ہیں بلکہ شاید ان نفسِ متعین جو انہیں اپنے پروگرام کو شہرت دینے اور استقبال کرنے اور ان کے فلسفے پر بحثیں ہوتی ہیں اور یہاں معاملہ باہل برعکس ہے۔

زیارت منزلت

قیام ہار کے دو ماہ میں آپ سے پہلے حضرت الحاج بخش رحمت اللہ علیہ کے حجاز پر بیرون کا تو بخوبی تشریف لے گئے تھے وہاں حج کا ایسے وقت پہنچے جہاں کراچی کی کثرتِ حق آپ سب سہل صاحب سزا کی بائیس کی طرف سے بھیجے ہوئے ہر ایک پر اسے کراہے جہاں خواب میں مشغول ہو گئے۔ انکا صاحب حضرت کے پچھلے کراہے تھے کہ حضرت کس حالت میں کراہے دیکھ کر ایک قوی پہلی ہمارے ذمہ درستی ناک آواز سے بگارا کہ ہانگے ہاتھوں نے حضرت کراہا کی طرف مہینہ اشفاق نہ ہوا اور کراہے صاحب نے اسے سوسائے کی کاشش کی۔ گمان میں اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بیکسور تھا اور ان میں سے بگارا ہوا اور پورے اپنی آواز کو بچھے سے بلند کر کے ۱۰۰ ایکس حضرت سے متواضع ہو رہا ہے۔ نوح سے نوح ہونے کے بعد فریاد حضرت و الحاج بخش۔

ہر بہت بڑی خشیت ہے۔ جب وہ جب سے وفات کے بعد ہی سلطنت کرتے ہیں۔

دوسرے روز حج کے ہفتے کے بعد آپ بی بی کے حجاز پر تشریف لے گئے اور جہاں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگلی روز میں قیام تو اس قدر پر کرتے ہیں گے۔ وہاں سے ہو کر بی بی کے حجاز پر تشریف لے گئے۔ بعد ازاں اور کھڑے ہو کر بی بی کی وفات کا قیام سمجھ کر۔ شہداء ہار ہاں حلقہ قیام میں ہر روز اور دیکھا۔ انکا صاحب ان کی تاریخیں ہیئت۔ سیرانی واقعات و حالات جانتے گئے اور حضرت ہر روز ہر عقائد اور روزانے گئے۔ اس کا پختہ خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

موصول کی ادائیگی

آپ جو امانت موصول کرنی پڑنے جانتے اگر نہ مایوسی میں خبر نہ ہو کہ یہ عقائد و ذہن سے نازا ہو گی تو آپ اسے فوراً واپس لے لیتے اور اس کا موصول ادا کرتے۔ اس کا اٹنا اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ سہ ماہی سے کچھ جانتے رہتے کچھ گئے ساتھ تھے۔ جب وہ ایک موصول کے لئے تیار نہ گئے اور کوئی آئے نہیں۔ یہیں تک کہ فرسوسہ حجاز میں رہے جو کہیں کہیں حضرت آپ نے نہیں لے چاہتے۔ تو اس کے فروخت نہیں ہو گا۔ اگر وہ ہیں گے۔ فریاد ہار گروہاں تک جائے گا۔ کیا کیا غازی آباد تک فریاد قاری آباد سے آگے کیا ہوا۔ کیا کیا۔ اور سچے گانا کہ دیکھا۔ اور وہ ہر تک پہنچا رہا ہے۔ اگرچہ آپ اس سفر پر جانے کا ارادہ نہ تھے نہیں۔ وہاں فریاد ہوا۔ بلکہ آگے تک اور حضرت میں ہے وہاں کا انتظام کیا ہوا۔ اس کا سبب انگشت بد نشان ہو گئے۔ میں میں شہم ہار فریاد ہوا اور ہر تھے کہنے گئے کہ اس زمانہ میں میں خود کا ایسے ایسا ہار جسے ہر روز میں ہر فریاد سے دلگرا تھا کہتے ہیں۔

کراچی کی ادائیگی

اس میں میں آپ بڑے متواتر تھے۔ جاگت اور ہار ادا کرنے کے سفر کرنے کے لئے قیام نہ رہی تھے۔ اس کے اور سچے کو ایک بار لے دیتے۔ ایک دن ایک صاحب علم حضرت کی زیارت کے لئے تھا۔ جہاں آیا آپ اس وقت سفر پر جا رہے تھے۔ اس کے روزانہ وقت کی ہر گز اور کراہے حضرت کے ساتھ سوار ہو گئے۔ اور دوسرے ایٹیشن نارتھ پورہ گارڈ کرانہ ایٹیشن تھے۔ تو اس نے کہا سونے کو اسے تم حریب تھی ہر جہاں اس نے حضرت کے ہاں کراہے ہے۔ تو آپ نے فریاد ہار گارڈ ہر سے کہیں کا لازم ہے۔ سونے کا ایک نہیں ہے۔ اس کے نہیں بلکہ اگر یہ ہر جہاں سے دوسرے کا گشت ہے کہ اسے چھوڑ دیا کہ کہیں کا حق ہر جہاں ہے۔ وہ علم حق العباد سے بری ہر جہاں سے لیتے ہیں ایک انگلی میں ہر ایٹیشن میں چھٹائی اس نے ہر ساری انگلیوں کی کہا۔ کہ میں تو خوش ہوا تھا۔ کہ اس نے فریاد ہر جس کو کہا ہے۔ مگر اپنی تقریر سے ہر جہاں میں کوئی خوشی نہ ہوا۔

استغناء

استغناء: جی آپ کی طبیعت کا ایک خاصہ خاصہ تھا۔ اور آپ اس ارتقا و ترقی کے منظر تھے۔ (۱) استغناء: جنتِ غیرت اور آخرتِ انجمنِ علیہ السلام کے میں تم سے تقاضا کرتی اور نہیں چاہتا۔ یہاں اور موتِ غیرت سے یہی وجہ ہے کہ آپ کو امراء و ذرا اور مال و زور تو کیا حرم سے بھی استغناء تھا۔

امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہن جہداً باہر دیکھ جانے والے اکثر علماء و مشائخ والی دکن کی خدمت میں مدد دانی اور فیضان کی درخواست کر جاتے تھے۔ وہاں حضرت کو پٹنے سے بھی عار تھا۔ جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف سے کی فرماتے تھے کہ - اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے غلط کریں، اس لیے کوئی باوجود مصلحت سے نفع نہتا ہے اور اس سے وہ بھی مانگی ہو جاتی ہے مگر غلبہ پر مصلحت کا وہ اثر نہیں دیتا۔ جو کہ جہداً باہر دکن میں ایک وہ دست سے مدد کیا اور بہت کے بعض اصحاب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے جس میں سے کسی کو کوئی برائی نہ دیا۔ وہاں پہنچ کر ساتھیوں سے کہہ کر گزرتے تھے کہ کھان نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ مر سے جو کہ زیارت کا مشفق تھا۔ مگر بد قسمتی سے حمزہ جوں کی عامری نہ ہوئی۔ برائے نجات حاضر ہو گیا جتا ہوں۔ کھان نواز وقت اپنے فریضے منصبی سے فرصت ملتی ہے۔

یہ کھان نواز جنگ صاحب اس وقت کراچ کے ناک کے ہال اور مکانِ مطہرت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا۔ - بے حد خدمت ہوئی کہ آپ کے دل میں وہی اہل دینی کی نسبت و عظمت ہے۔ مگر نیچے کی سطح پر چھو کر ضروری کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں غم سے کام نہ لیا گیا۔ جس کے لئے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقاتِ فرصت جیسا کہ پابند کیا گیا اور خود آراؤ رہے کہ کوئی سی غم و تہذیب کی بات ہے۔

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بد قسمتی کی معافی مانگی اور لکھا کہ حضرت والا یہ اپنی طاقت کے اوقات تحریر فرمایا۔ حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ -

- اب میں پوسے غم سے کام نہیں لیا گیا۔ مر وہ بدست زندہ کی طرح مہل میزبان کے اختیار میں جتا ہے۔ اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا ضروری ہے۔ آپ حاضر نہیں۔ جس وقت پھر کہ فارغ دیکھیں۔ طاقتات کر لیں۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ بد قسمتی پر وہ بھی جاتی چلی جا رہی ہے۔ میں ذاب اپنے اوقات کو لاکر کرتا ہوں۔ حضرت سے معلوم کرتا ہوں۔ جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو پوسے

آؤں گا صاحبِ حضرت نے دیکھا کہ سبق اگر ہو ہے۔ تو میرا نہیں دلوئی کے طور پر لکھا۔

- اب پوسے غم سے کام نہ لیا گیا ہے جس سے اس قدر شرم ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو ہی مجاہد دیا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو ہی چاہئے تھا۔ اگر فرصت ہو تو آپ کثرتاً سے آئیں ورنہ جو کہ اجازت فرمائیے میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

اس انعام و تقسیم کی طرف اچھے جس میں یہ بیان فرمائی کہ -

- میرا طرز عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں۔ اہل دین کو بے وقت کھینچتے ہیں ان کو یہ دیکھنا تھا کہ اہل علم و دینی کی یہ شان ہے کہ پہلے تو اس کے پیرا مقصود تھا۔ مگر جب وہ اپنی کتاب ہی تسلیم کر کے تو اب کھینچنا مگر خدا کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا۔

فرز حکیم وہ صاحب خود آئے اہل بیاس میں بعضوں نے دوسرے ویٹور کہا کہ انہوں صاحب آسے ہیں حضرت جاکر نیکو رہے تھے بہار لکھنے رہے جس وقت انہوں نے شروع کرنا شروع کیا کہ اب حضرت صاحب ہوتے فرماتے ہیں کہ۔
 میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔ بیچا سے بہت ہی جذبہ تھے۔ وہ دعا ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے برابر بگڑے کہ کیا ہیں کہ اس طرف آجائے اس پر کہا کہ تم کو جس آرام سے لاکھو دیر بعد میرے سوال پر جواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام عظمت کے واقعات بیان کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا کہ اگر جواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے یا جواب صاحب کی۔ کہہ سکون کے بعد کیا میری خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ میں وقت آپ نے ملاقات کے مناسب و نامناسب چہنہ پر غور فرمایا ہوگا۔ اس پر بھی غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟ کیا جواب صاحب کا، میں نے کہا کہ نفع جواب صاحب کا اور ملاقات کا تو نفع خود کو ہی جا رہی ہے۔ طالب اور مطلوب اور طالب کو جواب دینا یا جا رہا ہے۔ اس پر کوئی جواب نہ دیا۔ اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاملوں حضرت ہی حضرت ہے۔ نفع کچھ نہیں۔ اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا تو اس صورت میں ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ ہاں ان سے کچھ کو نفع ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر چیزوں کے پاس ہے وہ بکے بیٹھے یعنی دینا۔ وہ نقد ضرورت ہوگا۔ میرے پاس ہی ہے اور میرے پاس ہے۔ وہ نقد ضرورت میں ان کے پاس نہیں یعنی وہی اہد اگر میں گیا ہوں اور جہاں کے پاس ہے یعنی دینا مناسب نہیں دینا وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضروری ہے۔ اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف۔ اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی اور چٹک میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں (خروج و فرود) چاہیں میرے لئے تو ہرگز کھٹے ہیں تو جواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور یہ اقتضائیں ہوگا۔

یہ امر بھی شاہی سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدد کرنے ہوتے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف متسوب کریں گے میں میں ان کی اہانت ہے۔ کیا خود نہیں مدد کر سکتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ میرا اس میں ہے کہ نہیں ان کے پاس جان اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا بھی چاہے تو خدا سے کہہ کر بائیں میں خاص ترافضی کر کے آجائوں گا کچھ عذر نہ ہوگا؟
 یہ نہیں کہ فرار جنگ کی انہیں کھلی گئی اور کہا کہ۔
 - ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر ہی نہیں پڑ سکتی ہے
 اس لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ۔

۔ خدا سے خدا کا خدا کرنا دانا بلانا، اس میں مرا (کوئی) معتدب (یعنی) نفع نہیں۔ بلکہ اہل علم اور غیور کے اور یہ اقتضائیں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں اس کو تاپستہ نہ کرتا ہوں۔

حدت کی علت

میں نے قصاص کا دودھ چیا ہے۔ اسی نے بھی میرے مزاج میں حدت بنے گا۔ اور لاشہ حدت نہیں میرا دل اس قدر نرم ہے کہ کھڑے کسی کی دھاسی میں بیخیت دلچسپی نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو اولیٰ عطف میں بھی دیکھ لیتا ہوں تو دل گھٹل جاتا ہے اور پانی پانی چرات ہے۔ آپ نے اپنے ہمیں تعلق اور اتباع سنت کی وجہ سے اس کا کی اولاد کا پتہ لگانے کی بعد ازاں بڑی کوشش کی کہ اس کے ساتھ سلوک کیا جائے گا اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیچھے ہی سے میں جہاں کہیں رہا اعتراف اور یاد اپنے اور بیگانے سب ہی کا میرا رہا۔

پہچان

ملائی میں پیچھے میں بہت شعوریں کرتا تھا۔ گمراہیوں کے طواغوت کی سی گندھی شراب میں نہ ہوتی تھیں۔ اس لئے سب کا جانے ناگوار ہونے کے بعد سلام ہوتی تھیں۔ دیوانی کے زمانہ میں میرے چھانڈنی کے بازار میں سڑک پر دو دروازے چھانڈنی کے جاتے تھے، دائرہ طوطی چھانڈنی جہاں چھانڈنی کرتے اور دھول کو حرکت دے کر سب کو ایک طرف سے بھانڈے چلے جاتے۔ طواغوت کی یاد دہانہا۔ سب ان کو بھی ناگوار نہ ہوتا۔

لطافت طبع

پیچھے ہی سے میرا دماغ اس کا مدعی ہے کہ اگر کوئی معمول سے معمولی بات ہو مگر ترکیب کے ساتھ بیان نہ کی جائے تو میری کھوپڑی میں نہیں آتی۔ ذرا دلچسپی ہوتی تو تقریر کروں۔ دوسرے کی لہجی ہوتی تو تقریر نہیں کیوں کہ پیچھے ہی سے میرا دماغ ایک خاص ترتیب کا مدعی ہو رہا ہے۔

یہ اسی لطیف المزاجی کا اثر تھا کہ اگر کوئی شخص ایسا ہوا کہ ہم یا بے اصول کام کرتا جس کا آپ سے تعلق نہ تھا تو آپ کا اسی وقت توجیر ہو کر دوسرے ہونے لگا۔ ملائی دماغ اتنا قوی تھا کہ جہاں جہاں ساروں اور سوتے وقت تک کام کرتے رہتے تھے اور بالکل نہ سمجھتے تھے۔

مولانا مدنی کا معاملہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت تھانوی کے درمیان بھی ویسے ہی اختلافات تھے۔ جیسے حضرت شیخ السنہ کے درمیان۔ مگر تھانوی نے ان کے درمیان غالباً مشاطہ میں ہونا حسین احمد صاحب مدنی سے حضرت تھانوی کے تعلق سہل کیا۔ تو مولانا بہت ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ کیا وہ ایسا سوال ہے ہم تو ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دوسرے بھائی کو ہوا۔ ان اختلافات کو اتنی اہمیت دی کہ محمد امجد علیا کی جیسی شخصیت ہی اس پر دیکھنا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا کی جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ:-

۱۱۱ " کاؤں نے بیشک یہی سنا تھا۔ کہ ان کے اور ان کے درمیان بے لطافتی ہے ناچاقی ہے۔"

(حکیم الامت ص ۱۱۱)

۱۱۲ " دیوبند کے حالات سے اللہ جانتا ہے کہ ڈا ہی دل دکھتا ہے خصوصاً اپنے دونوں بزرگوں کے اختلاف

دیکھ کر کہ:-

(حکیم الامت ص ۱۱۲)

لیکن جب عبدالجود صاحب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی میت میں پہلی مرتبہ نماز جمعوں کا مہر ہوئے تو مولانا جود صاحب کیا دیکھتے ہیں؟ اس کی تفصیل تھانوی کی لڑائی یہ ہے کہ:-

۱ " نماز شتم ہوتی۔ سلام پہلا۔ وہاں تک کہ کوئی حضرت (تھانوی) اٹھے۔ نگاہ پھیلی صاف میں مولانا حسین احمد صاحب پر چڑھی۔ ان کی طرف خودی بڑے تنگ سے بڑھے اور بڑے اختلافات سے ملے۔ لوگ تو کہتے تھے کہ بڑے تنگ مزاج ہیں۔ تنگ مزاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ نرم بشارت چہرہ۔ یہ ہنستا مسکراتا ہوا پیشرو کسی تنگ مزاج کا ہو

کتاب ہے۔ روگ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ ان کے درمیان بے لطفی ہے، چاہتی ہے، کانوں نے بے خشک ہی سنا تھا لیکن اس وقت آنکھیں بے دیکھ رہی تھیں کہ وہ دشمن نہیں وہ دوست کے گل رہے ہیں نصیحت و نکریم مولانا حسین احمد مدنی کی طرف سے توخیر ہوتی بھی عادت یہی ہونے کی بنا پر یہی اور یہی ہیں چھوٹے ہونے کی بنا پر یہ بھی لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ دوسرے بھی آداب و احترام نکریم میں کوئی کمی نہ تھی: (تکمیل اوست صفحہ ۱۹)

حضرت تھانویؒ کے آداب و احترام کے بعد حضرت مدنی کا اظہار و اکرام بھی قابلِ تہنید ہے۔ جب مولانا مدنی صاحب کے عہد با صفا عبدالماجد صاحب حضرت تھانویؒ کے ان چند دنوں کے لیے تقاضا سمجھوں گا کہ قیام فرماتے ہیں تو انہیں تقاضا سمجھوں میں حضرت مولانا مدنی کا یہ خط موصول ہوا۔

مترجم المقام زید بن جریج، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۱۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو تھانویؒ، جامعہ سمرقندی ہوا تھا، اب تو جناب خانقاہ میں پہنچ گئے ہونگے فرزندِ اکرم

وہاں کی حاضرین، جامعہ برکاتہ امتنا یہ کرے آمین سے

ہو جان با محیب لشیخ و باوہ و بیانی بیاد آر مہمان باوہ پیا رما

مجھ کو قوی امید ہے کہ آج جناب وہاں پر اپنے اوقات کو مشاغلِ حقیقیہ میں صرف فرما دیجئے جن کے متعلق ہدایت کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابیشہ ایک ضروری عرضی بعض اظہار کی بنا پر کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ کسی غیر ملکی پر عمل نہ فرمائیں گے میں نے حسبِ ارشاد حضرت مولانا تھانویؒ، وامت برکاتہ اور آپ حضرت کے احوال پر اس وقت آپ کو ہیبت کرایا تھا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی بد حالی، رویا ہی، ناکامی پر خنایت و ہجر گریہ کیا ہوں اور سخت شرمندہ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مولانا وامت برکاتہ کے دربار میں پہنچا دیا ہے۔ اور مولانا کو آپ سے اور آپ کو مولانا سے انس اور تعلق پیدا ہو گیا ہے، واللہ الحمد اشم زدہ فزود۔ اب مناسب اور ضروری ہے کہ آپ مولانا سے بھی ہیبت کریں۔ جسے قوی امید ہے کہ مولانا وامت برکاتہ آپ کو نہ مانیں گے میں نے خود ان دنوں جب حاضر ہوا تھا عرض کیا تھا کہ آپ جب شریف لائیں اور درخواست کریں تو جناب ان کو ضرور ہیبت کریں تو احوال ہیبت کے اصول پر ہیبت کر لیتا ہی زیادہ تر مفید اور کارآمد ہے اسی کی بنا پر فیض کی زیادہ تر امید ہے

پھر رویا دہ کو بھی کبھی دعوتِ صلوات سے یاد فرمایا کریں نیز مولانا وامت برکاتہ سے بھی دعا کی اجازت دیا کریں۔

(نگاہ اصلاحات حسین احمد غفران، ریلوینڈ، ۳۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ، ص ۱۱۱)

اس گرامی نامہ کا جواب عبدالماجد صاحب کی یکا سے حضرت تھانویؒ نے یہ دیا۔

و خود ہی و مکرری مولانا حسین احمد صاحب وامت فیضم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالماجد صاحب کے نام پر گرامی نامہ آیا۔ اس میں مشورہ قبول ہیبت کا پڑھا گا اس و برست کریں ان کا

صاحب نہیں بلکہ جو اب صرف کرنے کا استحقاق نہیں۔ لیکن جو اگر غیر متعلق ہے وہی ہے نیز اس میں کوئی شک
صاحب جاننے کی یاد دہانی بھی ہے۔ اس لیے صرف کرنے کی ہدایت کرنا ہوں۔

مجھ کو وہی ضرور ہے۔ جو زبان پر عرض کیا تھا۔ اور قدر سے مستغنیاً عرض ہے۔ کہ اس میں کوئی صاحب کا ضرور ہے۔
اس لیے امید ہے کہ اس مشورہ سے دلبران فرمائیں گے۔ وہ ضرور یہ ہے کہ میری شہرت و موردِ خلق و مشہور ہے
مگر مولوی صاحب کی یہ رعایت و دلبری کو ہم تک ہے کہ وہ آپ ہی کے انتساب سے سبب ہے کیا
آپ کو یہ گوارا ہے کہ وہ اس رعایت سے محروم کر دیئے جائیں۔ دوسرے کو ان کو مجھ سے سوانت کافی ہے
لیکن نفع کا مدار علم سناہت ہے۔ اس کو میں پہلی طاقت میں رکھ چکا تھا۔ اور اسی بنا پر آپ نے میری
سفاقت کو قبول فرمایا جس کا میں شکر گزار ہوں اور اگر ان بناؤں کو آپ ضعیف خیال فرمائیں تو میں بھی ان کی
تقصیرت پر زور نہیں دیتا۔ لیکن جب آؤں ہاں میں یہ قول فرمایا تو منظر منظر ہوا۔ سو اب بھی میری خاطر طرفانی جاننے
اور میں طرح کام چلی رہا ہے چلنے دیا جانے کہ آپ ان کے مذہب میں آئے اور مجھ کو خادم بننے دیکھے۔ اس سبب
تبدیل میں میری اور ان کی دونوں کی پریشانی مضر ہے۔ جس کا گوارا کرنا اخلاقی سامی سے پیدا اور بہت ہی
اور جب اس کا مجھ پر مدار ہے اور میری طرف سے بعض نکارے تو مولوی صاحب کو ایسی بات کا حکم فرمایا
جو ان کی قدرت سے خارج ہے۔ تکلیف دہاں ہے۔ جو ہر پہلو سے سختی ہے۔ واسطہ

۱۰ اکبر سنگ نام۔ اشرف ہائے نام اور خاندان جموں ہمدانی الاول ۱۳۳۰ھ و ۱۳۳۱ھ ۱۳۳۲ھ
یہ غلط کتابت میں اشرفا نامت کے زمانہ یعنی ۱۳۳۲ھ کی ہے۔ اس لیے عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ۔
سیاسی اشرفا نامت مولانا حسین احمد سے اس وقت نہیں تھے۔ اس پر بھی اس وقت تک ان کا پورا نام
احترام قائم تھا۔

نہاد گورہ گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اشرفا نامت کی تخلیق بھی وسیع ہوئی گئی۔ پورے آٹھ سال بعد بھی ان مرد و حضرات
کے درمیان عزت و شہرت کے وہی قابل رنگ نظارے دیکھے گئے۔ عبداللہ صاحب اس بات کی خود شہادت دیتے
۱۰ مقام جموں اور دیوبند کے سیاسی مسلک میں اختلاف کچھ دن سے نہیں۔ مدت دراز سے بالکل واضح و غیر متعلق
تھا۔ لیکن اس کے باوجود دونوں بزرگوں کے ذاتی تعلقات جسے وہ غلو اور شگفتہ تھے نہ شفقت میں
کوئی کمی حضرت مفتاح قریشی کی جانب سے تھی اور نہ احترام و بزرگوں کی بات میں کوئی فرق مولانا حسین احمد کی طرف سے
(عظیم الامت ۱۳۳۵ھ)

یہ متعلق اس بات کے شاہد ہیں کہ جن اکابر کو اولت یا اولت ایک دوسرے کا سنت عرض خلاف لایہ کیا تھا
ان میں کس دو جہاں تسلط و ارتباط تھا اور ان کے اختلافات بھی کیسے اصول صحیح کے موافق اور محدود و مشرع کے اہل تھے۔

کسی دوسرے مکتبہ فکر میں مثال میں مشکل ہے۔ بقول عبداللہ صاحب دیکھا ہوا ہے۔
۱۰ قوم عجیب فرمایا و تقریباً کے مرض میں اندھا و حد مبتلا ہے کسی نے عرض ہوتے
تو اسے پرہیز گے۔ غنا ہونے تو گایاں دینے لذت برسانے کے گویا ان کا بیڑہ

افراط و تفریط

یا میر فرشتہ ہو۔ اگر فرشتہ نہیں ہے تو میر خلیطان کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ تو ان دنوں اعتدال کا گویا قوس پڑ گیا ہے اور انعام و درہال کو ان کے صحیح مقام پر رکھنا ہم لوگ بھول ہی گئے ہیں شیعیت اور خارجیت دونوں بیٹے خدا کی پیداوار ہیں اور اہل سنت کا مذہب جو ہمیں میں اور سارے پہلوؤں کے درمیان ایک کلیماہ تو ان دنوں کے لئے قائم ہوا تھا اسوس کردہ خود اب اس پر کبھی کا شکر ہوا ہمارے ہے۔ (حکیم الامت ص ۱۱۱)

جماعت اسلامی

کھنڈ کے حضور امانت الفرائض کے ایثار اور جماعت اسلامی کے سابق رکن مولانا امجد علی صاحب تھانوی نے خود وہی صاحب کی تحریک اسلامی میں شرکت اور اس کے موافق شریعت ہونے کے حلقہ انگلو کرنے کے لیے حضرت کی خدمت میں بریلی سے آنا چاہا اور اجازت چاہی تو حضرت نے صاف لکھ دیا کہ اگرچہ کوئی اعتراض شرعی لحاظ سے نکالنا ضروری ہے اور وار د کیا جاسکے۔ لیکن مولانا اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔ یہی نہایت ہی عرض کی اور لگا لگا اس ضرورت کے لیے ذمت سرفراز بنائی جاوے۔ (مخبر السوانح ص ۱۱۱)

اس صاحب نے تمام کو کیا علم تھا کہ فلسفہ ہرچ گویہ دہرہ گویہ۔ چنانچہ حضور سے ہی عرض کر دیا مولانا موصوف اس تحریک میں شریک نہ کر اور اس میں قابل اعتراض امور کا خود مشاہدہ کر کے ذاتی تجربے کے بعد اس سے الگ ہو گئے اور بزبان حال اعتراف کر لیا کہ

انتقوا خرافات المومن فانہ فی نظر مشور اللہ

ان کی عیندگی کی خبریں کہ تو ہم نے ہی انہیں اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے خط لکھا کہ کیا آپ اس جماعت کے امیر ہیں دو عینت کی بات ہے۔ انہیں دیکھ کر تو عیندہ نہیں ہوئے تو مولانا موصوف نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۱۳ھ میں لکھا کہ

مفتی سلام مستوفی

جماعت اسلامی کے نظام سے میری عیندگی کے بارہ میں آپ کا فکر ایک سو تک صحیح ہے۔

تخیل پاکستان

پاکستان کے نقشہ سے دنیا پہلی مرتبہ ستمبر ۱۹۴۷ء میں پوچھ دی گئی تھی جو شیار پوری کی ذہنی آفشاں تھی، جبکہ چند نوجوانوں کو جس میں تخیل سے لکھا گیا تھا، ایک تھوڑے ہندوستان سے الگ کیا جاسے۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قیام کا خیال علامہ اقبال نے مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اٹھایا تھا، لیکن اس وقت ہندوستان میں اپنے خطبہ صدارت کے دوران میں ظاہر کیا جس کا مضمون ۱۹۳۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں ہی نصب العین کے طور پر پاکستان تھا۔

۱۰ شوال ۱۳۱۳ھ کو مولانا امجد علی صاحب تھانوی نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۱۳ھ میں لکھا کہ

سیرت اشرف ص ۱۱۱ تا ۱۱۲

کے ذریعہ اپنا سرہ منسار کیا گیا۔ مگر علامہ اقبال کے خطبہ نور اور قرار داد میں لفظ پاکستان کہیں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اسے ہندو اور برطانوی پریس نے مسز و اسٹرا کے طور پر اچھا لایا۔ جو تاہم انظم کی کوششوں سے سو اگست ۱۹۴۷ء کو حقیقتاً ہی گرفتار شہود پر آئی۔

تاریخی مغالطہ

اسلامی سلطنت کے قیام کا جو خیال علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے تذکرہ بالا اجلاس میں پیش کیا تھا۔ بالکل وہی خیال ان سے بہت پہلے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مجلس علم میں بھی بارہا فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کا مکمل فکر اور حصول کا پروگرام بھی بنا چکے تھے۔ چونکہ ۱۹۴۷ء میں مولانا کو آج کو آج کے مروجہ و جاریہ کا گہری کے بہت بڑے حامی تھے، ان کے مستند خاص بلکہ دست راست اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے سرپرست بالآخر مولانا عبداللہ صاحب نے یا وہی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں اپنی مرتبہ نشانہ جھون مانتے ہوئے اور اپنی اس اور میں ملاقات کا اصل اپنی کتاب تشریح و تاخرات میں ان الفاظوں میں درج کیا ہے۔

مستند مولانا اشرف علی تھانوی اور صاحب روز نامہ ہمدرد کا قارئین کے خطبہ میں اور دوسری طویل صحبت میں سیاسی پسروی پر گفتگو کہاں کہاں کر سکتا تھا۔ گفتگو آئی حضرت نے اتنی مستحیبت سے کیا کہ مادی بدگمانیاں کا فروغ کر رہی ہیں۔ کون کہتا ہے کہ حضرت گورنمنٹی آدمی ہیں۔ لا اذن و لا قوتہ۔ جس نے میں جیسا کہا میں کرنا ہے جانے۔ بہر حال جھوٹ ہی کہا۔ یہ تو فاضل علم کی گفتگو تھی۔ مسلمان بھی ایسا جو عرض دینی اور غیرت ملی میں کی۔ خلافت سے بے گراں کم نہیں پاکستان کا تخیل۔ خالص اسلامی حکومت کا خیال۔ یہ سب آواز میں بہت بے حد کی ہیں۔ پچھلے پچھلے اس قسم کی آوازیں نہیں گائی ہیں پریس میں حضرت حضرت کو ہم لوگوں کے اس وقت کے عقائد کا رعبہ اور اتفاق نہ تھا لیکن یہ اختلاف کچھ ایسا جڑا اختلاف نہیں۔ نفس مقصد میں حکومت کا لڑنے سے گونگلاسی اور دارالاسلام کے قیام میں تو حضرت ہم لوگوں سے کچھ بچے نہ تھے۔ جب نہیں جو کچھ آگے ہی ہوں۔ حضرت کی گفتگو میں یہ چیز بالکل صاف تھا۔ حضرت کو حکومت وقت سے جو مخالفت تھی۔ وہ اس کے کافر نہ ہوئے کی بنا پر تھی۔ ذکر اس کے برسی یا غیر ملکی ہونے کی بنا پر (تقریباً تاخرات میں) یہ اعتراضات و انگشتات ہندوستان کے اس طبع صحافی کا ہے۔ جو شروع شروع میں سیاسی لحاظ سے حضرت تھانوی کے ہم خیال نہ تھے۔ بلکہ کانگریس کی حامی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آج اب کانگریس کو بالخصوص اور عام دنیا کو بالعموم بھی باتیں سناتے ہیں ہندو پاکستان کے اندر اپنا نمائی نہیں رکھتے۔ لیکن جسے آپ کے لیے ان کا یہ انگشتات موجب حیرت ہو۔ کیونکہ یہ بات علامہ اقبال کے اہتمام کے پورے پورے سال بعد منظر عام پر آئی تھی۔ جسے گورنمنٹی بات کا ہم میں نہ آنا اس کے غلط ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ اور نہ واقعات انسان کی طرح جھوٹ بول سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو حقیقت کے پردہ میں زیادہ جو رنگ چھپایا جا سکتا ہے۔

نظام پاکستان کا خاکہ

اس مرحلہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت تھانوی بھی ویسا ہی نظام پاکستان چاہتے تھے جس کا لفظ علامہ اقبال اور تاہم انظم نے اپنے خطبات و اعلانات میں پیش کیا تھا اور جس کا تواریخ تک مطالبہ کر رہی ہے۔

اس سوال کا جواب محمد امجد آباد صاحب دریا بادی کی اس اولین فتاویٰ کی تفصیل سے ملتا ہے جو انہوں نے جون سنہ ۱۲۸۷ھ میں حضرت تھانوی سے کی اور اس کے ضمن میں انہوں نے لکھا ہے کہ۔

پاکستان کا تخیل۔ خاص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت جلد کی ہیں چلتے ہیں اس قسم کی آوازیں نہیں گانیں گیں نہیں حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صحافت تھا۔ (فتاویٰ رضویات ص ۱۲۳)

مرکز اور امام کی ضرورت

یہی ہے غلط ہے کہ نماز روزہ کو کامیابی میں کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ خالی نماز روزہ کامیابی کے لیے کافی ہے۔ بلکہ روزہ اس کے شاہد ہیں کہ خالی نماز روزہ سے کبھی کامیابی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایک دوسری چیز کی بھی ضرورت ہے اور وہ ہے خالی نماز ہے۔ کیا کہیں نماز روزہ نہ تھا۔ بیوا صحابہ سے بڑھ کر نماز روزہ کس کا جو سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود کچھ کیے کر کے اندر مسلمان اتنے دنوں تک رہے۔ لیکن ظہر نہ ہوا جب غرت ہوئی۔ قال ہوا اس وقت ظہر حاصل ہوا۔ تمام تاریخ اسلامی اٹھا کر دیکھو۔ کہیں اس کی ظہر نہ لگی کہ خالی نماز روزہ سے مسلمانوں کو ظہر ہوا ہو۔ البتہ ضروری نماز روزہ بھی ہے۔ ظہر کی حیثیت سے نماز روزہ اور نکال میں فرق یہ ہے کہ نماز روزہ تو شرط ہے ظہر کی۔ اگر نماز روزہ اور نکال ہوگی۔ تو ظہر ہوگا۔ اور جہاد وقت ہے ظہر کی۔ گو نماز روزہ فرض میں ہے۔ اور جہاد فرضی کفار سے۔ مگر ظہر کی علت جہاد ہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمان کا ظہر دونوں ہی چیزوں پر موقوف ہے اور یہ میری دانستہ آج سے نہیں ہو سکتا ہے کہ جب تک خلافت کے ساتھ نکال نہ ہوگا۔ اس وقت تک مسلمانوں کو نکال میں نہیں ہو سکتی۔ اور جہاد کے لیے مرکز ضروری ہے۔ لہذا حکمت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز قائم ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ کوئی امیر مصلحتی ہو اور جس کو امیر المومنین بنایا جائے۔ اس کے اندر تین صفات ہوں۔ ایک تمدن یعنی وہ دیندار ہو۔ دوسرے سیاست سے واقف ہو اور تیسرے اس کے اندر رحمت جو اب شکل یہ ہے کہ بعض کے اندر نہیں آتے مگر سیاست سے واقفیت نہیں اور بعض کے اندر رحمت نہیں۔ (آئینہ رحمت ص ۱۲۳)

جو کہ قائد اعظم کے اندر سیاست بھی تھی اور رحمت بھی۔ اس سے آپ نے ان میں تمیز پیدا کرنے کی طرف توفیق تو بہ مہذب لڑائی ناکر وہ ان تمام ضروری صفات سے صنعت جو ہائیں جو ایک امیر المومنین کے لیے ضروری ہیں۔

حضرت تھانوی کی یہ تمام جہود و محنتیں ہیں جو پورے تاریخ کے تاریخی اجلاس کے اندر قرار داد پاکستان پاس کرنے سے پہلے کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت تھانوی نے صرف سب سے پہلے پاکستان کا تخیل پیش کیا۔ بلکہ اس کے حصول کے لیے عملی جہود و محنت کرنے والوں میں بھی آپ کا درجہ اساتذہ کبار اولوں کا ہے۔

قائد اعظم کی دینی تربیت

حضرت تھانوی کے مرید خاص اور قائد اعظم کے یار کار و نواب شہید علی خان صاحب دین کے پاس اکثر قائد اعظم اپنی جیش و وس نافرمانی کے ہمراہ مہم سر میں باہر جا کر رہتے تھے اور جو انہیں حضرت تھانوی کے سوا علاوہ مصلوہ طاقت نہ دیا کرتے تھے کہتے ہیں۔

یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائد اعظم کی تمام تربیتی ضروریات حضرت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت

کی بدولت تھا۔ مولوی شہر علی صاحب تھانوی نے قائد اعظم کو حضرت والا کے قریب لانے میں بڑا کام کیا۔
قائد اعظم باجنت کے دوران قیام میں حضرت والا کا بہت غلوں اور اوس سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ
قائد اعظم کو تھکانہ جھونکا حاضر ہونے کا احتمال شوق تھا۔ لیکن انھوں نے چند وجوہات کی بنا پر ان کی یہ تمنا پوری
نہ ہو سکی

قائد اعظم پر آخر زمانہ میں گورنر می رنگ غالب ہوا۔ اور میں کو ہم سب نے دیکھا وہ حضرت رحمت اللہ کی بی بیوں کا
صدقہ تھا۔
انھیں پاکستان اور عمار، رانی اعظمی

داستان شکوہ و بیگ

آخری ہی سیکر ٹری جناب پر لائنیں سم رنگ اور گانگ گینی کی معرفت سر سکندر حیات خاں
وزیر اعظم جناب نے حضرت تھانوی کو مسلم لیگی امیدوار فتح صادق سن کی حمایت حاصل

کرنے کے لیے خط لکھا اس کا جواب حضرت نے یہ دیا

وہ تاریخی اور بصیرت افروز مکتوب سر سکندر حیات خاں کے خط کا صرف جواب ہی نہ تھا۔ بلکہ اسباب مسلم لیگ کے شکوہ کی
مکمل داستان بھی تھی۔ حضرت رحمت اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اطاعت نامہ صادر ہوا۔ آخر تو مسلم لیگ کا بیڑہ بنایا ہے اور وہ حمایت اللہ اللہ کی لڑائی کی وجہ
سے نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی دنیوی اصلاح میں اس وقت مسلم لیگ ہی میں شامل ہونے میں کچھ دیر ہوں۔ اور کانگریس میں داخل ہونے
میں دینی و دنیوی دونوں کا نقصان خیال کرتا ہوں۔ لیکن سر مسلمان جانتا ہے کہ دنیا سے دین متعلق ہے اور تاریخ و واقعات و شہادہ
سے یہ بھی ثابت ہے کہ سب تک مسلمان دین اور مذہب پر قائم رہے اور اس قدر منگی سے قائم رہے کہ لوگ ان کو جنوں کہتے تھے۔ ان کو
دین کے پرہیزگے جسے منکر کی تعبیر کی دین تھی اس وقت تک دنیوی اعتبار سے بھی مسلمان پر ظلم کا سیلاب رہے اور تمام دنیا میں ان
سے انکھ مارنے والا کوئی نہ تھا۔ اور جب سے اس میں کمی آئی وہی وقت سے ذلیل ہوتے ہوئے اب ان کی ذلت کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور
تمام مسجد حضرت ریحی تقریروں اور تقریروں میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی ماضی کی طرف لوٹنا چاہیے۔ مگر مسلموں اس کا مفہوم کیا ہے
یاد ہے۔ کہ اس کو فرماتے سب ہیں۔ جانتے سب ہیں۔ مگر دین کی باتوں سے گریز ہے۔ کچھ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ سوا کہ حضرات کی غلطی
کی طرف توجہ فرماتے۔ تو ان کی ایک کی ترقی کے تمام تمام طاقت جو ہیں۔ مگر مسلموں کو ہی چیزوں سے کہ اس طرف نہیں آتے۔ میں نے
آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ چٹنڑ میں ایک پریم بھاشا جو وہیں پڑھا بھی لیا تھا۔ اور سب حضرات کو تہمیت میں لیا گیا تھا۔ اس میں صرف دو
چیزوں کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی۔ اول نماز کی پابندی کو ایک کے مقاصد میں شامل کیا جاوے۔ دوسرے وضع اسلامی کو ایک کے
برعکس پر لائی قرار دیا جاوے نماز کا اور گناہ اسلام میں اہم ترین دین جو تا برس مسلمان کو مسلم ہے۔ اور وضع خاص رکھنا تو ہی چیز ہے کہ
دنیا کے تمام سیاست دان اس کو مندرجہ ذیل خیال کرتے ہیں۔ جرنیلوں کا لباس ایک ہے جاپان کا ایک ہے۔ فرانسیسی کا ایک ہے۔ دوسرا اور
فری دہی تو انہی ظہر رنگ ہوتی ہے۔ اگر جرنیل سپاہی مضافا اگر زری دردی ہیں کہ جرنیلوں میں شامل ہو۔ اور دوسرے جرنیلوں کے خلاف
اور مستعد ہو لیکن صرف دردی کی تبدیلی کی وجہ سے وہ مستوجب سزا کا ہو گا وہی بڑا تو کیا مسلمانوں کے لیے جرنیلوں کی فوج ہے
کوئی خاص وضع اور امتیاز ضروری نہیں ہے۔ وہ ہے اور ضروری ہے!

لیکن انہوں نے حضرات ایک نے ان دونوں باتوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اگر ان باتوں کی طرف توجہ فرماتے۔ تو وہی کی ہوا ہوتی۔
 بوقت دنیا میں ہی خوشی میں اور بھلائی مگر بچے ہستی حضرات ایک سے یہ تکلیف ہے کہ وہیوں کو صرف ایک ہی کے وقت پہنچا جائے
 اور ان کے خوشی میں رکھنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور یہی بات کی طرف کوئی کان نہیں دیتا۔ ہر ماہمہ اگر ذاتی معافی کے لیے بھی نہیں
 تو حجاب نہ پہننے نہ ماننے۔ لیکن اگر وہ حضرات کو ہم پر اجازت سے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہم فتویٰ صحیح دیتے ہیں۔ تو کیا وہ بچے کہ وہ ایک ہی
 ہی کے لیے صحیح ہوتا ہے۔ وہ سب کے وقت وہ قابل عمل نہیں ہوتا۔ میری نظر ایک کی حالت سے یہی تھی کہ اس میں کوئی حد محدود
 مطلق و ناممکن نہیں۔ تو ہی حضرات سے جب وہ بنداری کے لیے کہا جاوے گا تو سب جملہ ان لیا جاوے گا۔ تو اگر ایک کی حالت سے وہی
 کی حمایت تھی اور یہ بھی دیکھا ہوں کہ اصل میں یہی وہی ہی سے بنے تھے۔ اس لیے تو جس سے۔ تو بہتر غلامی کے اندر کیا کروں۔ آپ
 ہی انصاف فرمائیے کہ اب میرا کیا ہی ہے۔ یہاں تک تو وہ امور عرض کئے تھے۔ میں کی طرف حضرات ایک کو توجہ کر چکا ہوں اور میر
 بھی انہوں نے غل نہیں کیا۔

اس دور میں چیزیں یہ پیدا ہوتی ہیں۔ جس سے ہی بہت پریشان ہوا۔ انہوں ایک تو ایک کا مدار مشرق سے تھا۔ اور وہ سب حضرات
 ایک کا مدار رکھتے تھے اور وہ سب کے ہاتھ کرنے کی توجہ دیتے تھے۔ مشرق کی توجہ دیتے تھے اور وہیوں تک ہر کہیں سے ان کے
 اقوال کی تالیف ہوتی۔ مگر وہ اختراع نہ تھا جو اس کے عقائد میں کی رفتار نہ وہ غلامی کے تبلیغ کر رہا ہے۔ عربی کراچی اور دیگر ملک
 اس وقت تک مسلمان ہی مقبول جماعت ہے۔ مگر خاکساروں کی جماعت کی وجہ سے لوگ ایک سے بھی بدلتے ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں
 عرب کے کہ ان وقت ہند سے ان لوگوں کے سوا کبھی میرے پاس آ رہے ہیں۔ جو اب تک مسلم ایک کے سرگرم اور حامی نہیں تھے۔ وہ سوال کرتے ہیں
 کہ ایک جب خاکساروں سے تعلق رکھتی ہے۔ تو اب مسلم ایک میں داخل ہونا چاہئے یا نہیں؟ عرض ان خاکساروں سے ملنے کی وجہ سے
 یہی بدنام ہو رہی ہے۔ اور اگر شخص اب ایک کی صورت عبادت کے گا۔ وہ بھی بدنام ہوگا۔ اور دوسری چیز ایک دونوں کا کسی اختلاف کے عباد
 کے وقت کو تباہ کرنے کی توجہ دیتے۔ اگر اگر کسی عباد سے کیا جاتا تو یہی کہا جاتا کہ اختلاف ایک کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ مگر جو کسی
 اختلاف کے عباد کے فرقہ کو نشانے کی کسی کے لئے تو مذہب کو نشانے کی کسی کرنا ہے۔ اور جو جماعت وہی کو نشانے کی کسی میں ہے۔ اس
 فرقوں کو اس سے میں کٹنا تک تعلق کر سکتا ہوں۔

بلکہ کسی انہوں سے کہے جناب سے نیاز حاصل نہیں ہے اور سرکنڈر عبادت غل صاحب کے ارشاد کے بعد بچے ایک ایسی تقریر لکھنا
 پڑی جو اظہار عقائد تہذیب ہے۔ مگر مسلمانوں کی اصل تہذیب یہ مگر وہی ہے۔ اور وہی کی غیر تہذیب کے بعد کہتی ہے کہ ان حالات میں میں اس
 ارشاد کی نہیں سے ضد کروں۔ اس لیے بچے امید ہے۔ وہ عبادت فرماؤں گے اور اگر خداوند شہ سے دل سے خود فرماؤں گے تو شاید وقت پہلے
 اور ایک خدا اور رسول رحمت علیہ وسلم کے حکم میں عمل کرنا شروع کرے۔ تو میں ایک کا ہر وقت غلام ہوں۔ میر میں ایک دم سنبھل کر کے
 عرض کیا ہوں کہ آپ کی خدمت میں اور وزیر صاحب کی خدمت میں یہی تھی کہ وہ کو ان کے غائبانہ اور عبادت خصوصی اسلامی میں سے کہ مدت
 سے خاص امت ہے۔ وہ عرض ہے۔ اگر اب ہندی مشرقی اور مغربی ایک کا ہر وہ جانا کسی دنیاوی ہی عبادت کے خلاف کہا جاوے۔ یا امت
 سے باہر تالیف کیا جاوے۔ تو کم از کم ان چیزوں کو تو شروع فرما دیا جاوے جس سے ایک کی ورنہی ٹوٹ گیا۔ بلکہ دیگر اسلامی عقائد کو مزید
 ضعیف نہ پہنچا۔ اس کی طرف میں نے اس غلامی میں ارشاد کیا ہے۔ اور اگر خداوند کرے یہ بھی نہ ہوگے۔ تو میر میں کسی کی آزاد ہی میں غل ہوں نہیں فرمایا

گورنر اور لوہارستان مزدور گروہوں کا کہہ سکتے ہیں کہ ان کے خلاف وہ ڈاکو ہوتے۔ اور گورنر کو اجازت ہی جانتے کہ اپنے لیے جو طریق عمل مناسب سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ اس خط میں بہت سے ایسے امور عرض کئے گئے جو اصل سوال سے ذاتی ہیں۔ مگر اس کا باعث صرف یہ تھا کہ آپ کے خط سے اسلامی جمہوریہ کی جھلک سامنے آتی تھی۔ پھر جناب وزیر صاحب کی توہین میں اس لیے توقع تھی کہ شاید یہ توہین کوئی ترقی کر کے سامنے ہی نہ کرے۔ لیکن اگرچہ اس نے عمل سمجھا ہے۔ تو آپ سے اور جناب وزیر صاحب سے مسامحت کا خواہش کرتا ہوں۔ مگر توہین صرف ذہنی نہیں تھی بلکہ اس کی تکلیف دہ فرمائیاں ہونے لگی تھیں اور عام حالات میں ایسا فریضہ ہے۔

ماہ قضاہ و نظیرہ قزوین کا مکتبہ استنبول اور ہندوستان میں اشرفیہ

(شہادت و اوردات صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۷)

لطافت طبع

صحت تھانوی کی زبان فیض قرمان اور ہم حقیقت و تم سے کڑا ایسے چھوٹے چھوٹے فقرے نکالتے تھے۔ جن کے ذریعہ آپ کا لٹ کے کائنات میں بدل دیتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیلوں سے ظاہر ہے۔

۱۔ ایک صاحب ہم نے کہا کہ میں نے اپنے قلب کو آپ کی تہ کی تہ میں ڈال دیا ہے۔ اس کے اندر گورنر اور گورنر ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ۔

۲۔ مبارک ہو! یہ گورنر خاکسار کی ناک کے بل کر کھا داکھم دے گا۔ اور اس جیساں پیدا ہو گیا کہ روحانی غذا ہو جائیگی۔
۳۔ ایک طالب علم نے غیر شہادت میں کہا کہ اگلے سنتِ ظہور درجوش ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ یہ ظہور تو کرم صرفت کا نظرو ہے۔ اشد تعلق اس کو جو عا کو دریا کر دے۔

۴۔ اس مسئلہ میں ایک اور نے کہا کہ سخت الجھن ہے۔ تحریر فرمایا کہ: الجھن تو مستعد سے سلجھن کا اناج (مغسوسا)
۵۔ ایک طالب علم نے کہا کہ میں بالکل گورا ہو گیا ہوں۔ فرمایا کہ گورا ہونا برا نہیں گورا ہونا ہے۔ بلکہ گورا ہو کر نہ ہو۔
۶۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اس طریق میں توردانی ذکر سے بیکر خود کو رانی کر سے یعنی اپنے کو تھیر دیاں لے کے بس دشمن اور دشمنان میں ہے۔

اہتمام سفر آخرت

آیات البیت کے متعلق وصیت

آیات البیت کے متعلق وصیت آخرت السوانج جلد سوم میں صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۱ پر پہلی ہوئی ہے۔ اس میں آپ نے اپنی مملوکہ خیر مملوکہ فرمایا کہ: شہاد اور وقت ہاتھوں کی فرستہ وغیرہ اسی تفصیل سے دی ہے جس مملکت و ممالک موجودہ کا ذکر تفصیل موت جیسے وصیت پر پہلی جیسے ایک مشہور اکبر دے کسی ماکہ تہی کے مرے پر طلب کر ہے۔ یہی جس تفصیل سے حنفی کی ہاتھوں کی فرستہ پیش کرنے کا مذکورہ بالا ایک مشہور کتاب کا ذکر ہے۔ وہی تفصیل تانوں کے خوف سے حنفی۔ خدا کے خوف سے

اپنے خود کو دینے وصیت امر میں درکار ہوئی تھی۔ جس سے ظاہر ہے کہ اگر لمبا عینِ نعمت خدا پیدا ہو جائے تو قانونِ ساری کا کام باطل پرانے نام رہ جائے۔

اہل حقوق کو وصیت

حضرت تقی فریقہ ایضاً مذکورہ بالا وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ:-
 میرے بعض اطلاقِ مشرک کے سبب بعض جہانگیر خدو کو حاضر و وقتاً بنا دے میری زبان اور ہاتھ سے لکھتیں پہنچی ہیں۔ اور کہ حقوقِ ضائع ہوئے ہیں۔ خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہو۔ میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے جہانگیر سے استدعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے سعادت کروں، اللہ تعالیٰ ان کی تعمیرات سے درگزر فرمائیں گے، میں بھی ان کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں حضورِ عافیت صلا فرمائیں۔ سعادت کرنے والے کی تعمیر سے درگزر کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ اور اگر سعادت کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسبِ فتویٰ شرعی بچہ سے عرض لے لیں۔ خدا کے لیے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا جس طرح تحمل نہیں۔

اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہو گئی ہوں۔ میں لطیف خاطر گزارتا ہوں اور آغوشہ کے لیے بعض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی غلطیوں کی معافی کی توقع پر وہ سب سعادت کرتا ہوں۔

دوستوں کو وصیت

میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب مہاسی صغیر و کبیر و عمد و عفا کے لیے اعتقاد فرمائیں۔ اور میرے اندر جو عادات و اخلاق اور میری ہلکے اذکار کے لیے دعا کریں۔
 میں اپنے دوستوں کو حضور صلا اور سب مسلمانوں کو حضور صلا کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا نور دیکھنا اور دیکھانے کا نور نہیں بد فریق میں ہے۔ خواہ بد فریق کتاب جو یا بد فریق سمجھتے۔ مگر اس کے کوئی صورت نہیں کہ فقہ و دین سے حفاظت جو کے جہاں کی، آجکل بہت کمزور ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

منتخبین کو وصیت

میں اپنے منتخبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر ادا کر کے سورہ تین میں شریف تین بار نقل ہو اللہ شریف پڑھ کر چہرہ کو بخش دیا کرتے۔ مگر اور کوئی امر غلات مستند و جانات تمام خواہ میں سے نہ کریں۔

میرے ایصالِ ثواب کے لیے کبھی جمع نہ ہوں۔ نہ اجتماع سے نہ بلا اجتماع۔ مگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جائیں تو کلماتِ دُعا و دُعا کے وقت قصداً متفرق ہو جاؤں اور ہر شخص صغیراً بطور خود میں کابل پہنچے۔ دعا و عمد و عبادت نازل سے نفع پہنچاؤ۔ نیز میری مستقل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے جمعرات سے سامانہ نہ کریں۔ اہلہ اگر کوئی نسبت کے شرعی طریق سے اس کا مالک ہی کرنا شروع ہو رہے ہیں اس کے تو مٹانا نہیں ساس کا اعلان اور دوسروں کو دکھانے کا اجتماع نہ کیا جاوے۔

حق الامکان و دنیا و دنیا سے ہی نہ لگاؤں۔ اور کسی وقت نکلنا آخرت سے خائف نہ ہوں جیسا کہ اس حالت میں رہیں کہ اگر کسی وقت پیام اہل آج سے تو نکلنا اس قدر کا متحضر نہ ہو۔ قولاً کثرتاً اہل آجیل تو یہی تھا جس نے ان کو جینا انصافاً طیباً اور بہ وقت یہ کہیں کہ عطا شایہ میں نفس۔ نفس واپس ہو۔

اور اہل القروام دن کے گناہوں سے قبل رات کے رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حق الامکان

محقق ایضاً کے سبب درج رہی۔

سوانح حیات کے متعلق وصیت

چونکہ بیعت میں اکثر مباح خیر و اذیہ مشہور کر کے جانتے ہیں، اس لیے میں اپنی سوانح کا لکھنا چاہتا ہوں۔ اگر کسی کو بیعت میں جہاد کا ثواب

ہو۔ اور دوسرے اہل تہذیب و تمدن بھی اجازت دی تو روایت میں احتیاط ضروری کرنا واجب سمجھتا ہوں۔ روز میں بری ہوا ہے۔
علامہ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں :-

آبادی سفر آخرت

حضرت گو خطبہ و مہر اور استقامت سے اپنی تعظیم ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اور آئندہ کے نظروں کو زبان پر لاتے تھے کہ دوسروں کو بے صبری نہ ہو۔ گریست بات سے سفر کی آبادی ظاہر ہوتی تھی۔ گو ان کی زندگی اور طرز زندگی میں معافی اور باقاعدگی کی عادی تھی اس کا اثر تھا کہ وقت ایسے کیے کوئی کام ناسا نہیں دکھاتا۔ کہ سبک پر شو کو لیا خیر سمجھتا ہے۔ اور اسی کی تیاری رکھتا ہے۔ جس حال حضرت عمر اللہ علیہ السلام کافی چیز کرنی باقی جمعہ تمام انتظامات اور حساب کتاب اور دوا لیسے پوری پوری فراغت تھی۔ عادت تھی تھی کہ آج کا کام کبھی کل پر اٹھا کر نہیں دکھا۔ گویا ہر وقت آبادی سفر تھے۔

آخری عطیہ

آپ کی آخری تصنیف الطیغہ بود اور التواد کے ۵۰۰ تھے آپ کی وفات سے چند روز قبل ہی جراب عبدالمکریم صاحب دہلی اور شمشیں نے اپنے مورث میں لے کر حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ حضرت نے اسی وقت یعنی قاسم مقررین کی خدمت تیار کرانی۔ جو غالباً ۱۰ تھے اور ہر ایک کو ہار اور انوار کا ایک ایک نمونہ پیش کیا۔ اس وقت میں حضرت مولانا مفتی محمد صاحب امرتسری اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب باندھری کا نام ہی بھی تھا اس نے آخری تقسیم سے جو کتابیں پڑھیں ان کے متعلق فرمایا :- کہ وہ سب بھیجنے والے شمشیں صاحب کو اپنی کر دو۔ جتنا اسے ہی طرح کیا گیا۔
(سیرت اشرف)

آخری عطیہ

۱۹۳۳ء سے حضرت پر فتویٰ جاری رہنے لگی اور امتحان موقوفات سے حاضرین عموم سے لگے۔ وفات سے دو چار روز قبل خواجہ عزیز الحسن صاحب سے معروف قبیل و نقل دیے۔ بہت ہی عجیب و غریب مضامین بیان فرماتے رہے اور آقا خیر فرمایا کہ :-

خواجہ صاحب یہ باتیں میں کہنے کی خواہر صاحب پھر باتیں سننے میں نہ آئیں گی کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ کہیں اس کا انجام نہیں ہو سیر مولانا فضل بنی صاحب لیر آبادی کا یہ مصرع پڑھا تھا ماثر ہو جائیگے قانون و شفا میرے بعد پھر مولانا عبدالمصعب صاحب بیجاں کا یہ شعر پڑھا ہے

بیجاں خستہ کو پاؤں گے کہاں کرو اس کے صفائی چند روز

وفات سے صرف ایک روز قبل عصر کے قریب انتہائی نقابت کے باوجود موقوفات کا سلسلہ بجا کیا شروع فرمایا۔ گو آواز مشکل نکلتی تھی۔ اور تقریر نہایت آہستہ آہستہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتی تھی۔ اس حالت میں

آپ نے فرمایا کہ

میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ میرے اعزاء اور سے لاکھ روپے خرچہ جائیں۔ مگر انہوں نے کہا اب تک کوئی تمہاری حاجتیں میں نے تو ہمیشہ اپنے کو توڑیوں سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا۔ لیکن حضرت عابدی صاحب کی حج تہوں کی برکت سے مجھے اہل بزم ہی وہ بات نصیب ہو گئی حضرت نے ایک ایسی بشارت دی۔ جس کو میں نے اس سے کبھی ظاہر نہیں کیا کہ گالیوں پر ہی گی۔ جسے بڑے کار کا نام لے کر فرمایا۔ جن کی جوتوں کی خاک کے برابر بھی ہیں۔ اپنے آپ کو منہیں گھٹاتا کہ اب ان سے بھی بڑے چلے ہیں۔ میں ہمیشہ اس کا اندازہ کے لیے بشارت سمجھ لیا۔ کیونکہ جب تک تو میری حالت اس قابل کبھی نہیں ہوتی۔

آخری فکر

جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حکامات الصلوٰۃ و الصامت و الصانعہ تھے۔ اسی طرح حضرت خاندان کو بھی آخری نگر نواز اور تحقق کی عملی خواہر صاحب سے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ جیسے دو بیڑوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقانی کا۔ باآخر جب سرکنے کی بھی سکت باقی نہ رہی تھی۔ تو بیٹے بیٹے تہم اور اشاروں سے نماز اور فرماتے گئے۔ اور اخیر وقت تک ایک نماز بھی قضا نہ کی۔ یہاں تک کہ آخری قطعی اور استعمال کے حضور ہی دیر ہی پہلے دریا قضا فرمایا کہ مغرب میں کیا رہے۔ عروج کیا گیا کہ اس منٹ میں۔ فوراً کمر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں با وقت کے جانے میں۔ آخر ہی وقت میں ہی اس شان ترقی نے سب کو درپردہ حیرت میں ڈال دیا۔ (سیرت اشرف)

قلب الارشاد کی وفات

خواجہ عزیز الرحمن صاحب جو حضرت کے قاصدان خاص میں سے تھے۔ لکھتے ہیں کہ:-

میں وتر کی نماز کے نغمہ میں تھا کہ دفتر کے اپنے قلب میں ایک تیز طعم موسیٰ ہوا جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ اور معلوم ہوا تھا جیسے اسکل کھڑ ہو گیا میں سوچنے لگا کہ وہی بات تو نہیں ہے۔ جو حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ قلب قطب ارشاد کی وفات ہوتی ہے تو اس وقت میں احساس کہ اپنے سر پہیہ نہیں ہو جاتا ہے۔ اور کیا حقیقت کی گاموں ہوتی ہے کیونکہ اس کا فیض ہم ہوتا ہے۔ سب کو سزا ہے۔ چاہے فیض یا غلط لکھوں یہ ضرور ہو گا کہ فیض نام کو ہر سے آتا ہے۔ بلکہ خود قلب ارشاد کو بھی کسی کی قربت فیض منتقل ہونے کا حکم ہوتا ضروری نہیں جیسے آفتاب کی روشنی یا اس کے نور سے سب کو کچھ بھی ہے یا قضا یا اگر گمان تو ضرور جو لوگ اس تیز کا سبب ہی ہے کہ حضرت اقدس ما آخرت میں ہی ہوں گے۔ میرے خیال جو اگر اسی تیز تھی کہ گناہ میں سے کچھ سے ہی ان کیوں شروع ہو گیا اس امکان کا وہ نہیں ہیں۔ یہ تو اگر اس رحمت میں فرماؤں۔ لیکن ذرا میں اس عام سے جو کہ چلے ہیں ہوائی سے گھنٹی سے سزا و شل وفات ہی کے ہوتا ہو۔ لیکن جب میں نماز سے فارغ ہو کر وہ وقت پہنچا میں گیا تو سلام ہو کر میری پانچ منٹ سے منہ وقت فرماتے ہیں اس وقت مجھے لگن نہ آئی کہ وہ ہو کہ تیز خاص مجھے ذرا کے کائنات میں ہی ہوا تھا۔ جیسے میں وہ دن میں افسوس ہی کے ہوا ہو کہ کتنا غافل ہو کر وہ وقت تک پہنچے ہیں۔ تقریباً اسی وقت حضرت ہوا ہو گا۔ وہ تیز لکھی اس دور کا احساس ہوا تھا کہ سلام پھرنے کے بعد میں ہنس پریشان ہو کر فرمایا کہ لگا لگا کہ حضرت اقدس کے بعد میری ہی حالت وہی تیز ایمان مجھے سزا ہے۔ (حافظ اسرار ص ۱۷)

مشرفہ حکیم الامت شعلہ ہر تار و ج

کسینت میر عثمان و شکیب ام کردہ
دل زودیدہ غونبار قطرہ قطرہ چلیک

کدام حضرت اشرف علی فیصدانی
بیچیم است مرحوم از قریب و بعد
زین بر زودہ خاکے بسو گواری ولے
فلک بمانم آن پیرین بجسم درید

کلاہ زد بزین آفتاب زین مائر
زگرید دیدہ انجسم سپید گشت پیسید
اشکت کاکل سنبل نیست چہرہ گل
گرفتہ شد دل بچند زین گئے کر سید

بندید وقت اگر گوئشس ماباز نیست
جم است راست اگر گوئشس مثل فرید
چنان فقیر و مؤذرت چنان مہذوقت
ندیدہ است کے و گئے نخواہد دید

خلافت سنت خیر البشر لعبر گے
بر سو ہم ملے ز دنیا بد است پدید
ز پانچاہ علومش چہ گوئنت کہ حدش
گئے ندیدہ ولے بیچ کس تو اندید

ز پانچاہ عمارت شرک و بدعت را
بنائی سنت عشرہ از و بمان رسید
الف کشیدہ بگنجم شریذ گشتہ شہید
۱۳۶۲ - ۱ - ۱۳۶۲

کدام حضرت اشرف علی فیصدانی
بیچیم است مرحوم از قریب و بعد

کلاہ زد بزین آفتاب زین مائر
زگرید دیدہ انجسم سپید گشت پیسید

کدام حضرت اشرف علی فیصدانی
بیچیم است مرحوم از قریب و بعد

کلاہ زد بزین آفتاب زین مائر
زگرید دیدہ انجسم سپید گشت پیسید

کدام حضرت اشرف علی فیصدانی
بیچیم است مرحوم از قریب و بعد

ندام آہ در آفتاق ای چہ صبح و سید
کہ بست شود قیامت ز ذرہ ذرہ پردہ

ندام از پر شفق عزق شد بوجہ خون
ندام از چہ سحر جامہ تار تار و دید
چہ شد کہ چنبر افک حلقہ حلقہ گشت
چہ شد کہ ز و بجد گیسو زین لرزید

کدام گل شدہ تاراج از جفائی خزان
کہ فار تم برگ جان ماہزار غلیبہ
زمانہ آہ نور دید فرسش میش و طرب
فلک لباس خودش بمان تم خیل کشید

لفغان اہل زین شد بلند تانکیوان
ز چشم ماہ و ستارہ چہ خون تاب یکید
چہ گوئنت کہ چہ پیش آمد دست عالم را
کہ راست طاقت گفتن کہ راست تاب کشید

ببار حضرت امداد تند باد اہل
چنان زید عطا کی کہ پیش زین نوزید
زلفت حضرت اشرف کہ میت ثانی او
چہ گوئنت بگدائی بمان ما چہ رسد

زود گدازی این واقعہ پیرس کہ ایس
بہا گدازی مشہرہ یہ شرط قسغ کشید
بیاد سال وصالش ششوزن کہ منم
عفتائی تمیز گرات

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق

ڈاکٹر سید اذکار ہاشمی

چارچ اسٹم میں بہت کم شخصیات ایسی گزری ہیں۔ جنہوں نے شریعت و طریقت میں تحقیق کو اپنے علم و تحقیق کا موضوع بنایا ہو۔ یہ اہم موضوع علوم شریعت میں کمال مہارت کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک میں بھی کمال رجوع کا متقاضی ہے اور ایسی مہاری شخصیات جنہیں جمع المصنفین کی حیثیت حاصل ہو اور جو اس موضوع کے مباحثوں اور مشکلات کے گہرے ادراک کے ساتھ ساتھ مناسب علمی و فہمی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوں اور زبانوں و قلم کے ذریعہ اس کی ترویج و تحقیق میں مددگار بھی لیا ہو، حقیقت میں ان کی تعداد بہت کم رہی ہے امام غزالیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی خدمات اس موضوع پر آج تک تعارف نہیں اس سلسلے کی آخری اور نمایاں کڑی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں جنہیں شرعی علوم و فنون کے تقریباً تمام شعبوں میں نہ صرف کمال بلکہ امتیاز حاصل تھا بلکہ وہ طریقت و سلوک کے بھی نام ور مجدد تھے۔ ان کی ذات علوم نگاہی و باطنی کا تقویٰ تھی۔ شریعت و طریقت میں تحقیق کے حوالے سے انکی ایک اہم اور نمایاں علمی و فہمی کوشاں احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق ہے، جس عاصی مکی و اسلوب پر آپ نے علمی کارنامہ سرا انجام دیا ہے اس کی نثر اس سے قبل علی مشکل ہے حضرت تھانویؒ کی علمی، دینی، اصلاحی اور سیاسی خدمات ممتاز تعارف میں، ان پر عکس جانے والی تصانیف کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے اور ان کے کھینے والے یہاں سے خود علم و فضل کے آئینہ و تاباں تھے مگر احادیث تصوف کے حوالے سے آپ کی خدمات کا یہ گوشہ ہنوز کھنک اور اہل علم و تحقیق کی خصوصاً توجہ کا متقاضی ہے لہذا اہل علم نے اس موضوع پر آپ کی تصانیف کے مختصر اور سرسری تعارف پر اکتفا کیا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس موضوع پر آپ کی بلند پایہ خدمات کا جائزہ لیا جائے اور ان نمایاں حقیقت کو سامنے لایا جائے جو صحت اور تصوف کا گراں بہا تزیینہ ہیں۔

اس موضوع کے تعارف سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کی شخصیت سوانح اور خدمات پر مختصراً روشنی ڈالی جائے۔^(۱)

۱۔ اساتذت پناہیگر، شہد اسلامیات، گورنمنٹ ہسٹری کالج، لاہور

حضرت قانونیؒ -- حیات و خدمات:

حضرت قانونی کی ولادت ۱۷۰۶ء بمبئی کے صوبے پرینی، ضلع مظفرنگر، ضلع قانہ بھون میں ۵-ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۸۱۳ء بروز چہار شنبہ (بدھ) غنی مہمانی کے پاس ہوئی جو قانہ بھون کے اچھائی معزز صاحب منصب رئیس اور اہل دل بزرگ تھے۔ آپ والد کی جانب سے فاروقی اہل علم اور والدہ کی جانب سے طوی انب سے تھے، چھ ماہ کی عمر ہی میں ماوری شہقت سے محروم ہو گئے، حافظ حسین علی دہلوی سے میرٹھ میں، اسی سال کی عمر میں حلقہ قرآن سے فراغت پائی۔ ابتدائی قاری میرٹھ میں مختلف اسکولوں سے پڑھی۔ پھر قاری کی حوصلہ دہیہ کی کتب خانہ بھون ہی میں ۱۱۴۱ھ حج عمرہ قانونی سے اور اچھائی کتب ایضاً تک اپنے ماموں داد علی مرحوم سے پڑھیں۔ ۱۱۴۵ھ میں دہلی بندہ تحریف لے گئے اور ایکس سال کی عمر میں ۱۱۴۱ھ میں دارالعلوم دہلی بند سے فراغت حاصل کی اور اپنے دور کے چھ علماء سے کسب فیض کیا۔ حضرت قانونی دہلی بند کے ابتدائی زمانہ، قیام میں ۱۱۵۱ھ حج عمرہ قانونی، ہائی دارالعلوم دہلی بند کے درس جالبین میں تو شریک ہوتے رہے مگر باقاعدہ کوئی سبق ان سے پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ ان کے علاوہ آپ کے اسکولہ کرام میں ۱۱۵۱ھ حج بیتوبہ، قانونی، ۱۱۵۱ھ حجور اکبر دہلی، ۱۱۵۱ھ سید احمد، ۱۱۵۱ھ مہمانی اور سٹا محمود بھٹی پکانہ دہلیکارتھی شامل ہیں جن میں سے ہر ایک شریعت و فطریات کا جامع تھا اور جن کے لہذاضات علمی، عرفانی کا ایک عالم معترف ہے بالخصوص اہل انکار نے آپ کی تصنیف و ترویج میں خصوصی شہقت اور توجہ سے کام لیا، حصول علم سے فراغت کے بعد آپ نے کاچہرہ کے سب سے قدیم مدرسہ، مدرسہ فیض عام میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد ازاں کاچہرہ کی جامع مسجد میں جامع العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور ۱۱۶۵ھ تک تقریباً ۱۵ سال وہاں تدریس خدمات سرانجام دیں اور مدرسہ کے صدر مدرس، شیخ الحدیث اور صدر متقی کے فرائض اہتمام دیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ آپ نے عام کی ترویج و اصلاح کے لیے مساعف و مشغولات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس ۱۵ سالہ تدریس مدت کے دوران بڑا بڑا علماء و فضلاء نے آپ سے سند فراغ حاصل کی، ان میں سے ۱۱۶۵ھ مہمانی، ۱۱۶۵ھ رشید احمد کانپوری، ۱۱۶۵ھ احمد علی حج پوری، ۱۱۶۵ھ فضل حق از آبادی، ۱۱۶۵ھ شاہ لطف رسول حج پوری، ۱۱۶۵ھ حکیم محمد مصطفیٰ پورنی، اور ۱۱۶۵ھ شہر احمد قانونی نمایاں شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت قانونی کو زبان عابلیس ہی سے اصلاح و ترویج پانینی کی فخر تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی پانینی ترویج اور علوم کی تعمیل و تہذیب کے لیے حضرت حاجی لدو اللہ مہار کی سے شرف تعلق حاصل

فرمایا جو صوفی و سلوک میں مجتہد ذوق کے مالک تھے جنہوں نے ہادوں مشہور سلاطین صوفیہ کو اپنے طریق تعلیم و اصلاح میں سوادہا لیا تھا اور عرب و غم کے تنگروں پکانے، روزگار ملانے، و مشائخ ان کے دامن سے وابستہ تھے، آپ بذریعہ عطا زمانہ طاعنی ہی میں ان سے بیعت ہو گئے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۰ھ میں آپ کو حج کی سعادت بھرا آئی تو حلی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اہلسنت بیعت کا شرف حاصل کیا۔

۱۳۱۰ھ میں باب دوسری مرتبہ حج کی سعادت بھرا آئی تو حلی صاحب کی خواہش پر ان کی خدمت میں چھ ماہ قیام کر کے تربیت باطنی کی تکمیل کی، انہوں نے آپ کی طلب سابق، فطری صلابت و استعداد کے پیش نظر خصوصی توجہات سے نوازا۔ وہ آپ کی باطنی ترقی سے مطمئن و مسرور ہو کر بعض اوقات فرماتے کہ ”اللہ تعالیٰ نے جو اہمائی علم مجھے عطا فرمائے ہیں وہ ان کی زبان پر جاری فرمایا رکھے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے انشاء اللہ یہ بختدار روزہ طریق ایک دن ربیع طریق بننے کا اور امت مسلمہ کے لیے رشد و ہدایت کا مظہر رہا ہوگا“ (۱) آپ نے حلی صاحب کی خدمت میں ذکر و فہم کے ساتھ ساتھ مشغولی مولانا رام اور صوفیہ پر حلی صاحب ہی کی تصنیف ”نہاد القلوب“ نامی سے سہ ماہی پڑھیں اور اہانت بیعت و عقافت سے شرف ہوئے۔ اداہی پر حلی صاحب نے آپ کو بکمال محبت و شفقت لکھے گا کہ فرمایا ”مہاں اشرف علی ا میں دیکھا ہوں۔ کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام معاصرین پر خاص فضیلت عطا فرمائی ہے، ذالک فضل اللہ یوقیہ من ینشاء“ (۲) رعایت ہوتے وقت یہ بیعت بھی فرمائی کہ جب بھی کانپور میں مدرسہ کی عازمت سے واپس لوٹو گے تو پھر اپنے وطن قاتن بھون تھاری دہریہ خانقاہ اور مدرسہ کو ازسر نو آباد کرنا اور قوت علی اللہ دہاں قیام پذیر ہونا۔ ان شاء اللہ تم سے عقائذ کثیرہ کو نفع پہنچے گا، میری دعاؤں اور توجہات تمہارے شامل حال ہیں“ (۳) ۱۳۱۱ھ میں واپس آنے کے بعد آپ نے درس و تدریس اور عطا و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس زمانے میں آپ کے تلمیذی اور اصحابی مواظف ”دعوت مہدیہ“ کے نام سے اور آپ کے ارشادات و فتوحات ”مقالات حکمت و مقالات فہرت“ کے عنوان سے مجلہ ہو کر شائع ہوتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں حلی صاحب کی وصیت کے مطابق کانپور سے قلع تعلق کر کے قاتن بھون میں ”خانقاہ امدادیہ“ میں مقیم ہو گئے جو کہ اس سے قبل حلی امداد اللہ، حافظہ خاصہ شریفہ اور شیخ محمد صمد قاتنوی کی برکات سے مکان معرفت کھلائی تھی اور جس کی رہائش صمد قاتنوی کی رحلت حافظہ خاصہ کی شہادت اور حلی صاحب کی ہجرت کے سبب نامہ پڑھائی تھی پھر وہ کہ آئی اور پھر سے رشد و ہدایت کا مرکز بن گئی جہاں آپ نے تقریباً چالیس سال تک تا دم وقت (۱۶-۱۷)

ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹-۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء) تھیم و تربیت دہلا اور رشاد اور تھیم اور تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس خانقاہ کا شمار کرتے ہوئے آپ کے ایک مسز شدہ خاص ہیں قطرہ۔

”یہ خانقاہ ایک ایسا شہرہ آفاق اور ہمہ گیر ادارہ بن گئی ہیں جو ایک ہی وقت میں علوم و فنون اعلیٰ کی ایک معیاری جامعہ بھی تھی جہاں سے دین حنین کے اہم اور دلچسپ مسائل کی تھیم و تھیم کا زبردست کام ہوا۔ یہی خانقاہ ایک مثالی دینی مدرسہ بھی تھی۔ جہاں علوم قرآن و حدیث کا درس بھی دیا جاتا تھا اور تھیم اعلیٰ کی عملی تھیم بھی دی جاتی تھی۔ یہ خانقاہ برصغیر کی ایک مسز و مسز دارالافتاء بھی تھی جہاں سے حالات حاضرہ کے مخصوص کے مطابق مسلمانوں کے فنی مسائل میں رہنمائی بھی ہوتی اور یہی خانقاہ تھیم و تربیت روحانی اور ذکیہ فوس و تھیم اعلیٰ ہاشمی کی ایک مسز اور مسز تربیت کا بھی تھی جہاں سے بڑے بڑے علماء سے لے کر محام کے ہر طبقہ کے لوگ ایک قبیل عہد میں تربیت ہاشمی و تھیم اعلیٰ سے آراستہ ہو کر اور حقیقت تصوف و سلوک کا عرفان حاصل کر کے مسز طریق بنے اور منصب رشاد و چاہت پر فائز ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔“ (۱۸) اس دوران ملک کے علوم و عرض میں بڑی کثرت سے تھیمی دوروں کا سلسلہ جاری رہا اور جبکہ انکتاب انجیز اسلامی دہلا اور رشاد فرماتے ہیں جن کا کوئی مسز نہیں قبول نہ فرمایا۔ یہ ہر مسز اور مسز مسز بعض اوقات ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں چار چار گھنٹوں تک جاری رہتے۔ سامعین میں ہر طبقہ کے لوگ مسز صوفیاء ہدیہ تھیم یافتہ، بی دکھاء، آرزو، شہری، دیہاتی، محام و خواص شریک ہوتے۔ یہ مسز عالمانہ گفت اور ہنر پانچ مسز و حقائق پر مشتمل ہوتے، ان کے موضوعات کا دائرہ مسز و مسزات سے لے کر مسزات، مسزات اور اعلیٰ و آداب تک وسیع ہے جن میں مسز کہ رسم اور مسزات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ رد بدعات اور ہدیہ شہادت کے آثار کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

سید سلیمان مدنی کے نزدیک حلقہ میں ان ہاد اور مسز مبدلتا، بیانیہ کے مسز کے علاوہ دوسرا کوئی مسز اور مسز مجموعہ مسز نہیں۔ آپ کے حلقہ میں نے آپ کے مسز بڑی تعداد میں نہ صرف ہدیہ میں لائے بلکہ حضرت قانونی کی اسلامی نظر سے گزار کر اسے اقوام عام کے لیے مسز کر لیا۔

ان مرحب شدہ مسز کی تعداد تقریباً چار سو ہے۔ (۱۹) اس طرح ہر دہلا نظر تالی کے بعد گویا مشتمل تھیم کی مشیت رکھتا ہے۔ ادارہ تالیفات اثریہ مکان نے آپ کے مسزوں مسز پر مشتمل تیس ۳۳ مجموعے مسز کیے ہیں جو تقریباً سولہ ہزار مسزات پر مشتمل ہیں۔ (۲۰) ان میں سے چند مجموعوں

کے نام یہ ہیں۔ ماسن اسلام، حقیقت تصوف و تقویٰ، رحمت و تخلیج، حقوق و فرائض، حقیقت عبادت، آداب المناجیت، تہذیب و تزکیہ، حقوق الاربعین، اصلاح اعمال، اصلاح ظاہر، اصلاح باطن اور رحمت دو عالم ﷺ وغیرہ۔

حضرت قنوتی کے حقیقین نے آپ کے مواضع کے علاوہ جو ماسن کے ملفوظات بھی تلمیذ کے جو قرآن و حدیث کے تکریمات، نکات سلوک، مسائل فقہ، آداب و اخلاق، اصلاح باطن، تربیت و تزکیہ، لغوی اور اکابر کے احوال و واقعات اور لٹاکف پر مشتمل ہیں۔ آپ کے ملفوظات کا سلسلہ تقریباً پانچ ۲۲ جلدات اور رسائل میں عدتاً ۱۲ ہے۔ ملفوظات کے یہ مجموعے ہی تہذیب کے ساتھ اہل و عیالانہ اشرافیہ، مٹان سے تیس ۳۳ جلدوں میں جمع ہو چکے ہیں، ان میں سے مشہور مجموعے یہ ہیں۔ حسن المزاج (۵جلد) انکس مینی (۲جلد) مقالات نعمت (۲ جلد) اور انکشافات الیومہ (۱۰جلد)۔

حضرت قنوتی کا طرز ارادت عوام سے لے کر علماء اور چہرہ فقیم یافتہ طبقے تک پھیلا ہوا ہے۔ ملک اور عدتوں تک ہزاروں طالبین تہذیب و سائنسین طریق آپ کے دامن سے منسلک ہو کر تربیت باطنی سے مستفید ہوئے۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز تربیت پر قوم و ملت کی اصلاح کے لیے ایسی عظیم مہمات چار کی جن میں سے ہر ایک علم و فضل اور رشاد و ہدایت کا پیارہ نور ہے جنہیں آپ نے نجات و نفعین کی اہدات مرحمت فرما کر خلافت سے گواہا اور بعض مہاز صحت قرار پاسے۔ ان میں سے نمایاں نام یہ ہیں۔ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع دہلوی، مفتی محمد سن ہر سرتی، مولانا مہاراجن کاسلہ پوری، مولانا مہاراجن ندوی، مولانا غازی محمد طیب، مولانا شاہ ولی اللہ اعظم دہلوی، مولانا شاہ مہاراجن پورہ پوری، مولانا محمد سکا اللہ جلال آبادی، ڈاکٹر مہاراجن حارثی، مولانا علیل احمد شروانی، مولانا رسول خان ہزاروی اور مولانا یوسف ندوی وغیرہم ان کو علمی و دینی خدمات کا ایک زمانہ منحرف ہے۔

حضرت قنوتی کے علمی و دینی اور اصلاحی کاموں میں اصلاح معاشرت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے وقت و نفعین اور تصنیف و تالیف کے ذریعے دین کے تمام شعبوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ روحانی اصلاح اور تزکیہ کے لیے تصوف کی تہذیب کی اور اخلاقی باطنی کی اصلاح پر بھر پور توجہ کی۔ عام مسلمانوں تک اسلامی تہذیبات کو پہنچانے میں آپ کی زبان و قلم نے گراں قدر خدمات سرانجام دی۔

آپ عملی سیاست اور اجتماعی ہمدردی سے کنارہ کش رہے تاہم سیاسی امور میں مشاورت اور قوم و ملت کی راہنمائی میں بھر پور کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنی تحریروں اور قنوتی کے ذریعے دو قوی تہذیب

اور قیام پاکستان کی ہر ہر حمایت کی۔ آپ کے ذرا بڑا علماء و محققین کی ایک بڑی جماعت نے حمود قویہ کے تصور کی ترویج اور پاکستان کی تشکیل و تعمیر میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا غفر احمد قانونی، مفتی محمد شفیع اور سید سلیمان ندوی قابل ذکر ہیں۔

حضرت قانونی نے تقریباً تمام مرہمہ علوم و فنون میں گرانقدر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں ایسے علمی کثافت اور جواہر ریزے ملیں گے جو ان کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں بھی نایاب ہیں اور جو اپنے علمی، منطقی اور عقلی استدلال کے پاملف آپ کی غیر معمولی ذکاوت و تفتہت کے آئینہ دار ہیں۔

علاء الحقین میں سے ابن جریر، طیب بغدادی، امام رازی، ابن جوزی اور حافظ سجستانی کا شمار کثیر تصانیف علماء میں ہوتا ہے اور آپ کا ام گرامی اس سلسلہ الذہب میں بنیادی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تفسیر اور متون مہتمومات پر ان قدر تصانیف کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔

سید سلیمان ندوی کے نزدیک آپ کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں آٹھ سو کے قریب ہیں۔^(۸) ان تصانیف کی مشعل فرست چھ سو سے زائد مقالات میں شائع ہوئی ہے۔^(۹) سید سلیمان ندوی آپ کی کثرت تصانیف کے حلقوں میں دہلیہ ایمان ہیں۔

”کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا ہمد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطہرات و مشہورات کے کمالات سے مولا ہے اور جس کا ایم کارنامہ حق کے انہات و انتہار میں ہو یا باطل کی تشریحات میں پرہیز اور مطلق ہی کی بکارت ہیں، زبان و قلم اس صدی کے مسلح ہیں اور رسائل و مشہورات دولت کے سمیٹے ہیں۔ اس بناء پر مناسب تھا کہ اس صدی کے ہمد کی کمالات بھی ان ہی کمالات میں جلوہ گر ہوں۔“^(۱۰) حضرت قانونی کا شمار بھی ان صاحب تصانیف علماء میں ہوتا ہے جن کی تصانیف کے ادراک ان کی زندگی کے ایام پر باہت دینے جائیں تو آگے تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے۔

آپ کی تصانیف ناموں کی تعداد میں طبع ہوئی رہیں مگر یہ آپ کے غلوں و نظریات کی بڑی دلیل ہے کہ تعلقات کی غیر معمولی تنوعیت کے باوجود آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق طاعت اپنے لیے محفوظ نہیں رکھا بلکہ ہر شخص کو ان کے طبع کرانے کی عام اجازت دے دی۔ ان تصانیف کے ترسے دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

سورۃ قافونہ کے تصنیفی سلسلے کا آغاز زمانہ جاہلیوں میں ہی اٹھارہ سال کی عمر ہی سے ہو گیا تھا۔ جب آپ نے شہزی ۵۷۰ھ م کے طرز پر قاری زبان میں شہزی زیر وہم "قریہ کی" (۱۱) آپ کی تصانیف مختلف انواع موضوعات مثلاً علوم قرآن، تفسیر علوم اللہیت، شرح حدیث، لغت، اول لغت، قافونہ، جموع و قرأت کلام و لغت، حکماء، معانی، تاریخ، ادب، مصیبت و سیاست وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں حشری علوم و مسائل ان نکات سے ہیں کہ اگر ان سے کسی ایک موضوع کے مباحث کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے تو مستقل اور عظیم مجموعے تیار ہو سکتے ہیں اور مختلف موضوعات پر اس قسم کے بعض مجموعے مرتب بھی ہو چکے ہیں۔ (۱۲) اور کی ایک موضوعات پر مزید مجموعے مرتب کرنے کی مزید گنجائش اب بھی موجود ہے۔

حضرت قافونہ کو جن علوم میں لایاں اور ابتدائی مقام حاصل تھا وہ تفسیر، حدیث، لغت اور تصوف ہیں۔ آپ کی تفسیری و قرآنی خدمات میں قرآن حکیم کا سلیس و جامع اور ترجمہ اور تفسیر "میان القرآن" ہے جو تمام قدامت کی تصانیف کا خلاصہ ہے اور علامہ اور شاہ کشمیری کے بقول اس نے بہت سی تعبیر سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ (۱۳) آپ نے اپنے تفسیروں اور مترادف اسلوب میں مختصر الفاظ میں تفسیر کے پانچ پانچ حصے مل کر دیے ہیں جن پر دوسروں نے اصلاحات کے صلوات کھرائے۔ مجموعہ و قرأت پر آپ کے رسالے "جمال القرآن"، "رفع العلواف فی حکم الاوقاف"، "وجوه المعانی"، "تفسیر الطبع فی اجراء السبع" مشہور ہیں۔ آیات و سوره کے دہا و نظم پر آپ نے "سنت العباد فی نسیخ آیات" اور "تذکرہ" کے قرآنی دلائل پر "دلائل القرآن علی مسائل المعانی" مرتب کی اور ان موضوعات پر اپنے خاص مکتبوں سے اپنی زیر نگرانی "حکام القرآن" کے موضوعات پر کام کر دیا، جو آپ کی وفات کے بعد آٹھ جلدوں میں مکمل ہوا، اپنی ذمہ دار اور مرزا حیرت کے قرآنی ترجموں کی اصلاح پر آپ کے رسالے "اصلاح ترجمہ دہلیہ" اور "اصلاح ترجمہ حیرت" بھی مشہور ہیں۔ "التفسیر فی التفسیر" اور "الہدایہ للتحیران فی وادی تفصیل المیان" بعض معاصرین کی نگارہ قرآنی بیانات پر نقد و تبصرہ ہے۔ "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" میں قرآن حکیم کی آیات سے مسائل سلوک مستنبط کیے۔

حضرت قافونہ کو لغت سے ضمنی شرف تھا انہیں قدرت کی طرف سے مسائل کی تحقیق کا خاص ذوق و ہمت تھا۔ تقریباً ۶۴ برس تک آپ کے قلم سے ہزاروں مسائل کے بیانات، قافونہ اور سیکڑوں علمی رسائل تصنیف ہوئے۔ آپ کے قلمی "امداد اللہائی" کے نام سے چھ عظیم جلدوں میں

مطبوع ہیں۔

جدید رسائل اور موطوعات پر "سوانح القادری" کے نام سے مجموعہ مرتب کیا جو آپ کے انتہائی ذوق اور کثرت کا ثبوت ہے۔ ترجیح اراغ کے عنوان سے آپ نے ایک مجموعہ تیار کیا جس میں ان رسائل کو جن میں اپنی سابقہ تصنیف سے رجوع فرما کر اپنی حق پندی، سچے نفس اور انصاف کا ثبوت دیا۔ "قادری اشرفی" کے نام سے بھی مختلف فقہی رسائل پر جن میں سے ایک شائع ہوئے۔ مجموعوں کو اسلامی آداب و انکلام سے واقف کرانے کے لیے "پہلی زجز" مرتب کی جسے قبول عام حاصل ہوا اور ہر مسلمان گھر کی زینت بنا۔ ان کے علاوہ مختلف فقہی اور جدید رسائل پر مشتمل رسائل تصنیف فرمائے۔ شرقی انکلام کے حکم و مضامین پر "المصالح العقلیہ للاسکام الفلحیہ" عملی شبہات اور جدید ذہن کے ۱۹۸۱ء کے کتاب "الاصباغ العلیقہ عن الشہادت الجدیدہ اور اشرف الجواب میں دیا۔

ان کے علاوہ اسلامی تصنیفات کی تخریج و توثیح اور اصلاح پر "تعلیم الدین" - "عقائد المسلمین" - اصلاح ابراہیم - اصلاح امت - اصلاح النصاب - حقوق و فرائض - منافی معاملات اور انکلام اسلام وغیرہ کتب مرتب کیں۔

حدیث اور تصوف میں حضرت قنادوی کا مقام و مرتبہ:

موطوع ذر بیٹے کا تعلق چنگد حدیث اور تصوف پر دو شعبوں سے ہے اور احادیث تصوف کے حوالے سے جو عظیم علمی خدمت آپ نے سرانجام دی ہے وہ ان شعبوں میں کامل رسوخ اور مہارت کے بغیر ممکن نہ تھی اس لیے ان عظمت کے تعارف سے قبل ان پر دو میدانوں میں آپ کے علمی مرتبہ و مقام سے بھی واقفیت ضروری ہے۔

حضرت قنادوی کو دیگر علوم کی طرح حدیث نبوی سے بھی خصوصی شغف اور مہارت حاصل تھی۔ آپ کو علم حدیث میں سند ماحمود وچ بندنی، مولانا یعقوب نانوتوی اور مولانا محمود الحسن سے حاصل تھی۔ ماحمود اور مولانا یعقوب نے شاہ عبدالغنی سے اور مولانا محمود الحسن نے مولانا محمد قاسم سے احادیث کا درس لیا تھا۔ آپ کچھ قاری مہارتیں پائی تھیں اور مولانا فضل الرحمن کچھ مراد آبادی سے بھی سند حدیث حاصل تھی۔ (۱۳) چند برس تک آپ نے مدرسہ جامع العلوم کالجور میں باقاعدہ درس حدیث دیا جب کہ قیام قائد بھون کے دوران باقاعدہ درس کا سلسلہ متعلق ہو گیا۔ مصر کے نامور عالم و مفسر علامہ زاہد الکھڑائی نے بذریعہ اہل آپ سے حدیث کی سند حاصل کی۔

علم حدیث میں مہارت پر آپ کی تصانیف کے علاوہ موطوعات، رسائل، مکتوبات و قنادی بھی گواہ

ہیں۔ جن میں سے ہر امادیت کے حوالے موجود ہیں اور شرح مطاکب ، دینی مطاب کی توثیح اور
تیس کتابت و طائف پر مشتمل ہیں۔ بشمول سید سلیمان ندوی پانچویں ان کے مواضع میں رنگ بدلیوں
کے حوالے اور اکثر امادیت کے ایضاً الفاظ مع ان کی تخریجات اور کتابوں کے حوالے اس سکوت سے
ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی اصناف پر نہ کہ ان کے حافظ الحدیث ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔^(۱۵) اس فن
میں آپ کی مہارت ہی کی بناء پر مواضع ظہر امہ عثمانی نے اعلاء السنن کے مقدمہ میں آپ کے لیے
الفاظ اللہ المجد کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔^(۱۶)

مواضع ظہر امہ عثمانی کے اعزاز سے مطاب حضرت قانونی کے مواضع و رسائل میں تقریباً بیس
ہزار امادیت موجود ہیں جن کی شرح کر کے امت کو تبلیغ کی گئی ہے۔^(۱۷)

فن سلوک و تصوف کی تہذیب کی فرض سے آپ نے ذخیرہ امادیت سے اس فن سے حلقہ مستخرج
امادیت بکجا کر کے ان سے مسائل اللہ کے اور انکے ایک نیا سے پڑھنے اور دینی بیادوں
سے بحث و تحقیق کی۔ (ان کتب کا تفصیلی تعارف آگے آ رہا ہے)۔ آپ نے فقہ حنفی پر تصوف سنت
سے اُتارے اور قیاس کے غلبہ پر مبنی اعتراضات کے ازالہ اور دین کے اصل موانع کی طرف اہل علم کو
موجہ کرنے کے لیے ان امادیت کو جو فقہ حنفی کے نزہات سے حلقہ تھیں جمع کرنے کا کام شروع کیا
اور ایضاً السنن کے نام سے ایک مجموعہ مرتب فرمایا اور اس کی ترتیب الیاب تھیں پر لگی مگر اس کا
مسودہ ضائع ہو گیا، بعد ازاں ایوب المصطفوی تک امادیت جمع کر کے ایک کتاب "جامع طائر" اور
اس کا ضمیر "کلیب الاثر" تخریر فرمایا جو رسائل "احیاء السنن" ہی کا تیسرا حصہ ہے پھر دوبارہ احیاء
السنن کے نام سے دایک حدیث کے اجتماع کے لیے اپنی زیر نگرانی پر خدمت بعض علماء کے سپرد
فرمائی۔ اس طرح الیاب اربع تک کام مکمل ہو کر احیاء السنن کے نام سے طبع ہوا بعض دیگر کی بناء
پر آپ نے اپنی زیر نگرانی مواضع ظہر امہ عثمانی سے احیاء السنن پر نظر پڑی کرنا کہ استاذناک الحسن
کے نام سے ایک کتاب تھوڑی اور پھر احیاء السنن ہی کو اعلاء السنن کا نام پڑا کہ تمام فقہی الیاب
پر امادیت کی تدوین مواضع ظہر امہ عثمانی سے کروائی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں مکمل ہوئی۔ جس کی
پہلی آٹھ جلدیں آپ کی اصلاح اور نظروانی کے ساتھ مرتب ہوئیں اور پچھ جلدوں کے بھی اہم اور
مفصل مقامات سے حلقہ آپ نے اپنی تین کتابت اللغات لکھ کروائے^(۱۸) جن کے حوالے جگہ جگہ کتاب
میں دیے گئے ہیں کتاب کے اصلی اور بنیادی موضوعات کی تکمیل حضرت قانونی کی حیات ہی میں
ہو چکی تھی جس پر خود آپ نے اپنے ان تاثرات کا اظہار فرمایا کہ:

”اگر خانوادہ معادہ میں صرف یہی کام انجام دیا تو اس کے فز بھٹس کے لیے کافی تھا کہ یہ کام اپنی نوعیت کے اعتبار سے متاخر ہے۔“ (۱۹) یہ کتاب ۲۱ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ اعلاء اسمن میں صرف اکتاف کے دو اہل حدیث ہی کا استیعاب نہیں بلکہ عراقی میں جملہ اہل حدیث کے استیعاب کی کوشش کی گئی ہے اور بحر صحت اور اہلیان اصولوں کی روشنی میں جملہ اہل حدیث پر کام کیا گیا ہے اس کتاب کی تخریج میں عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء، رابطہ الممان ہیں۔ (۲۰)

حدیث کی ان خدمات کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں سے ”المسک الحرامی“ ہے جو آپ کے درس ترقی کے اوقات پر مشتمل ہے۔ جسے آپ کے شاگردوں نے اردو میں مرتب کیا۔ اس کا تخر ”الطوب الحلی“ کے نام سے خود آپ کے قلم سے ترقی کی مشہور و مقبول اہل حدیث کے عربی جوابی کی صورت میں تحریر ہو کر طبع ہوا۔ موطا امام مالک کے کچھ دوسری اوقات بھی ”فوائد موطا امام مالک“ کے نام سے تصنیف ہوئے۔

ذخیرہ اہل حدیث پر آپ کی رحمت نظر اور دکت فہم کا اعجاز آپ کی دیگر تصانیف سے بھی زیادہ ہے جن میں بعض اہل حدیث کی عمہ شرح و تحقیق کی گئی ہے۔ مثلاً ”مؤخرہ الطون عن مقدمہ ابن خلدون“ میں مہدی کے مصلحت ۱۱۰ شدہ اہل حدیث کی تحقیق اور مکرین مہدی کی تردید ہے۔ رسالہ ”صعود الطوری فی سرور الوردی“ میں اطفال مکرین سے مصلحت تحقیق پر تقریباً نو اہل حدیث کی شرح کی گئی ہے۔ ”حقوق المعلم والمعلم“ میں ۳۵ اہل حدیث کی تخریج و توضیح ہے اس کے علاوہ متعدد رسائل کسی نہ کسی حدیث کی مختلف شرح پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ”شک اور قسمل کی تیز و تحقیق پر“ ”الافراک والوصول الی حقیقۃ الاضراک والوصول“ کے نام سے ایک رسالہ ایک حدیث کی عمہ شرح پر مشتمل ہے۔ ”المحصصہ فی حکم الوسوسہ“ کی حقیقت پر عربی میں ایک حدیث کی شرح پر مشتمل رسالہ ہے۔ رسالہ ”الارشاد فی مسئلہ الاستعداد“ میں ایک حدیث کی شرح کی گئی ہے۔ ”الشہر للمؤمن باللہ“ میں حدیث ”ان اللہ هو اللہ“ کی تحقیق و تخریج کی گئی ہے۔ ”الصحیح علی صالح العربی“ بھی ایک حدیث کی مختلف شرح پر مشتمل رسالہ ہے۔

آپ نے مختلف موضوعات پر اہل حدیث کے مجموعے بھی مرتب کئے مثلاً عربی دہاؤں کا مجموعہ جو مناجات مشتمل کے نام سے معروف ہے۔ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے خطبات کا اہل حدیث صحیح سے کتاب ”الخطب المأثورہ من الآثار المشہورہ“ کے نام سے کیا اور عربی میں حمد و مہین کے علاوہ افادہ و استقامت کے پچاس نکتے ”خطبات الاحکام لجمعات العوم“ کے عنوان سے مرتب کئے جو

اماریت سے ماخوذ ہیں۔

حضرت قاضی کو علم و فنون کے تقریباً تمام شعبوں میں کمال و امتیاز حاصل تھا۔ مگر آپ کے علمی و فکری کاموں کا مرکزی نقطہ فقہی تصوف ہے جس کے ذریعے آپ نے تزکیہ نفوس اور اصلاح معاشرت کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ سید سلیمان ندوی کے نزدیک آپ نے تمام فضائل و کمالات اور علم و فنون کو صرف فن تصوف ہی کی اصلاح و تکمیل اور اسی کی خدمت میں لگا دیا تھا۔ وہ ان دور میں اس فن کی صورت حال اور آپ کے خصوصی کمالات و امتیازات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”یہ کتنا گویا صحیح ہے کہ آپ کو تمام دوسرے علمی اور عملی کمالات صرف اس لیے دیے گئے تھے کہ اس فن کی ترویج ہو جو دنیا میں کسی چہری کی حالت میں اور بندہ دستان میں یہ حالت فریضت تھا۔ جس کی حقیقت یہ تہ بہ تہ دے پڑ گئے تھے اور جس کی تباہی پر ہجرت کی غلٹ غالب آگئی تھی، اور جو خود دیکھنا رسولوں کے ہاتھوں دہاڑی اور کسب معاش کے فنون میں سے ایک فن کی حیثیت میں آگیا تھا اور جہاں اس کا وجود تھا وہ یا محض اور چند قطعات خیالات کا مجموعہ ہو کر رہ گیا تھا یا اوراد و وظائف کے ضابطہ کا سلف صالحین نے اس فن کے جو احباب و مسائل متفق کر کے رکھے تھے وہ بالکل فراموش ہو چکے تھے اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کی حقیقت اور جامعہ بالکل ہی چھپ گئی تھی اور جہاں کسی قدر اس کا نام و نشان تھا وہاں علم میں وحدت الوجود یا وحدت الشہود کی ناقابل اہتمام و تنظیم بلکہ ناقص تفسیر پر اور احوال میں صرف ذکر و فکر و مراقبہ کے چند اصول پر پوری پوری قناعت تھی۔ جماعت نے دین کا نام اور رسم نے سلوک و تصوف کی جگہ حاصل کر لی تھی۔ طریقت و شریعت کو وہ متضاد صریح ٹھہرا کر ان میں ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش کی جاری تھی، عام رسولوں کی زبانوں پر چند چابوتہا فخر سے اور چند جملہ عام اصول و احوال رو گئے تھے جن کو طریقت کا نام بخانا تھا۔ سید صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اس دور میں چار بھائی بزرگوں کے سلیطے قائم تھے مگر یہ کام صدیوں عطلوں میں تھا۔ اہلس کی سختیں و چابوتہ تو ہو رہی تھی۔ مگر تہذیب فن، تربیت اصول، تحقیق مسائل، تالیف رسائل اور اصل سلوک کے مضامین کو کتاب و سنت کی اور سلف صالحین اور اولیائے باطن کی تشریح و ترویج سے محاکرہ دیکھنے کے کام نہیں نہیں ہو رہے تھے۔ نہ سائیکس کی ظاہری و باطنی تربیت کی کوئی ایسی درسگاہ تھی جس میں راہ (طریقت) کی مشکلات کو علمی و فنی طریقے سے بتایا اور سکھایا جاتا ہو اور نہ کسی کوئی ایسی سند بھی تھی جہاں شریعت و طریقت کے مسائل پہلو بہ پہلو بیان ہوتے ہیں۔ جہاں تفسیر و فقہ و حدیث کے ساتھ امراض قلب کے علاج کے نسخے بھی بتائے جاتے ہیں جو کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ اظہار قاضی نے اس صدی میں اس کام کے لیے حضرت حکیم الامت

مہر ملت علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور وہ کام ان سے لیا گیا تھا جو چند صدیوں سے مشغول تھا اور
(۲۲)

حضرت قاتلانی کے حقیق بن کے شیخ عالی امداد اللہ مہاجر تھی نے تفسیر قرآن اور تصوف سے
خصوصی مناسبت کی پیشگوئی فرمائی تھی (۲۳) اس فن سے آپ کی غیر معمولی دلچسپی اور خصوصی مناسبت کا
اعجاز آپ کی ان تہذیبی سہاٹی سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کے ذریعے آپ نے تصوف کو ہر قسم کے
اشناؤں اور آبیروں سے پاک کر کے سلف صالحین کے رنگ میں پیش کیا اور ان کے ذریعے اسلامی
انکام کی ترویج اور انکے انجاء کی حقیقی روح بیدار کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے خود ایک مرتبہ اعتراف
فرمایا کہ ”طریق ہانگ مراد ہو چکا تھا، لوگ بے حد لٹلیں میں جتا تھے بھلا اب سو برس تک تو
تہذیب کی ضرورت نہیں رہی۔“ (۲۴)

حضرت قاتلانی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآن و سنت کے دامن سے تصوف کو
مٹا کر کے اس سے حقیق بدگمانوں اور غلامیوں کا ازالہ فرمایا اور مسلمانوں کے پاس مروجہ عقلیاتی
تصوف اور مبتدیانہ سلوک کے برعکس حقیقی و اسلامی تصوف و سلوک کو نمایاں کیا۔ آپ نے اپنی قریوں
کے ذریعے تصوف کی ضرورت و اہمیت اور حقیقت و اصلیت کو واضح کیا۔ اور بتایا کہ تصوف شریعت
ہی کا اہم جزو ہے کیونکہ شریعت انکام نکلیا ہے جو جمود کا نام ہے جو اعمال ظاہری و باطنی پر مشتمل
ہے اور حقیقت میں نکلنا تو ان کا حروف کھانا جانا تھا جیسے امام ابوحنیفہ سے فتویٰ کی یہ تشریح منقول
ہے۔ ”معرفة النفس مألها وماعلمها“ (خس کا اپنے حقوق و فرائض سے واقف ہونا) پھر مآثرین کی
اصطلاح میں شریعت کے اس جزو کا نام ”نفل“ ہو گیا جو اعمال ظاہرہ سے حقیق ہے اور دوسرے جزو کا
نام ”تصوف“ پڑ گیا جو اعمال باطن سے حقیق ہے۔ ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے
ہیں۔ (۲۵) گویا آپ کے نزدیک دین حتمی ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت و طریقت ہے اور ہم
بر وہ ظاہری و باطنی اعمال سے حقیق فرائض و اہدات کے ادا کرنے کے مکلف ہیں۔ آپ نے واضح
کیا کہ طریقت یعنی تصوف و سلوک یا باقاعدہ دیگر تہذیب الملاق و ذکیہ نفس دین ہی کا ایک اہم اور
نیادی رکن ہے۔ اس پر شریعت و سنت کے مطابق عمل کرنا ایک اہم جزو میں ہر مسلمان پر فرض و واجب
ہے۔ (۲۶)

آپ نے سولیا، حقیقتین کی قریوں میں اس فن کی حقیقت کو نمایاں کیا جن پر چاہل حصولین اور
مبتدیان نے پردے اہل رکھے تھے اور واضح کیا کہ صوفیائے غیر متحجین کے اعمال و اعمال کو سنت بنا

کر اس فن پر اعراض و تنہد اصل فن سے نادانیت کی دلیل ہے۔ آپ کے نزدیک انعام الہی کی باعناں تمام قبیل و جمیل کا نام طریقت ہے۔ احوال و عبادت، عبادت، ریاضات، لطائف و ادوار نہ حضور ہیں نہ مطلب البتہ حصول مقصد کے لیے ایک درجہ میں مہمان و مہین ہو سکتے ہیں۔

آپ نے اس خاص تصوف اور انکی روشنی میں واضح کردہ اصلاح باطن کے اصولوں کے مطابق ہزاروں انسانوں کی اصلاح و تربیت کر کے ان کی زندگی میں دینی انقلاب پیدا کیا۔ آپ کی تربیت گاہ کا نقشہ کھینچنے ہوئے آپ کے ایک مسزائد لکھتے ہیں:-

”حضرت کی تربیت گاہ باطن میں نہ کلیات و اہمیت تھیں نہ وہد و حال اور نہ دنی مرائے تھے نہ مہلہے اس اہتمام تھا تو شریعت کے احکامات کی بجا آوری کا تھا، دین حق تو اپنے ہر انداز زندگی میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے ہر انداز زندگی کی اتباع کی حتیٰ اگر حق تو گس و شیطان کے مکانہ سے بچنے کی حتیٰ اور نیکوئی تو صرف یہ حتیٰ کہ اپنے ظاہر کو بھی پاک صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی ظاہر و طیب۔“ (۳۷)

حقوق العہد کی ادائیگی پر زور دینے ہوئے فرماتے کہ ”ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرو گے تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہوا تک نہ لگے گی، چاہے ہر ہری کیس نہ مرجہ دنی صوفی کے مہلہ ہو، لوہل اور دھانک میں سر بارو، خدا کی حقوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی خدا کو راضی کر لو گے۔“ (۳۸)

علمی سطح پر آپ نے اس فن کی جو خدمت سرانجام دی اس کا اندازہ آپ کی عالمانہ و محققانہ تصانیف سے بخوبی ہے۔ ان میں سے قصہ السبیل، مسائل السلوک، الکشف بضمہات التصوف، التصرف، مکتبہ منوی تربیت السالک، حلیفہ الطریفہ کو خصوصی شہرت حاصل ہے ان کتب میں فن صوفی کے اصول، شریعت کے اسرار، اجازت حلقہ کے رموز، حقائق و معارف، امراض قلب کے نئے، رد شہوات، دفع فتنہ اور شریعت و طریقت کے مسائل پہلو پہلو بیان کئے گئے ہیں، اس موضوع کے قیمتی ذخیرہ راجے آپ کی دیگر موضوعات پر تصانیف میں بھی مستحضر ہیں۔

اعادیت تصوف کی تدوین و تحقیق..... حضرت قانوی کی عظیم علمی خدمت:

حضرت قانوی کے علم و فضل کی اہم یادگار اعادیت تصوف کی تحقیق و تدوین ہے۔ اس موضوع پر ہمارے باطن علم کے مطابق کوئی جامع اور متعلق مجموعہ مرتب نہیں ہو سکا۔ آپ کا یہ علمی کارنامہ نہ صرف خدمت حدیث کے حوالے سے ایک انتہائی اور وسیع کوشش اور فن حدیث میں ایک اہم باب کا اضافہ ہے، بلکہ یہ تحقیقی کاوش تہذیب تصوف کے حوالے سے بھی ایک نمایاں خدمت اور علمی کارنامہ ہے

بھے آپ نے قرآن و حدیث کے واضح اور عینی مظاہر، تصوف سے گہری مناسبت، حقیق علماء و صوفیاء کی تعلیم و تربیت اور فطری ذہانت و قابلیت کے زہر اثر انہام دیا ہے۔ حضرت قانونی نے ادا ان احادیث کو جمع کیا جو کتب و کلام صوفیہ میں موجود ہیں اور جنہیں صوفیہ نے اپنے مسلک اور افکار کی تائید میں نقل کیا ہے، لہذا وہ احادیث بھی آپ نے جمع کیں جو صوفیاء عقلموں میں تو معروف نہیں تاہم ان سے تصوف سے حقیق کسی نہ کسی مسئلہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے، بعد ازاں ان احادیث کی تکرار کے ذریعہ آپ نے ان کی استہدائی حیثیت اور ماخذ کی نکتہ دہی کی ہے۔ آپ نے بعض اقوال صوفیاء کی بھی حقیق و توجیح کی ہے جو احادیث کے معنوں سے معروف ہیں۔ ان احادیث کے ایک بڑے حصے سے حقیق آپ نے باقرین حدیث کی آراء ذکر کر کے ان پر بحث کی ہے۔ گوشت ضعیف اور ضعیف کے باوجود اگر وہ احادیث عمل استدلال نہیں بن سکتیں۔ تو ان کے حقیق اپنے نقطہ نظر کی داغ بیل سے وضاحت کی ہے۔ آپ کا اصل کام اصل جمع و تدوین اور ضعیف و مہذب کی نکتہ دہی تک محدود نہیں بلکہ حقیقی تصوف و مسلک کا احادیث سے اثبات اور جہازانہ تصوف کی ترویج ہے۔ آپ اس تصور کی بھی کرتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں آپ کے نزدیک وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں۔^(۳۱) (کیونکہ تصوف آپ کے نزدیک فقیر ظاہر دہاں کا نام ہے) آپ نے ان حقیقت کے ذریعے اس اعتراض کو بھی دور کر دیا ہے کہ علماء مسلک کے ہاں سب ضعیف اور مہذب و اہانت ہیں اور چہ کہ فن مسلک کے مسائل احادیث نبوی سے ثابت نہیں۔ اگرچہ بعض علماء و محدثین نے اس موضوع کی طرف جھک تو یہ کی ہے، مگر حضرت قانونی نے مستقل طور پر احادیث کی تدوین و حقیق کے ذریعہ اس خدمت کو انجام دیا ہے اس موضوع پر آپ کا اصل کام آپ کی دو تصانیف "مطیبة الطریقة من السنة الاصلیة"^(۳۲) اور "المشرف بمعرفۃ احادیث التصوف"^(۳۳) میں موجود ہے جن میں آپ نے تصوف و مسلک کو ایک صحت اور حقیق کی حیثیت سے پرکھا ہے اور احادیث کا عارفانہ جائزہ ایک صوفی کی نظر سے کیا ہے۔

اس موضوع پر آپ کی خدمات کے تفصیلی تعارف سے قبل ضروری معلوم رہتا ہے کہ صوفیاء عرب میں موجود احادیث اور ان کی صحت کے حقیق اہل علم کے نقد و نظر اور انکی حقیقت کا جائزہ لیا جاسکے تاکہ مہذب کے تعارف اور تکلفی جائزہ سے حضرت قانونی کے علمی کام کی جامعیت، قدر و قیمت اور انتہائی حیثیت واضح ہو سکے۔

صوفیان ادب میں احادیث اور ان پر نقد و نظر:

صوفیان ادب سے مراد صوفیہ کی وہ تصانیف، مواضع، مکتوبات و مکتوبات ہیں جن میں صوفیان مسلک اور اس سے متعلقہ احوال، روایات و مسائل کی تفصیل ہے۔ اس کا ایک اہم حصہ وہ احادیث ہیں جنہیں صوفیہ نے اپنے صوفیان مسلک کی اساس قرار دیتے ہوئے ان سے بحث و استنباط کیا ہے یا اصلاح پانن و تزکیہ نفس سے متعلق احادیث میں مثل زہد و رفق، خدمت دنیا، تزکیہ و تربیت اور اوراد و تلاکھ و غیرہ۔ ان موضوعات کی اہمیت کی بنا پر علماء حنفیہ نے "مشفق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں متعلقہ احادیث کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ مگر وہ خاص فن صوفیہ سے متعلق نہیں ہیں۔ لہذا صوفیان ادب میں یہ احادیث مستحکم ہیں۔

صوفیان ادب کی مشہور اور بہترین نمائندہ کتب میں سے شیخ عارف کاتبی م ۱۲۳۳ھ کی "الروایۃ فی الاعمال و الزہد" ابوہریرہ اسراج م ۱۲۷۸ھ کی کتاب "المعنی، شیخ ابوبکر کھڑکی م ۱۲۸۰ھ کی "التعرف لسلب اهل التصوف" ابوالخالد کتب م ۱۲۸۶ھ کی "فتوح القلوب" ابومہدی اصفہانی م ۱۲۳۳ھ کی "طبقات اصوفیہ" ابو نعیم اصفہانی م ۱۲۳۳ھ کی "حلیۃ الاولیاء" ابوالقاسم اصفہانی م ۱۲۹۵ھ کی "الرسالة القشیریۃ" شیخ علی کھڑکی م ۱۲۷۰ھ کی "كشف المحجوب" امام فرائی م ۱۵۰۵ھ کی "احیاء العلوم" (جو قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح و تربیت اور تقسیم و تخیل پر شہرہ آفاق تصنیف ہے)۔ شیخ محمد بن طایر المقتدی م ۱۵۰۷ھ کی "صلوة الصوف" شیخ مہدی القادری بیانی م ۱۲۳۰ھ کی "غیۃ الطالبین" شیخ شہاب الدین سہروردی م ۱۲۳۲ھ کی "عوارف المعارف" ابن عربی م ۱۲۳۸ھ کی "الفتوحات المکیۃ" شیخ نظام الدین اولیاء م ۱۲۶۵ھ کی "فوائد القواد" اور شیخ فرید الدین گنج شکر م ۱۲۷۰ھ کی "فوائد السالکین" اور مولانا رستم م ۱۲۷۲ھ کی "مشکوٰۃ سنوی" قابل ذکر ہیں۔ (۳۲) ان کتابوں میں صوفیہ کے اسرار و رموز اور علوم و معارف سے بحث ہے اور احادیث کا ذکر ان میں شرفاً آج سے لے کر "احیاء العلوم" میں احادیث کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ مشہور صوفی عالم ابن ابی عمیرہ ناگی انصاری ۱۲۹۵ھ کی کتاب "ہیجۃ المفوس" جو کہ "مختصر البخاری" کی شرح ہے اس میں انہوں نے احادیث بخاری کی شرح میں مسائل سلوک و صوفیہ اور مسائل اخلاق و آداب کا بھی استنباط کیا ہے۔ ان کتب نے صحیح الہدای میں جا پناہ اس کے حوالے کیے ہیں۔ کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تین سو احادیث کی شرح کی گئی تھی۔ (۳۳)

صوفیان ادب سے متعلق ایک اہم خدمت ان احادیث کی ترمیم و تحقیق ہے جو کتب صوفیہ میں

مقول ہیں اگرچہ اس نوعیت کا مستقل کام جو پہلے صوفیاء ادب کا احاطہ کرتا ہو انارے علم میں نہیں آتا۔ لطف اہل علم نے بڑی طور پر اسے موضوع تحقیق بنا دیا ہے۔ مثلاً حافظ زین الدین عراقیؒ نے المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار کے نام سے ایسا اہم کام کی احادیث کی تخریج کی اور ان کے راویوں اور احادیث کے درجات کی تعیین کی ہے مگر کی احادیث کے متعلق انہیں بھی یہ کہنا پڑا۔ "لم اجد لها اسناداً"۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی نے بھی "صحاح الشیخۃ المظنی بشرح احیاء علوم الدین" میں ان احادیث کی تخریج کر کے ان پر حدیث کا نام کیا ہے۔

انجیر احادیث میں سے موضوع احادیث کی تحقیق پر محدثین کی تصانیف میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو کتب صوفیہ میں پائی جاتی ہیں ان کتب موضوعات میں سے ان البزازی کی "العلل المتناہیة فی الاخبار الواہیة" اور "الموضوعات الکبریٰ" سیوطی کی "الذلالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ" علاء علی التاریخ کی "الموضوعات الکبریٰ" قاضی شہ کاشانی کی "القولائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" علامہ ظاہر علیؒ کی "لذکرۃ الموضوعات اور ابن عراقیؒ کی اس موضوع پر جامع تصنیف "غزیرۃ الشریعۃ المرپوعہ عن الاحادیث الشیعۃ الموضوعہ" قابل ذکر ہیں جن میں تصنیف اور موضوع احادیث کی تعداد ہی کی گئی ہے۔

کتب الاحادیث اشترکہ میں بھی (جو کہ ان احادیث کی تحقیق پر مشتمل ہیں جو لوگوں میں مشہور اور زبان زد عام ہیں مگر ان کی سندوں کا علم نہیں ہے) اس قسم کی کتب احادیث کی تخریج مل جاتی ہے جو صوفیوں عقول میں مشہور ہیں اس موضوع پر زرنگیؒ کی "الذکرۃ فی الاحادیث المشہورہ" ابن حجر کی "الذلالی المنثورہ فی الاحادیث المشہورہ" کے علاوہ عس الدین تلامذہ کی "المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث المشہورہ علی الالسنۃ" زیادہ مشہور ہیں۔

شعری ۱۱۱۱ھ بم ۱۷۰۰ء میں تاجی شاعرانہ الطرب میں صوفیوں ادب کا اہم ماخذ ہے ایک ایرانی فاضل بیاض ارباب فرہز المرحوم سابق ۱۱۰۰ء واکلاہ تبران نے شعری کی تمام احادیث کی "احادیث شعری" کے عنوان سے جمعہ تخریج کی ہے۔ (۳۳)

احادیث تصوف کی تدوین و تحقیق پر سب سے جامع کام انارے موضوع حکیم الامت حضرت قرظویؒ کا ہے جس کی تفصیل آئندہ طور پر میں آ رہی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ صوفیوں ادب جو کہ لطف تصانیف، مکتوبات اور کتبائے پر مشتمل ہے۔ ضعیف اور موضوع احادیث سے خالی نہیں اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ فقہ حدیث

صوفیہ کا موضوع نہیں رہا، احادیث کی تحقیق راویوں کی پیمانہ بین اور جرح و تعدیل ایک مستقل فن ہے اور صوفیہ کو اصنافِ نفس و تربیتِ باطن میں اہمیت کی بنا پر اس سے مناسبت نہ تھی اس لیے احادیث کی نقل و روایت کے معاملے میں استاد کی یہ اہمیت محدثین کے ہاں مسلم سے صوفیہ اس پر خاص توجہ نہ دے سکے بلکہ بعض اپنی سادہ دلی اور طبیعت کی پاکیزگی کی بنا پر جرح و تعدیل کو بیعت سے تعبیر کرنے لگے جیسا کہ ایضاً مازنی کو مشہور صوفی یوسف بن حسینؒ نے ادریس و اہل بیتؑ پر عداوت دیکھا تو کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ۳۰ یا ۲۰ سال پہلے جنس میں داخل ہو چکے ہیں اور تم ان کا ذکر کر کے ان کی بیعت کرتے ہو۔^(۳۵)

صوفیہ نے حسنِ عمل کی بنا پر بھی بہت سے احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جنہیں زوائد نے وضع کیا ہے یا چاہلِ دماغوں نے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی صوفیہ کی خصوصیت لکھتا ہے کہ اسے اسے لکھا گیا ہے۔^(۳۶)

جس کی بنا پر صوفیہ کے ہاں احادیث کی نقل و روایت میں صحت کا وہ معیار قائم نہ رہ سکا۔ یہ محدثین کے ہاں قائم ہے تاہم یہ حدیث نے نظر حدیث کے اصولوں کی روشنی میں صوفیہ کی کتابوں میں موجود احادیث کا تجزیہ کیا اور ان پر غلط نقد و جرح کی۔ صوفیانہ طرز و اسلوب کی مشہور زبانہ تصنیف ”ایضاً علوم الدین“ میں امام فخری م ۵۵۵ھ نے احادیث کا ایسا خاصا ذخیرہ نقل کیا ہے مگر وہ اپنی تمام تر غلطیوں کے باوجود ضعیف اور موضوع احادیث کی بنا پر تکیہ کا نکتہ بنی ان ہی جزی نے امام فخریؒ کے حدیث سے عدم اشتغال کی بنا پر اسے باطل احادیث سے منقطع قرار دیا۔^(۳۷) ان جزیؒ کے نزدیک اس میں مشائخ و صوفیہ کا بہت سا کام کتاب و سنت کے مطابق ہے اور اس کا اکثر حصہ قابلِ قبول ہے مگر اس میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع روایات بھی موجود ہیں۔^(۳۸) تالیفی الدین نکتی نے فخریؒ کی یہ سند احادیث پر ایک مستقل فصل قائم کی ہے جو تقریباً ایک سو دو صفحات پر محیط ہے^(۳۹) مگر بعد کے محدثین مثلاً حافظ زین الدین عراقیؒ اور علامہ مرتضیٰ زبیدی نے اپنی تصانیف کے ذریعے ان کی تعداد کو کافی حد تک کم کر دیا ہے۔ صوفیہ پر ابغالب کی ”قیوت القلوب“ میں بھی ضعیف بغدادی، ابن ہزازی اور غازی قاری وغیرہ محدثین نے موضوعات کی نشاندہی کی ہے۔^(۴۰)

مشہور صوفی اور محدث ابوجہم سہبانیؒ کی ”حلیۃ الاولیاء“ کے تحقیق بھی محدثین کی یہ رائے ہے کہ اس میں بجز موضوع روایات درج ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مشہور کتب صوفیہ صفحہ تصوف، عوارف المعارف، ہجرت الاسرار، کشف المحجوب وغیرہ میں بھی ضعیف اور موضوع روایات نقل

یہاں ان کی وضاحت ضروری ہے کہ تاتہرین حدیث میں سے ان جزئی اور ان جزیہ "نقد حدیث میں تصور ہونے کی حیثیت سے بھی معروف ہے بالخصوص اول الذکر نے تو بہت سی صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے۔" (۳۱) ان کے ساتھ ساتھ نقد صوفیہ میں بھی انہوں نے اپنے علم کو خوب استعمال کیا ہے اپنی تصانیف میں صوفیاء پر نقد و جرح کے ساتھ ساتھ ان کی نقل کردہ کئی ایک روایات کو کزور اور موضوع بتایا ہے ان لیے ان روایات کے نقد و میزان میں ان کی آراء سے استفادہ کیا جاسکتا ہے مگر ان پر کئی اعتراض کیا جاسکتا ہے۔

جب بات یہ ہے کہ خود ہائے ہائے محدثین و کتب و صحیحہ ، اصلاح ہائے اور تفاسیر و رزائل کے موضوع پر نقل کردہ احادیث کے بارے میں حسرت کا اہل معیار قائم نہیں رکھ سکے۔ (جو کہ صوفیانہ ادب کا اہم حصہ ہیں) مثلاً ان جزئی نے نقد حدیث میں اپنے تصور کے باوجود اپنی تصانیف "تلمیح العیسٰی"، "ذم الہوی"، "القصصہ"، اور "المولد العسٰی" وغیرہ میں بکثرت ضعیف موضوع اور مگر احادیث نقل کر دی ہیں۔

دینی علم حدیث کے مشہور ناقد ہیں مگر ان کی کتاب "الکفار" میں ضعیف احادیث موجود ہیں۔ نوٹی جو کہ حدیث کے معاملہ میں بہت حد تک جامع ہوتے ہیں اور عموماً ضعیف اور موضوع احادیث کو بغیر حصر ذکر نہیں کرتے مگر ان کی کتاب "الاذکار" میں بھی ضعیف احادیث موجود ہیں۔ سبھی کی احادیث کے معاملہ میں شامل مشہور ہیں، ان کی تصانیف بالخصوص "الخصائص الکبریٰ" اور "الجامع الصغیر" وغیرہ میں برہم کی رعب و ہائے احادیث جمع ہیں ان سے اعزاء ہوتا ہے کہ ضعیف و موضوع احادیث کی نقل و روایت صرف ملا صوفی تک محدود نہیں بلکہ خود تاتہرین حدیث اور ہائے ہائے محدثین سے بھی بعض شخصوں مہتممات پر احادیث کے معاملے میں شامل آتا ہے۔ اور ان ضمن فرماتے ہیں۔

"اذا روينا عن رسول الله ﷺ في الحلال والحرام والسنن والاحكام نلتذذنا بما في الاسانيد واذا روينا عن النبي ﷺ في فضائل الاعمال ومالايوضع حكما ولايرفعه لساعدا في الاسانيد." (۳۲)

(جب ہم رسول ﷺ سے طلال و حرام اور سنن احکام سے متعلق احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں لذت دہی اختیار کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال میں اور ان امور سے

حقیق جان سے کوئی حکم وضع یا رفع نہیں ہے، روایت کرتے ہیں تو ہم اساتذہ میں شامل ہوتے ہیں،

ان اصواتاً کہتے ہیں:

”بحوز عبد اهل الحديث وغيرهم الساعل في الاسانيد ورواية ماسوي الموضوع من انواع الاحاديث الضعيفة من غير اهتمام بيان ضعفها فيما سوى صفات الله تعالى و احكام الشريعة من الحلال و الحرام وغيرهما . وذلك كالمواضع و القصص و فضائل الاعمال و سائر فون الترغيب والترهيب و سائر مما لا تعلق له بالاحكام و العقائد.“^(۳۳)

(صحیحین وغیرم کے نزدیک موضوع کے ۱۰ احادیث ضعیفہ کے تمام انواع کی امانیہ میں ضعف کے بیان میں عدم اہتمام جیسا شمال ہاؤز ہے لیکن مثلث الہیہ اور مثال و حرام شیعہ احکام شریعت میں شمال ہاؤز نہیں یہ شمال مواضع، قصص اعمال، ترغیب و ترہیب کی تمام اقسام اور دیگر سب معاملات جن کا تعلق عقائد سے نہیں، میں ہاؤز ہے)

اس باب میں خود صحیحین کے شمال کا نتیجہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ بعض زیادہ نے ترغیب و ترہیب اور زہد و ورع سے حقیق احادیث گزرتے ہیں کوئی قیامت صوموں نہ کی اور کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ خود اس قسم کے دانشمندان نے حدیث گزرتے کا اعتراف کیا۔^(۳۴)

صوفیہ کے پاس احادیث کی نقل و روایت میں شمال سے تو انکار نہیں کہ وہ بعض اوقات دوسروں کی وضع کردہ روایات کو کھس حسن ظن کی بناء پر قبول کر لیتے تھے اور اسی بناء پر صحیحین نے بھی صوفیہ کی احادیث کو قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے مگر یہ دعویٰ حلیم کرنے میں باطل ہے کہ انہوں نے خود احادیث وضع کی ہیں جب کہ ابن جریر نے بعض صحیفین کے حقیق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ ترغیب و ترہیب کے لیے احادیث گزرتا مہاں کہتے تھے۔^(۳۵)

صوفیہ کی طرف وضع حدیث کی یہ نسبت ان لیے بھی درست نہیں کہ انکار صوفیہ میں سے جنہیں زہد و ورع میں کمال اور طریقہات میں رسوخ حاصل ہے کسی پر یہ الزام مانگتے نہیں کیا گیا۔ مطلق صوفیہ میں سے ذہانت صوفی اور اہلہ الذمیں اہلین اس حوالے سے مستمم ہیں^(۳۶) مگر اس پر کوئی مضحکہ شہادت موجود نہیں۔

احادیث تصوف پر حضرت قانونی کی تصانیف:

تصوف و سلوک سے متعلق احادیث کی بڑی تعداد حضرت قانونی کی تصانیف و مواظب میں موجود ہے مگر اس موضوع پر آپ کی مستقل دو تصانیف تاریخ حدیث و تصوف میں ایک اہم اضافہ ہیں۔ ان میں سے ایک "الشرف بمعرفة احادیث التصوف" اور دوسری "حقیقة الطريقة من السنة النبوية" کے نام سے معروف ہے جو کہ حضرت قانونی کی ایک اہم تصنیف "الکشف عن مہمات التصوف" کا اہم حصہ ہے۔ ان تصانیف سے آپ کا مقصد محض احادیث کی جمع و تدوین ہی نہیں بلکہ ان کا ایک صورت، نتیجہ اور سوئی کی حیثیت سے عارفانہ، مجتہدانہ اور ناقدانہ جائزہ بھی ہے۔ حقیقت الطریقہ کی تالیف سے آپ کا مقصد احادیث سے مسائل تصوف کو ثابت کرنا ہے۔ اور اشرف میں آپ نے اسی فن کے مسائل سے متعلق احادیث کی تخریج و تحقیق کی ہے۔ ان کا اسلوب و عارفانہ سبب اہم ہے۔

(۱) الشرف بمعرفة احادیث التصوف:

یہ کتاب حدیث اور تصوف و ایمان کا حسین اختراع ہے یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو سونہ کی تصانیف اور ان کے کلام میں وارد ہوئی ہے یا جن سے تصوف کے کسی مسئلہ پر استدلال کی جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں ان احادیث کی تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کی روشنی میں تصوف و سلوک کے مشروع مسائل مثلاً مہمات، اخلاق، آداب، لہجہات، اشکال و اعمال اور احوال و انکار وغیرہ ذرا بحث آئے ہیں۔ کتاب کی تہذیب میں حضرت قانونی نے اس کی تصنیف کی غرض و نیت یہ بتائی ہے کہ یہ ان احادیث کی تحقیق ہے جو حضرات سونہ کی زبانوں پر یا ان کی تشریحات میں مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں شائع ہوئی ہیں ایسی احادیث کو خشک اور محض حضرات سونہ قرار دینے ہی ان کا یہ موضوع قرار دینا یا تو اس جہ سے بچا ہے کہ ان احادیث کی سند معلوم نہیں ہوتی یا پھر ان کے معنیوں کو خلاف شرع خیال کرتے ہیں۔^(۱۸۸) آپ نے روایت اور دہانتی پہلوؤں سے اس پر بحث کی ہے، ضعیف اور موضوع احادیث (وہ احادیث جو دراصل حدیث نہیں اور حدیث کے نام سے مشہور ہوئی ہیں) ان کا بھی آپ نے مختلف جائزہ لیا ہے اس کتاب کے اہم ناطق صحاح ستہ کے علاوہ عراقی کی تخریج امیاء، مطہم، سلطانی کی مکتبہ صحت، سہلی کی جامع البصیر، اور منہجی کی "کوزالکافی" ہیں مذکورہ سب کے حوالوں کے ساتھ ساتھ آپ نے احادیث کے اصل مراتب اور بنیادی مآخذ کی بھی نشاندہی کی ہے۔

تشریح پارہوں میں مشتمل ہے، پہلا حصہ احادیث اہلہ اعلمیہ سے متعلق ہے جس کے چار اجزاء میں مہارت نمبر ۲ احادیث نمبر ۳ آیات نمبر ۴ مہکات-مہادات کے ضمن میں کتاب العلم، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب آداب القرآن، کتاب الاذکار و الدعوات کی احادیث درج کی گئی ہیں، احادیث کے تحت کتاب آداب الاکل، کتاب النکاح، کتاب آداب الکسب والمعاشر، کتاب الحلال والحرام، کتاب آداب الالفاظ، کتاب آداب العزلة اور کتاب السماع سے متعلق احادیث مندرج ہیں۔ مہکات کے تحت کتاب عجايب القلب، کتاب تہذیب النفس، کتاب علاج شہوت و بطن، کتاب آفات اللسان، کتاب مذمت غضب، کتاب مذمت بخل، کتاب مذمت جہ اور کتاب مذمت کبر کی احادیث ذکر کی ہیں۔

آیات کے عنوان کے تحت کتاب التوبہ، کتاب صبر وشکر، کتاب العفو والرجاء، کتاب القدر و الزهد، کتاب توحید و توکل، کتاب المحبة والشوق اور کتاب لاکر الموت کی احادیث نقل کی ہیں۔^(۳۸) اس سلسلے میں آپ کا مانڈ عراقی کی "تشریح احادیث الاحیاء" ہے۔ آپ نے آیات کی طرف ان احادیث کی توجیہ کی ہے جن سے فقہ تصوف و سلوک کے مسائل کا اثبات ہوتا ہے۔ آپ صرف احادیث کی توجیہ ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حدیث پر خود عنوان قائم کرتے ہیں پھر حدیث کی توجیہ اور ہدایاں اس سے حاصل قائمہ کی توجیہ فرماتے ہیں۔

خدا فضل اعلم و درجہ کے عنوان کے تحت درج ذیل تین احادیث کی توجیہ کی ہے:

۱. "قلب العلم فریضة علی کل مسلم" ابن ماجہ من حدیث انس و ضعفہ احمد والبیہقی وغیرہما
۲. "اطلبوا العلم ولو کان بالصین"، ابن عدی والبیہقی فی المدخل والشعب من حدیث انس قال البیہقی منہ مشہور و اسانیدہ ضعیفہ
۳. "الدال علی الخیر کفاعلہ" الترمذی من حدیث انس وقال غریب ورواہ مسلم وابوداؤد و الترمذی و صحیحہ عن ابن مسعود البدری بلفظ من دل علی خیر فله مثل اجر فاعلہ .

ہدایاں ان احادیث سے حاصل قائمہ کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "یہ تین حدیثیں علم سمجھنے اور سمجھنے کی کیفیت پر دال ہیں اور اس میں پہلا، صوفیہ کی اصلاح ہے جو علم کی خدمت کیا کرتے ہیں اور اس کو تشہود کا ثواب سمجھتے ہیں۔"^(۳۹)

اسی طرح چنڈے کی اصل کے بارے میں "اصل الاربعین" کا عنوان قائم کر کے اس کے ذیلی میں طیبہ (انجم کی حدیث) اور ایب (نسل کی ہے۔

"من اخلص لله اربعین يوماً طهر بنایح الحكمة من قلبه علی لسانہ۔"

(جو شخص چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اگلاں اختیار کرے، سخت (علم) کے خوشے اس کے قلب سے اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں)

اس حدیث سے حلقہ قائمہ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصل ہے چنڈے کی (کیونکہ اس کا حاصل بھی چالیس روز تک اگلاں کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے) اور برکات ہیں چنڈے کے اور اہانت ہے علم لدنی کا کیونکہ جس علم کا اس میں ذکر ہے وہ اسے کسب و قرہ عمل و اگلاں کا ہے۔^(۵۸) اس قسم کے پندرہ دیگر مقامات سب ذیلی ہیں۔

المولود للو العشق^(۵۹) اصل بعض القاب الصوفیہ^(۶۰) صححة الالہام^(۶۱) الاعتدال فی
المجاہدۃ^(۶۲) فضل الفکر^(۶۳) نسی الموت حوقلاً^(۶۴)

الکفر کا حصہ دوم ان امادیت کی گزنج پر مشتمل ہے جو شوی معنی کے بجز اول اور بجز چشم یا اس کی اصل شرح شفا کلید شوی میں موجود ہیں۔ اسی حصہ میں حرف گچی کی ترتیب کے مطابق "مقاصد الحسد" کی بھی بعض امادیت کی گزنج و تحقیق کی گئی ہے۔^(۵۵)

حصہ سوم و چہارم میں زیادہ تر امادیت "پانچ الصغیر" سے اور کچھ "تکون الحقائق" سے لی گئی ہیں۔^(۵۸) جو امادیت کا یہ ترتیب حرف گچی مجموعہ ہیں۔ حصہ سوم (جو کہ تمام تر "ادب" پر مشتمل ہے) میں مسائل اسلوب سے حلقہ امادیت نکلائی گئی ہیں، سب کہ حصہ چہارم "ادب" سے "سی" تک کی امادیت پر مشتمل ہے۔^(۵۹) حصہ چہارم حصہ سوم کی یہ نسبت ظہر ہے غالباً کم فرسٹی کی بنا پر اس حصہ میں سب سابقہ امادیت جمع نہیں ہوئیں۔ آخری دونوں حصوں میں ہر حدیث نقل کرنے کے بعد اس کے مآخذ کا پورا نام ذکر کرنے کی بجائے مختصرات کے ذریعے حدیث کا مزاج اور درجہ وغیرہ صحت کیا گیا ہے۔ مذکورہ حصوں کی امادیت کی گزنج کے ساتھ ساتھ آپ نے ان پر جو مقامات قائم کیے ہیں ان سے موضوع استدلال، مسئلہ شدہ مسئلہ اور امادیت میں مضمون زاد کی طرف راہنمائی ہوتی ہے، مثلاً پندرہ مقامات درج ذیلی ہیں۔ حسن اخلاقی الصوفیہ^(۶۰) بطلان مذہب الایمانیہ^(۶۱) العدلی بن النکیر وبن العلو فی التواضع^(۶۲) تسہیل علاج العصب^(۶۳) عدم العلو فی المجاہدۃ^(۶۴) وغیرہ۔

کتاب مذکور کے پہلے تین حصوں میں حضرت قانونی نے کتاب کا متن عربی اور اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اصل عربی متن کو "التصرف بمعرفۃ احادیث التصوف" سے موسوم کیا ہے اور اس کے اردو ترجمہ کو "مکمل التصوف فی تسہیل التصوف" کا عنوان دیا ہے، مگر پڑھتے پڑھتے حصہ میں باسائے احادیث کے عربی متن کو اقتدار کے پیش نظر حذف کر دیا اور حدیث کے عربی متن کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ اور مختلف مسائل و حقیقتات صرف اردو میں تحریر کرنے پر اکتفا فرمایا۔

اس کتاب کا سلسلہ تالیف ۱۳۳۱ھ سے ۱۳۵۲ھ تک پھیلا ہوا ہے یہ کتاب "رسالہ الہادی" (جس میں حضرت قانونی کے علوم و معارف شائع ہوئے تھے) (۱۵) میں جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے ابتداء کی صورت میں شائع ہوئی اور راجہ اٹلی ۱۳۵۳ھ میں مکمل ہوئی بعد ازاں الجزیرہ اعلیٰ، میدراپور، اٹلی سے (جو کہ چار سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے) باقاعدہ کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

۱۹۱۴ھ "مظاہر حوائی" کے زاویہ "التصرف" سے پہلے احادیث تصوف میں مشتمل کتاب غلطی میں نہیں آئی ان کے خیال میں یہ موضوع کا دوزخیں اور کسی صاحبِ ہمت کی تحقیق کا متقاضی ہے کیونکہ اس میں جملہ احادیث تصوف کا احتیاط نہیں ہوا۔ (۱۶)

(۴) حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الایلیقۃ:

یہ احادیث تصوف پر حضرت قانونی کی دوسری اہم تصنیف ہے جو "المکشف عن مہمات التصوف" کا اہم حصہ ہے جس کی حیثیت ایک "مشتمل تصنیف" کی ہے۔ حدیث و تصوف کی اہم خدمت پر مشتمل یہ کتاب ۱۳۴۱ھ میں تصنیف کی گئی، اس میں تصوف سے متعلق تیرہ مباحثات یعنی احوال، احوال، اشغال، تعلیمات، عبادات، لغات، عبادت و آداب، رسوم، مسائل، اقوال، توجیہات، اصطلاحات اور تحریقات کے ضمن میں تین سو تیس احادیث ذکر کی ہے اور ان سے تصوف کے مذکورہ موضوعات پر روشنی ڈالی ہے اور عربی متن حدیث اردو ترجمہ کے ساتھ ذکر کی ہیں اور ان سے تصوف کے مذکورہ موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ اور عربی متن حدیث اردو ترجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے بعد ازاں حدیث سے اٹھ سو فرامہ مسائل تصوف کی اردو میں تحقیق کی گئی ہے، مثلاً آپ نے بیعت کے موضوع پر "موسم" (۱۹۱۴ء اور نسائی کی ایک حدیث کراچی کی ہے حضرت صف بن مالک "انہی" سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو آئی تھی یا آتھ یا سات آپ نے فرمایا کہ تم رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے دیے اور عرض کیا کہ کس امر پر بیعت کریں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرہ اور

اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں چھو اور (انکام) سلو اور ماٹو اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مانگو، یہی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اتفاقاً چاک گر چڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دے۔

اس حدیث سے آپ نے جن مسائل کو ثابت کیا ہے۔ ایک تو نیت طریقت جو دراصل مہادہ ہے، انکرام انکام و انکام اعمال ظاہری و باطنی کا حصہ بعض اہل ظاہر بدعت کہتے ہیں اور نیت اسلام اور نیت جہاد ہی کو ملت سے ثابت قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات ہے کہ ظاہرین صحابہؓ ہیں اس لیے یہ نیت اسلام یقیناً نہیں بلکہ بدعات القضاہ واضح ہے کہ انکرام و انکرام اعمال کے لیے ہے۔

دوسرا مسئلہ تعلیم علیٰ لفظوں کا ہے جیسا کہ اکثر مشائخ مریدین کو ظہور میں علیہ تعلیم دیتے ہیں یا تو اس لیے کہ وہ امر عام فہم نہیں ہے اس کے اظہار میں اہل حق و انکرام عام کا ہے یا خصوصاً بصورت و انکرام ہے کہ اس میں غالب کے دل میں زیادہ وقعت اور حرمت ہوتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک امر علیٰ طور سے فرمایا۔ تیسرا انکرام علم شیخ میں مہادہ کا اثبات ہے۔ اکثر مریدین ایسے ایسے طہارت مرشد کے انکرام ماننے میں اس قدر مہادہ کرتے ہیں کہ رعایت علمی کے ساتھ دلائل ظاہر القضاہ تک کا لحاظ رکھتے ہیں۔

اس حدیث سے اس کا اثبات ہے کہ حضور ﷺ کی مراد دوسرے کی چیز مانگنے سے صحیح کرنا تھا نہ کہ اپنی چیز بلکہ استحضار مانگنے سے مگر اہل لفظی کی بھی رعایت کرتے ہوئے ایسا کرتے تھے جیسا دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اثناء غلبہ میں فرمایا کہ چلو جاؤ۔ ایک صحابی دروازہ سے آ رہے تھے سن کر وہاں ہی چلو گئے حالانکہ حضور حضور کا یہ تھا کہ اندر آ کر موقع پر چلو جاؤ کھڑے مت رہو۔ یہ شہد ہے نیت احرام و تائب شیخ کا جو کہ استواء باطنی کے لیے شرطِ اعلم ہے۔ (۶۷)

احادیث کے قصہ مصدقؐ فرما کر آپ نے جو احادیث قائم فرمائے ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل آئیں ہیں۔

عظیم بزمِ غیر ملکہ (۶۸) علم وحی (۶۹) کشف و کرامت (۷۰) عکس بعض انواع قبض (۷۱) کشف و کرامت (۷۲) عدم مفاہات دوسرے کمال دار (۷۳) ذک ثلث و گوشہ لیلیٰ (۷۴) وہد و استراق (۷۵) حرمت سراج و قرص حصارف۔ (۷۶)

حضرت قانونی کے نزدیک حقیقۃ الطریقہ سے منسوب ہر حق یعنی اجتناب بین الافراد و تقریباً کی بچوں و حقیق ہے کیونکہ بعض مشہورین کا تین و اہل حق کے بعض اقوال یا اعمال و احوال کی حقیقت سے واقفیت کی بناء پر انہیں مخالف سنت قرار دے کر ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور بعض ضعیف الاقوال یا ہنسن و اہل باطل کے تمام اقوال و اعمال احوال کو با حقیق شریعت لہول کر کے اور ان کی صحبت و خدمت اختیار کر کے ان کے صحبت و مقصدین کو اپنا دین شایع کر بیٹھتے ہیں اس لیے قرآن و حدیث سے طریقت کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہے تاکہ اہل کمال پر اللہ نہ ہو اور ہنسن پر اختیار نہ ہو۔ (۷۷)

"حقیقۃ الطریقہ" کے ساتھ ایک دوسرا رسالہ بھی ملتی ہے جو "الشکت الدقیقہ فیما یعلق بالحقیقہ" کے نام سے موسم ہے اس میں حقیقۃ الطریقہ کے برعکس مسئلہ کو مقدم اور اس کی مؤید حدیث کو بعد میں ذکر کیا ہے۔ اس حصہ میں کل ۲۵ احادیث کی تخریج و حقیق ہے جن میں سے چار احادیث "حقیقۃ الطریقہ" میں بھی گزر چکی ہے ان کے علاوہ کل انہیں احادیث مذکور ہیں۔ اس طرح "حقیقۃ الطریقہ" کی ۳۳۰ اور "الشکت الدقیقہ" کی ۲۱ احادیث کا مجموعہ کل ۳۵۱ احادیث ہیں۔ یہ کتاب ۲۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) مقررقات:

مذکورہ کتب کے علاوہ احادیث تصوف کی ایک مستقل تعداد آپ کی دیگر تصانیف رسائل، مواظبات، فتاویٰ اور مخطوطات وغیرہ میں بھی منتشر ہے جنہیں آپ نے تصوف کی تائید میں بطور استدلال ذکر کیا ہے۔ ان سے مختلف مسائل کی کتاب و مسئلہ کی روایت میں مختلف تخریج و حقیق کر کے حق حقیق ۱۱ کیا ہے۔ مثلاً تصوف کی حقیق پر آپ کا رسالہ "العرف فی تحقیق التصوف" جس میں آپ نے ثبوت تصوف پر مختلف آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے البتہ ان روایات سے استدلال تصوف کے مسنون ہونے کے استدلال کو دلائل کے ساتھ ملنا ثابت کیا ہے اور اس کی بعض معنیوں کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ (۷۸)

احادیث تصوف پر حضرت قانونی کی تحقیقات کا تعارف:

حضرت قانونی کی حدیث اور تصوف کے احزاب اور شریعت و طریقت کی حقیق پر جن حقیقتات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کے مطالعہ میں اس نمایاں علمی کام کے جو اہم اور انتہائی پہلو سامنے آتے

ہیں وہ سب ذیلی ہیں۔

۱۔ احادیثِ صوف کا اکتساب

ب۔ احادیثِ صوف کی تخریج و تصحیح

ج۔ احادیث سے تصوف و سلوک کا اثبات اور صوفیاء کا لینے کے اعمال و احوال کی تائید

د۔ احادیث کی روشنی میں تصوف کی تفسیر و تفسیح اور چاہا نہ تصوف و رسومات کی تردید

ان موضوعات سے متعلق تحقیقات کی تکمیل درج ذیلی ہیں۔

۱۔ احادیثِ صوف کا اکتساب:

حضرت قناتوی نے ”تہذیب المرید“ میں جن احادیث کا اکتساب فرمایا ہے وہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اکثر فہم میں مستند علماء، جامع البیہر اور کنوز الملتانی سے احادیث لی ہیں ایماہ اعظم اور شریفی سے بھی احادیث کو جمع فرمایا ہے، ان احادیث کا بیشتر حصہ کلام صوفیہ میں مندرج ہے۔

زید و رفیق اور ذمست دنیا کے موضوعات پر تو اس سے قبل بھی احادیث کا اکتساب ہوتا رہا مگر ایسا اکتساب جو تصوف کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ سائیکس طریقہ کی سند کی روشنی میں علمی و فہمی راہنمائی اور اصلاحی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو موجب نہ ہو سکا۔

حضرت قناتوی کی مذکورہ تصانیف نے اس ضرورت کو کافی حد تک پورا کر دیا ہے آپ کے اس اکتساب میں وہ احادیث بھی شامل ہیں جن سے صوفیاء نے اس سے قبل اشتغال نہیں کیا اور بظاہر ان احادیث کی سہولت شدہ مسائل سے کوئی مباحثہ بھی نظر نہیں آتی مگر آپ ان سے اس فن کے بعض دقیق مسائل اندکرتے ہیں۔

”المشرف“ کی تفسیر ہے مسند موصوف نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں بعض ایسی روایات بھی جمع کی گئی ہیں جن سے بعض مسائل مشہور فن تصوف کے حجت ہوتے ہیں مگر وہ روایات فن کی کتابوں میں (من حیث الاستدلال علی المسائل) مذکور نہیں اور نہ ہی مذکورہ مشیت سے اہل فن کی زبانوں پر ان کا تذکرہ ہوتا ہے اور بعض ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن کی اصل میں ملی جامہ انہیں اس لیے ذکر کیا ہے کہ ممکن ہے کسی کو ان کی اصل ملی جائے اور اس میں ملحق کر

(۷۹)

آپ کے نزدیک صوف چنگہ فقیر خاں و ہاشم کا نام ہے لہذا کوئی آیت اور حدیث اس سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ہر آیت اور حدیث میں کوئی نہ کوئی مسئلہ صوف کا ضرور ذکر ہے مگر آپ نے صرف انہی احادیث کا انتخاب فرمایا ہے جن کی نسبت تصوفیت کے ساتھ صوف کی طرف عام طور پر سب سے زیادہ تعلق ہے۔ آپ کے بقول یہ انتخاب بھی اس موضوع سے متعلق سب احادیث سے نہیں ہوا بلکہ ایک مختصر تعداد سے ہوا ہے۔^(۸۰) اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ مجموعے بھی تمام احادیث صوف کا احوال نہیں کرتے بلکہ اس انتخاب میں مزید اضافے کی گنجائش موجود ہے۔

”حقیقۃ الطریقۃ“ میں منتخب کی جانے والی احادیث کی تعداد ۱۳۱ ہے جب کہ ”المنشرف“ میں اصل احادیث کی تعداد ۱۴۱ و تحقیق کے ضمن میں بھی حدود احادیث ذکر ہیں اس لیے مجموعی طور پر ان کی تعداد بھی ایک ہزار سے زائد ہے۔

(ب) احادیث صوف کی تخریج و تحقیق:

احادیث صوف کے انتخاب کے ساتھ ساتھ حضرت قانونی نے ہر دو مجموعہ ہائے حدیث کی تخریج و تحقیق بھی فرمائی ہے اور ان احادیث کے اصل نازلہ کی بھی نشاندہی کی ہے ”المنشرف“ کے صدر اول کی احادیث ہرگز ”احیاء العلوم“ سے لی گئی ہیں ان کی تخریج میں آپ کا ماخذ عراقی کی تصحیح ”الاحیاء“ ہے۔ آپ نے احیاء کی تمام احادیث کے بجائے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن سے خاص فن صوف کے مسائل کا اثبات ہوتا ہے، صدر دوم میں زیادہ تر ان احادیث کی تخریج ہے جو مشرقی کے دہخ اور عظیم اور اس کی شرح کلید میں منقول ہیں۔

مشرقی رہی کے کئی ایک اشعار میں صریح قرآنی آیات و احادیث کا حوالہ آیا ہے اور بعض میں ان کی ترمیمی کی گئی ہے۔ حضرت قانونی نے ان اشعار میں موجود احادیث کی تخریج کی ہے مثلاً مشرقی کے صریح ”سی ہرگز مشرق از مدح شقی“ (مدحت آدمی کی مدح سے مشرق کا چہرہ ہے) کے ضمن میں یہ حدیث تخریج کی ہے۔

”اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ و احتز العرش“۔ رواہ السیوطی فی شعب الایمان
مکذبا فی مشکوٰۃ^(۸۱)

(جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں اور عرش کا چہرہ
گلا ہے)

شعوی ہی کے ایک شعر۔

بر کہ ترسید ازین و کتونی گزید / ترسد از او سے جن و افس و بر کہ دید

سے حقیق اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے جن کی ترمذی مذکورہ شعر کے ادریج کی گئی ہے لیکن حدیث ”من حافل اللہ حوِّف منہ کل شیء“^(۸۲) (جو اللہ سے اترتا ہے ہر چیز اس سے اترتی ہے) اور اس کے دیگر طرق اور مراجع کا بھی حوالہ دیا ہے۔^(۸۳)

اسی طرح ”اسمن صحابہ“ کے واقعہ کے مختلف اجزاء کی تالیف میں بخاری، ترمذی، مسند احمد اور دارمی وغیرہ کی آئمہ امانیٹ لائیں کی ہیں۔^(۸۴)

ان امانیٹ کی تخریج اور ان کے درجات کی تحقیق و تکلیف میں زیادہ تر ”المقاصد الحسنہ“ سے استفادہ کیا ہے اس کے علاوہ عراقی کی ”مصریح اصحاب“ اور سیوطی کی ”جامع الصحیح“ کے حوالے بھی نقل کیے ہیں۔

حضرت قنوتی نے پہلی شعوی کی امانیٹ کی تخریج کو موضوع نہیں بنایا اسی سلسلے کی ایک کاوش ایرانی فاضل بدیع الزمان فردوزاگر کی ہے جنہوں نے پہلی شعوی کا احاطہ کرتے ہوئے امانیٹ شعوی کی تخریج کی ہے اور ”امانیٹ شعوی“ کے عنوان سے ایک عمدہ کتاب زبان فارسی مرتب کی ہے تاہم حضرت قنوتی کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ بعض امانیٹ کا درجہ بھی متعین کرتے ہیں، ان کے مختلف طرق کی شناخت کرتے ہیں اور سندوں کے ضمیمے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، بعض امانیٹ کے مصنفین ”فلسفہ“ (میں جانا ہوں) کے الفاظ کے ساتھ اپنی رائے بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض کے آخر میں ”الف“ کے عنوان کے تحت اس حدیث سے استخراج کردہ اہم قائلے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

اس موضوع پر ”المتعرف“ اور ایرانی فاضل کی ”امانیٹ شعوی“ کے تفصیلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مؤثر الذکر تصنیف میں کئی ایک امانیٹ کی تخریج میں زیادہ وسعت نظر سے کام لیا گیا اور تخریج امانیٹ میں بعض ان اہم مآخذ سے استفادہ نہیں کیا گیا جن میں مشہور اور زبان زد عام امانیٹ کی تخریج کی گئی ہے اور جن کی سندوں کا عموماً علم نہیں ہوتا تھے زرنگی کی ”الصدقۃ فی الامانیٹ المشہورۃ“ اور بخاری کی ”المقاصد الحسنہ“۔ ان کتب سے حضرت قنوتی نے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

اس کتابی موازین کی ایک مثال درج ذیل شعر ہے :

گنت ظہیر آباد بانہ بر توکل زانوے اشتر پ بند
(ظہیرؒ نے آباد بانہ فرمایا کہ توکل کے ساتھ نبوت کے گنتے بھی ہاتھ دو)

فرز آفر مرہم نے اس شعر سے حلقہ حدیث کا مآخذ صرف "احیاء العلوم" کو قرار دیا ہے^(۸۵) جب کہ اس سے حلقہ حدیث متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ حضرت قانونی اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فی المقاصد حدیث "اعظھا و توکل" روی الترمذی فی الذمہد فی العلل والنہی
فی الشعب وابوعبید فی الحلیۃ وابن ابی الدنیا من حدیث المعبرۃ بن ابی فرہ
السوسی سمعت انساً یقول قال رجل یا رسول اعظھا و توکل او اعظھا و توکل قال
اعظھا و توکل یعنی الناقۃ۔"

بعد ازاں اس حدیث کے دیگر طرق اور ادب پر بحث کی ہے۔^(۸۶)

کتاب کے حصہ سوم اور چہارم میں حرف تہجی کی ترتیب کے ساتھ نقل کردہ احادیث کے مآخذ اور ادب کی کتابی علامات (ABBREVIATION) کے ذریعہ کی گئی ہے مثلاً بخاری کے لیے (ع) مسلم کے لیے (م) ابوداؤد کے لیے (د) ترمذی کے لیے (ت) نسائی کے لیے (ن) ابن ماجہ کے لیے (ج) مسند احمد کے لیے (م) مستدرک حاکم کے لیے (ک) مسند ابی یوسف کے لیے (ی) دارقطنی کے لیے (ق) وغیرہ اور حدیث کے درجات کی تقسیم کے لیے بھی یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ گج کے لیے (ج) حسن کے لیے (ح) اور شریف کے (ش)۔

"اشترؒ" میں کچھ احادیث ایسی بھی ہیں جن کے حلقہ حضرت قانونی نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ ان پر مطلق نہیں ہو سکتے مثلاً حدیث "حب الوطن من الایمان"۔^(۸۷) (وطن کی محبت ایمان میں داخل ہیں) اس کے حلقہ بھی ظہیر فرمایا ہے^(۸۸) اور حدیث "اللہیا مزرعة الآخرة"^(۸۹) کے حلقہ صاحب "مقاصد اہل بیت" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "میں اس پر آگاہ نہیں ہوا، مگر اس کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ اس کا مضمون قرآن مجید میں موجود ہیں "وابع فیما انک اللہ الدار الآخرة ولا تنس نصیبک من اللہ"^(۹۰) (اللہ تعالیٰ نے تم کو دنیا میں) دو دے رکھا ہو اس میں آخرت کی چیز کر اور دنیا میں اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموشی مت کر۔^(۹۱)

ضعیف و موضوع روایات کے متعلق حضرت قانونی کا موقف:

صوفی کے کام میں موجود ضعیف اور موضوع احادیث کے متعلق حضرت قانونی نے اپنے موقف کو کسی مرتب نقل میں تو نقل نہیں فرمایا تاہم اس قسم کی روایات کی تصحیح سے متعلق مواد کے مطالعہ سے آپ کے نقطہ نظر کی وضاحت درج ذیل نکات سے ہو سکتی ہے۔

۱۔ یہ مواد ضعیف، موضوع اور بے اصل روایات سے خالی قرار نہیں دیا جاسکتا ہی لیے آپ احادیث کے ضعف کی طرف (ض) کے ساتھ اشارہ فرماتے ہیں^(۴۲) اور موضوع کے متعلق اپنی محکمانہ رائے کے ساتھ ساتھ باقرین نمونہ کی آراء ذکر کر کے ان کی تکذیب فرماتے ہیں۔ اس طرح آپ نے متعدد موضوعات کی تکذیب فرمائی ہے مثلاً متعدد صوفیاء، و مطالع کے نزدیک حضور ﷺ سے فرق کی نسبت مشتمل اور صحیح حدیث سے جہت ہے، نئے صوفیاء غیر متحققین نے فرق کی اصل کی تالیف میں بطور سوتل نقل کیا ہے۔^(۴۳) حضرت قانونی نے اس کے بے اصل ہونے پر باقرین حدیث کی آراء نقل کی ہیں اور خود ان کی رائے کے مطابق اثبات فرق کے پختہ طریق ہیں ان میں سے ایک بھی ثابت نہیں اور کسی شریک، مسن یا ضعیف میں وارد نہیں ہوا کہ نبی ﷺ نے اس صورتہ جہاد بین الصوفیہ پر اپنے کسی صحابی کو فرق پہنچایا ہو اور نہ کسی صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایسا کریں اور یہ کہ اس باب میں صریح روایتیں آئی ہیں سب بے اصل ہیں، حضرت قانونی جس عرصہ کو مسنون کے بجائے اہل مہاجرت اور دم صانع قرار دیتے ہیں جو بہت سے صانع پر مبنی ہے جسے باقرین علوم ادیب کو تمام باہرہ اہل عبادت میں ایک دم ہے۔^(۴۴)

صوفیاء کے ہاں ایک روایت پر بھی مشہور ہے کہ ابو سعید نے حضور ﷺ کے سامنے بیعت الہیہ پر مبنی یہ اشعار پڑھے تھے۔

قد لست حیا الہوی کیدی فلا طیب لہا ولا رافی
الاحیاب الذی شغلت بہ فعدہ رقیسی و نورافی

آپ یہ اشعار سن کر دہد میں آگے تکی کہ آپ کی چادر مہارک شانہ مہارک سے گر گئی۔^(۴۵) اس روایت کے متعلق آپ نے ان جہت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ قصہ بائع حدیثین لفظ ہے اور جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب موضوع ہے تاہم قادمہ میں تحریر فرماتے ہیں، ”یہ سماع (دہد و قادمہ) علماء صوفیہ کے نزدیک انفرادی طورہ کے لیے ایک امر فی نفس مہاجرت ہے مگر خاص شراک کے ساتھ جو ان کے نزدیک مقررہ ہیں۔“^(۴۶)

حدیث "مسح العين" یعنی اذان میں شہد ان محمد رسول اللہ کے جواب میں "شہد ان محمد اعدہ ورسولہ رضیت باللہ ربنا وبالاسلام دینا وبعحمدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیا" کہ کر شہادت کی دہوں انگلیوں کے پردوں کے اندر دینی صدر کو چوم کر دہوں آنکھوں پر پھیرنے سے حلق روایت کی صحت کا آپ نے انکار کیا ہے، جن میں اس عمل کی فضیلت وارد ہوئی ہے کہ اس عمل پر شفاعت جارت ہوگی اور آنکھیں آشپ اور کوری سے محفوظ رہیں گی آپ کے نزدیک مشائخ سے اس بارے میں کچھ اقوال منقول ہیں۔ آپ قواعد شریعہ کی رو سے اس عمل کا حکم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ عمل بامقارہ ثواب کیا جائے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادہ فی العین ہے اور اس زیادہ میں جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں ان میں سے اکثر کا یہی اعتقاد ہے جو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر صحت پایہ (یعنی حفاظت قائم) کی نیت سے کیا جائے تو وہ ایک حکم کی عین تکرار ہے جو وہ تکہ چلا رہے لیکن اگر یہ سب ہو جائے ایمان قربت کا جیسا تمام ناس سے یہی احوال ہے تو اس مطلقاً منع کیا جائیگا۔^(۹۷)

اسی طرح ایک روایت "ان بلا مکان بعدل الشین فی الاذان سینا" (والشین کی جگہ اذان میں سین کہتے تھے) کو اذان کثیر کے حوالے سے بے اصل قرار دیا ہے، اور حدیث "عامر بن موسی الاعدی الاوعین" (کوئی نبی چالیس برس سے کم میں نبی نہیں بناسکے گا) کو اذان الجوزی کے حوالے سے موضوع کیا ہے۔^(۹۸) آپ کے نزدیک روایت "بعثت فی زمن الملک العادل" (میں عادل بادشاہ (توحیدیان) کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں) بھی بے اصل ہے۔^(۹۹)

۲۔ فقہ حدیث میں آپ ان حدیث کے مقلد نہیں بلکہ آپ کے نزدیک بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی اپنے مضمون کے اعتبار سے درست قابل قبول اور صحیح استدلال ہیں (جن کی مثالیں آگے آ رہی ہیں) اور جن فقہ ائمہ کی روایتیں میں ان پر منتج کا حکم لگانا درست نہیں۔ مثلاً

(۱) بعض احادیث کی توجیہ آپ یوں کرتے ہیں کہ یہ لفظ موضوع ہیں معنا نہیں یعنی جن الفاظ کے ساتھ وہ احادیث منقول ہیں وہ ثابت نہیں لہذا ان کا مضمون دوسری احادیث سے مزید ہوتا ہے جیسے حدیث "لو لاک لما خلقت الافلاک"^(۱۰۰) (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پھینک دیتا) کو معنائی اور معنائی لے موضوع کہا ہے حضرت قتادہ نے اس کی اصل کی تکرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں لی مگر اس کا مضمون اس حدیث سے جارت ہے جسے وہی نے "مسند الفردوس" میں اذان عہاں سے روایت ہے "بقول اللہ وعزلی وجاہلی لولاک لما خلقت"

اللہ ولما خلقت الجنة" (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم سے میری عزت اور جلال کی (اے تم) اگر آپ نہ ہو تو میں دیا کو اور جنت کو پیدا نہ کرتا) (۱۰۱) عبادت اللہ سے متعلق صوفیہ کے ہاں یہ حدیث بہت معروف ہے "اعدی اعدوک نفسک نفس من حبیبک" (۱۰۲) (میرا سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے جو میری عقل میں موجود ہے) اس کی سند میں صحیحین کے نزدیک محمد بن عبدالرحمن بن قزوان وصابی حدیث میں شمار ہوتا ہے حضرت قاتونی کے نزدیک اس کا مضمون درست ہے اور قرآن سے مزید ہے "ان النفس لامارة بالسوء" (۱۰۳) (نفس بری بات کی بہت فرمائش کرنے والا ہے) اور بری بات کی فرمائش کرنے والے دشمن ہی کا کام ہے نیز دوسری حدیث "المجاهد من جاهد نفسه" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۱۰۴)

صحابان متون میں جبیل و معروف حدیث "الظفر لعمری وہ الفصیح" (ظفر میرا نثر ہے اور میں اس پر نثر کرتا ہوں) کو ان جیسے "ان نثر اور طاوتی وغیرہ انہ حدیث لے مہتمم قرار دیا ہے۔ (۱۰۵) آپ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "میں کہتا ہوں نثر کی نشیبت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں اور نشیبت ہی کی چیزوں پر نثر ہوتی ہے پس یہ نثر والی حدیث نشیبت والی حدیثوں کی مبادل التزای ہے" (پس مونا ہے اصل نہ ہوئی)۔ (۱۰۶)

حق اور حمت کے عنوان کے تحت حضرت قاتونی نے "ایہ اعلم" کی ایک حدیث نقل کی ہے:
 "يقول الله عز وجل لقد حال شوق الابواب الى القدس والى لقاءهم اشد شوقاً"
 (نیک بندوں کو میرے لئے کھلے کاشق بہت بڑھ گیا اور میں ان کے لئے کاشق ہے ان سے زیادہ
 متعلق ہوں)۔

عراقی وغیرہ نے اسے بے اصل قرار دیا ہے مگر آپ کے نزدیک اس کا مضمون صحیح حدیث میں وارد ہے۔ "من احب لقاء الله احب الله لقاء" (۱۰۷) (جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتا ہے) کیونکہ شوق آہار حمت میں سے ایک اثر ہے۔ (۱۰۸)

حدیث "ريق المؤمن شفاء" (مؤمن کا لعاب شفاء ہے) کے متعلق فرماتے ہیں اس کا مضمون صحیح ہے (گو اللہ چاہت نہیں) پتا چلے سمیعین میں حضور اقدس ﷺ کے ارشاد سے لعاب سے شفاء حاصل کرنے کی دعا مذکور ہے۔ بسم اللہ تربة ارضا بريقة بعضنا يشفي سقيماً بالان ورنہ (۱۰۹) آپ کے نزدیک اس سے سار اہلسن شفاء کا مضمون بھی ثابت ہوتا ہے اور اہل طریق کے پاس بزرگوں کی کھائی ہوئی چیز سے برکت حاصل کرنے کا معمول بہت زیادہ ہے۔ (۱۱۰)

حضرت قاتونی نے موضوع کے علاوہ کئی ضعیف احادیث کے ضمن میں سویرہ قرار دیتے ہوئے اس سے استہلال کیا ہے کیونکہ ان کے مؤایات قرآن و حدیث میں سویرہ ہیں جیسا کہ "المعرف" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بعض اوقات ان روایات میں سے بعض میں ضعف بھی پایا ہے مگر وہ ضعف اس لیے مستتر ہے کہ ان روایات سے جو مسئلہ اصل مقصود ہے وہ احادیث صحیحہ جگہ آہٹ قرآن سے مؤید ہے جیسا کہ قرآن کی مزاحمت کرنے والے پر عملی نہیں۔^(۱۱۶)

(ب) بعض بے اصل اور موضوع روایات آپ کے نزدیک صولیاء کے اقوال ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت روایت ہائمی کی ہوتی ہے^(۱۱۷) (یعنی راہی جب سن ہوئی بات کے الفاظ کی بجائے معانی کی روایت کرے) جسے مجدد مصدقین نے بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔^(۱۱۸) اس قسم کے کئی اقوال کی حضرت قاتونی نے تلامذہ کی بے بنیاد حیثیت روایت ہائمی کی ہے۔ مثلاً ایک روایت "من اراد ان یجلس مع اللہ فی مجلس مع اهل الصوف" (جو اللہ کے ساتھ مجلس کرنا چاہے تو وہ اہل صوف کے ساتھ مجلس اختیار کرے) صحیحی نے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ اسے موضوع قرار دیا ہے^(۱۱۹) مگر حضرت قاتونی اس کی ترویج میں فرماتے ہیں:

"حدیث میں یہ الفاظ قول نہیں آتے یہ قول دوسرے قول الفاظ سے بانٹوا ہو سکتے ہیں حدیث مشہور "ماجلس من ذکرتہ" (۱۲۰) سے حق تعالیٰ کا مجلس اہل ذکر ہونا ثابت ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر ایک ہی مجلس کے دو مجلس ہوں تو وہ باہم بھی مجلس ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ ذکر کا مجلس ہے اور دوسرا مجلس بھی (ذکر کا مجلس ہے تو وہ مجلس بھی اللہ تعالیٰ کا مجلس ہوا اور اہل ذکر و اہل صوف مراد ہیں تو اہل صوف کے مجلس کا مجلس حق ہونا ثابت ہو گیا۔ اور یہی تفصیل حضرت مرشدی کے ارشاد کی کہ حدیث میں اہل صوف کا قول نہیں مگر اہل الذکر کا لفظ ہے۔ فرض یہ روایت ہائمی ہے جو کہ مجلس روایت بالفظ کے مستتر ہے۔" صولیاء کے پاس یہ قسم اس مفہوم کی ترجمانی کر رہا ہے۔

بزرگ خواب ہم نشینی با خدا اور عقیدہ در حضور ہادیار (۱۲۱)

ایک اور روایت "موتوا لہل ان موتوا" (مرنے سے پہلے مرنا) کے حلقہ تھکتے ہیں کہ اگر اس کو حدیث بخاری و ترمذی "وعدتک من اهل القبور" (اپنے کو اہل گور میں سے شمار کر) کی روایت کو ہائمی کیا ہے تو مستند نہیں اور اکثر صریح اقوال ان حضرات کے نام حدیث جو مشہور ہیں اکثر ان کے مضامین احادیث میں وارد ہیں اس لیے صولیاء کو مضامین حدیث کہنا زیادتی ہے۔^(۱۲۲)

(۳) صوفی کے کلام میں بعض احادیث پر کتب فہم میں موجود نہ ہونے کی بنا پر حسب قواعد محدثین حدیث کا اتفاق نہیں ہوتا مگر حضرت قانونی کے نزدیک اس قسم کی روایت کی توجیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ جس طرح محدثین نے "احادیث متاسیہ" پر حدیث اسی طرح ممکن ہے کہ ان حضرات کو کشف سے ان کا حدیث ہونا ثابت ہو اور احادیث ایساہی پر اطلاق حدیث کا کر دیا ہو۔^(۸۸)

حدیث بخاری و مسلم "عن راضی فی المنام فقد راضی فان الشیطان لا یستقل فی صورہی"۔ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) نے بھوکے خواب میں دیکھا تو اس نے بھوکے ہی دیکھا کیونکہ شیطان صبری صورت میں نہیں ہی سکتا سے اختلاف قائمہ میں حضرت قانونی ان اہل ظاہر کی تردید فرماتے ہیں جو بعض صوفی کے کلام میں بدون حدیث پائی جانے والی بعض مہارتوں کی بنا پر انہیں مضاعف حدیث سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ کشف یا مقام (خواب) میں انہوں نے حضور پُر نور ﷺ سے بیکر ارشادات سنے ہوں اس لیے ان کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا خود محدثین نے احادیث متاسیہ کو کشف حدیث سے تعبیر کیا ہے جیسا امام مغانی نے "مشاروق الاقوال" میں حدیث "اذا وضع العشاء" اے حاتم کے طریق سے نقل کی ہے اسی طرح احادیث کھلی کو حدیث کہنا صحیح ہے اور ان میں یہ شرط ہے کہ قواعد شریعہ کے خلاف نہ ہوں۔^(۸۹)

حقیقت یہ ہے کہ حدیث متاسی حضرت قانونی یا صوفی کی اعتراض نہیں بلکہ بعض محدثین نے اس کی روایت بھی کی ہے۔ حدیث متاسی "اذا وضع العشاء الع" جس کی طرف حضرت قانونی نے اپنے اشارہ فرمایا ہے۔ "مشاروق الاقوال" میں موجود ہے، اس کے مؤلف مغانی نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت اور آپ سے حدیث "اذا وضع العشاء والجمعت الصلوٰۃ فابدوا بالعشاء" (بپ رات کا کھانا چار ہو اور عشاء کی نماز کی اقامت ہو تو تم کھانے کی ابتدا کرو) کی صحت کے حعلق اپنے سوال کا ذکر کیا ہے کہ یا رسول اللہ! کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔^(۹۰)

مغانی نے ایک دوسرے مقام پر مردہ چھلی کے حوال ہونے پر حدیث نقل کرنے کے بعد اس قسم کے ایک دوسرے خواب کو بطریق روایت نقل کیا ہے کہ خواب میں انہوں حضور ﷺ سے سوال کیا۔ "یا رسول اللہ! ما تقول فی حوت میت رماہ البحر احلال و هو یبسم اللہ تع" (اے اللہ کے رسول! آپ مردہ چھلی کے حعلق کیا فرماتے ہیں جسے سمندر نے باہر پھینک دیا۔ کیا وہ حلال ہے؟ تو حضور ﷺ نے صبری طرف منکراتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ہاں حلال ہے۔^(۹۱)

حضرت قتادہ کی اس رائے کی جانب بعض دوسرے محققین صوفیہ علماء کے ذریعے بھی ہوتی ہے جن کے نزدیک حدیث کی صحت اور کشف اور الہام کے ذریعے بھی ممکن ہے اور انہیں کشف و وحی طریقے سے روایت کیا جاسکتا ہے جیسا کہ لکھوتی "ابن عربی" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"ہما اوقات ایما ہے کہ حدیث طریق روایت کے لحاظ سے تو صحیح ہوتی ہے مگر جب صاحب کشف نے اسے رسول ﷺ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ صحیح ہے تو اس کا موضوع ہونا معلوم ہوا اور اس پر عمل متحرک ہو گیا اگرچہ بعض اہل نقل صحت طریق کی بناء پر اس پر عمل کرتے ہیں اور اکثر حدیث کے رواہ میں دانشمندی کی وجہ سے ضعف طریق ہے تو اس پر عمل ترک کیا جاتا ہے لیکن وہ اصلاً صحیح ہوتی ہے کیونکہ صاحب کشف اسے کشف یا غراب میں رسول ﷺ سے سنتا ہے۔" (۱۲۲)

اسی بناء پر شیخ ابن عربی نے حدیث "صکت کلوا معطفا... فتح" کی روایت کو نقل کی رو سے غیر ثابت اور کشف کی رو سے صحیح قرار دیا ہے۔ (۱۲۳) شاہ ولی اللہ دہلوی بھی یہی نقطہ نظر رکھتے ہیں انہوں نے بھی کشف و مقام کے ذریعے چالیس احادیث اپنے رسالہ "الدر الثمین فی صیغرات النبی الامین" میں نقل کی ہیں جس کی ابتدا میں وہ فرماتے ہیں۔

هذا ربعون حنیفا من احادیث النبی ﷺ التي تروى من جهة الرؤيا او من جهة مشاهدته
روحہ الکریمہ جمعہا فی هذه الرسالة منها ما لا واسطة بیسی وینہ ﷺ ومنها ما یكون
بیسی وینہ ﷺ واسطة واحدة ومنها ما یكون بیسی وینہ ﷺ واسطان او اکثر۔ (۱۲۴)

ان روایات میں سے ۲۳ روایت شاہ ولی اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

"سأله ﷺ عن هذه المذاهب و هذه الطرق ایها اولیٰ صندہ بالاخذ واجب لفاضل علی
قلی من ان المذاهب والطرق کلها سواء لا فضل لواحد علی الآخر" (۱۲۵)

حضرت قتادہ کی بطریق مقام و کشف روایات کے بارے میں موقف سے یہ نتیجہ اللہ کرنا درست نہ ہوگا کہ وہ اس قسم کی روایات کی صحت اور حجیت کے بھی قائل ہیں ان کا قصور حضرات صوفیہ کی روایت کردہ ان احادیث کی توجیہ ہے جو محدثین کے اصولوں کے مطابق ثابت نہیں کہ یہ روایات کشفی یا وحی کی ہیں اور ان پر حدیث کا اطلاق خود بعض محدثین نے کیا ہے۔ تاہم ان کے اعتبار و قبول کے لیے انہوں نے یہ شرط بھی لپی ڈر کر دی ہے کہ وہ قواعد شریعہ کے خلاف نہ ہوں اور ان کے مضمون قرآن یا احادیث سے متضاد نہ ہوں۔

دیگر محدثین کی طرح وہ خود بھی کشف کو بہت تسلیم نہیں کرتے مگر چونکہ اس قسم کی کئی ایک احادیث فی ثبوت سے قائل اعتبار نہیں ہوئیں، مگر ان کا اصل مضمون ثابت ہوتا ہے خواہ خود اس روایت کی انت سے خواہ دوسری کسی حدیث مؤید سے اس لیے آپ ان پر اعتراض کرنے میں تھکاؤ کو مناسب نہیں سمجھتے۔^(۳۶)

(۳) صوفیہ کے کام میں بعض احادیث جیسے موضوع ہیں (جن میں سے چند ایک کا حوالہ دیا جا چکا ہے)

حضرت لغواتی نے حضرات صوفیہ کی اس قسم سے ناواقفیت اور قہ اور حسن ظن کی بناء پر ان کے نقل کرنے پر معذور قرار دیا ہے ایک حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں:

”یہی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حسن ظن سے کسی کتاب میں دیکھ کر یا کسی راوی سے جو بظہر صالح ظاہر تھیں کہ اس کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا اور چونکہ ان میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت، کلیہ احادیث ان حضرات کا ظن بھی نہیں اس لیے یہ قطعی معذور ہے۔“^(۳۷)

اس قسم کی توجیہ آپ نے کئی ایک موضوع روایات کی تخریج کرتے ہوئے کی ہے کہ راوی نے اسے حسن ظن کی بناء پر نقل کر دیا ہے اور اس کی تصریح کی ہے کہ جیسا کہ ان تمام غیر ثابت حدیثوں میں ہے جن کو صوفیہ اپنے کام میں لے آتے ہیں۔^(۳۸)

(ج) احادیث سے تصوف و سلوک کا اثبات اور صوفیاء کا ملین کے اعمال و احوال کی تائید:

احادیث تصوف کی تدوین کا ایک اہم مقصد تصوف و سلوک کو دراصل صحیحہ سے مؤید کرنا اور صوفیاء کا ملین کے مختلف احوال، اشغال و احوال کی تائید و تصویب ہے، آپ نے تصوف کے متعدد موضوعات پر احادیث کی روشنی میں کام کیا ہے اور ان کی شریعت پر بحث کی ہے، مثلاً ثبوت بہت طریقہ، بہت ناکارہ مشائخ، ذکر بجز ذکر طرہ، حجاز زیادہ فی الودکار، مراقبات، کرامت، کشف، صلح، قبض، سکر و حال، توکل اور عزالت وغیرہ، ضمن صوفیاء کا ملین کے بعض اشغال و احوال کی احادیث سے تائید کی ہے جن پر باہم تائیدیں تصوف کی طرف سے نقد و جرح کی جاتی ہے۔ ان تحقیقات نے تصوف و سلوک کی علمی و فہمی بنیادوں کو مزید محکم کیا ہے۔ ان میں سے چند موضوعات

پہ لیاں تھیلہا ذیل میں بیٹی کی جاتی ہیں۔ جن سے حدیث میں آپ کی وصیت نذر کے ساتھ ساتھ آپ کا فرزند اشراول وقت استہلال کھلت اور انتہائی ذوق بھی لیاں ہے۔

۱۔ ثبوت بیعت طریقت:

صوفیاء کے ہاں اصلاح باطن اور تزکیہ و تربیت نفوس کے لیے کسی صاحب نسبت شیخ سے بیعت کو ضروری سمجھا جاتا ہے انہوں نے اپنے اپنے ذوق اور معیار کے مطابق شیخ کا دل کی مختلف علامات ذکر کی ہے۔ حضرت قانوی کے نزدیک شیخ کامل میں ان شرائط کا ہونا ضروری ہے:

- ۱۔ بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔
- ۲۔ عتقاد اہل و اخلاق شرع کا پابند ہو۔
- ۳۔ دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شیعہ دنیا ہے۔
- ۴۔ کسی شیخ کامل کی صحبت میں چلنے رہا ہو۔
- ۵۔ اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔
- ۶۔ یہ نسبت عوام کے خواص یعنی فقیر و پادار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔^(۳۹)

بیعت طریقت کے ثبوت میں حضرت قانوی نے مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی حدیث حریف بن مالک ارجحی کی تخریج کی ہے (جس کا حوالہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے) جس میں حضور ﷺ نے اللہ کی عبادت، شکر سے اجتناب، پانچوں نمازوں کی پابندی اور حج و طاعت پر بغض صحابہ سے بیعت لی تھی۔ آپ اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید فرماتے ہیں، جو بیعت اسلام اور بیعت جہاد ہی کو سنت سے ثابت کرتے ہیں اور بیعت طریقت کو (جو دراصل معاہدہ ہے) التزام احکام و انجام اعمال ظاہری و باطنی کو بیعت قرار دیتے ہیں۔

حضرت قانوی کا اشراول اس حدیث سے ہے کہ عائشہ نے جبکہ صحابہؓ ہیں اس لیے یہ بیعت اسلام بقیۃ نہیں بلکہ جلالۃ اللغات واضح ہے کہ التزام و انجام اعمال کے لیے ہے۔ گویا آپ کے نزدیک بیعت سے اصل فرض التزام احکام و انجام اعمال ہونا چاہیے۔^(۴۰) دوسری جگہ وہ بیعت سے متعلق غلام صورت اور قائد افغانی کی نقل کرتے ہیں کہ اس سے حضور نہ تو تکلف و کرامت کی طلب ہونا چاہیے نہ یہ فرض کہ سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد شیخ ائمہ دار ہو جائے گا، اور غلام کی ہی صل کرتے رہو اور شیخ سے نجات والے کا خود جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت قانوی سے فرمایا تھا "یا فاطمۃ العلیٰ عسک من الدار" (اسلم) (اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچا) یہ ارادہ بھی

لغذ ہے کہ ایک نظر سے شیخ کمال کر دے گا نہ محنت کرنا پڑے گی نہ معاشی کے ترک کا قصد کرنا پڑے گا۔ اگر اس طریق سے کام بن جاتا تو صحابہ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا۔ جناب رسول صلیب ﷺ سے زیادہ کون کمال اختر ہوگا۔ آپ کے نزدیک بیعت سے نہ تو جوش و مستی نہ انوارات، کلیات و احوال کا قصد صحیح ہے اور نہ ہی شیخ کے کرب عملیات اور دعاؤں سے عبادت و توجیرہ دنیاوی امور میں مستغنیہ ہونے کی غرض درست ہے آپ کے نزدیک اصل غرض بیعت سے رضاء حق ہوتی ہے جسے جس کا طریقہ انعام شریفہ کا اظہار اور ذکر پر مابست کرنا ہے، شیخ اس کی تکمیل کرتا ہے اور مرید اس پر کار بند ہوتا ہے۔ شیخ کی طرف سے اس کی تکمیل کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اس کی انجام کا عہد، یہی حقیقت ہے جو مرید کی۔^(۳۳)

۲۔ بیعت کا نہایت مشائخ:

مشائخ کے ہاں یہ بھی رسم ہے کہ غالب کی درخواست بیعت پر جب کہ اسے شیخ کی خدمت میں حاضری کا موقع نہ ملے، ناکہانہ بیعت کر لی جاتی ہے۔ حضرت قنوتی نے بیعت ناکہانہ کا حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ مد کے دن کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ "مَنْ" اللہ و رسول کے کام میں مجھے ہونے ہیں (مضور ﷺ کی مساجد کی بنیاد داری کے لیے) ان کے لیے میں بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے اس موقع پر حضرت عثمان کی غیر حاضری کے باوجود ان کی رضائے و راجت کی وجہ سے انہیں بیعت فرمایا۔ حضرت قنوتی کے نزدیک اگرچہ یہ بیعت قتال کی قسمی لیکن اقسام بیعت میں اس امر میں فرق کا کوئی بھی جگہ نہیں۔^(۳۴) دوسرے مقام پر بیعت رضوان کی حدیث سے بیعت ناکہانہ کو ثابت کیا ہے۔^(۳۵)

۳۔ ذکر مفرد کی مشروہیت:

ابن حینہ نے صوفیہ کے ام وامت یا ام مفرد (اللہ اللہ) کے ساتھ ذکر کو غیر مشروع قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "لم يذكر فالك احد من سلف الامة ولا شرع فالك رسول الله ﷺ" (امت کے انہوں میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مشروع ٹھہرایا ہے) حضرت قنوتی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "بعض کا اس طریقہ ذکر پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ اللہ مفرد ہے اس لیے نہ کسی معنی قرنی کو ملیے نہ یہ معنی انتہائی کو پھر اس ذکر سے معنی سے کیا فائدہ؟ آپ نے اس کی مشروہیت پر مسلم کی حدیث اُس کوزنجی کی ہے "لا تلوم الساعه حتى لا يظلم في الارض الله الله" وفي رواية "لا تلوم الساعه على احد

يقول الله الله: "قامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ انکی حالت ہو جائے گی کہ دنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ قامت ایسے کسی شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہے ہوگا۔"

آپ کے نزدیک اس حدیث میں خود ہی افراد کے ساتھ اس نام پاک کو مقول بتایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا کہ شخص اسی کا تخرار بھی شروع ہے اور معنی یکہ قرآنکرا میں حصر نہیں اگر اس سے حرکت و اختصار شخص ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر منیدہ کیوں ہوگا، ارشاد خداوندی ہے "اولادکم اسمو ربکم" (۱۳۵) تاہم الفاظ سے شخص اسم کے ذکر کو بھی عام ہے۔ (۳۲۱)

ایک دوسرے مقام پر اس کی تحقیق میں فرماتے ہیں اس طریق ذکر (مطرح) کو طریق مقول صریح سے مفضل کیا جائے گا۔ لیکن عارض لئح خاص کے سبب (کہ وہ دفع و صاف و معنی خواطر ہے جو کہ مطاہر ہے) بعض کے لیے اس کو مصلح ترجیح دی جاسکتی ہے جیسا کہ ایسے ہی مصالیح کے سبب ذکر علی کو ذکر علی پر کہ دلیل سے اس کا افضل ہونا ثابت ہے اس طرح اعلان صدقہ کو اظہار صدقہ پر بعض کے لیے مصلح مانا ہونے کو اختیار لے لکھا ہے اور اگر مصلحہ بھی نہ کیا جیسا ان عبدالسلام کی رائے ہے مگر تمام معنی جو مذہبی نہیں اور مطاہرہ سے اس کا معنی خواطر میں جو کہ مامور ہے ہے جہن میں ہونا معلوم ہے پس شخص دیگر تالیف امور مطاہرہ شریعہ کے پر بھی مطلب ہوگا۔ (۳۲۲)

۳۔ جواز زیارت فی الازکار:

مسئلہ اذکار میں اٹھانے کے جواز کو حضرت قنابتی نے حدیث ابن عمرؓ سے ثابت کیا ہے "رسال اللہ ﷺ لیسک میں کلمات الصومر سے زائد نہ فرماتے تھے مگر حضرت عمرؓ لیسک و معدہ یک و الصبر فی یدیک و الرغاء الیک و العمل" اور بیضا دیتے تھے۔ (۳۲۳) اور ایک روایت میں ہے کہ بعض لوگ ۱۵ عبارتیں وغیرہ الفاظ بیضا دیتے تھے اور حضور ﷺ ان کو یکہ نہ فرماتے تھے۔ (۳۲۴)

حضرت قنابتی اس حدیث کے ذریعہ بعض تصدیقین کے حضرات صوفیہ پر لکھے اذکار و اہواز کے انہاد پر بدعت کے اعتراض کو رد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اس انہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ لیسک مقول پر جس قدر زیارت تھی وہ انہاد ہی کی فرد ہے اور مصلح ان انہاد جواز کا لقب ہے کسی حال کا یا قصد تعمیل ہے کسی حال کا البتہ بدعت وہ انہاد ہے جو جزد دین بنا دیا جائے گوئی کلمہ وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو اور اگر فی کلمہ بھی غیر مباح ہو تو اور بھی مباح و واجب ہے۔ (۳۲۵)

۵۔ ذکر میں شرب، جبر اور ذکر الا اللہ کے جواز پر حدیث سے وثیق استنباط:

بعض حضرات ذکر میں شرب، جبر اور شخص اللہ کے تخرار پر اعتراض کرتے ہیں آپ نے

بخاری کی حدیث بناء سے ان میں مسائل پر تعلق استنباط کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے زیادہ عشق میں یہ روز پاس رہے تھے۔

والله لولا الله ما صلينا
فانزلن مسكينا علينا
ان الاولى قد بعى علينا
ولا تصدقا ولا صلينا
ولست الاقدام ان لا صلينا
انا اولوا فضلنا اينا

اور اس کے آخری کلمہ "اينا اينا" کو تحریر کے ساتھ اور آواز کو روز اور بنا کر کے فرماتے تھے۔^(۱۲۱) حضرت قانونی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت (ذکر میں) شرب کی مشروہیت پر اس طرح ہے کہ بعض کلمات میں شرب سے حضور اڑ خاص کا اہتمام ہے اور یہی اہتمام اڑ خاص حضور ﷺ کا حضور ﷺ کا کلمہ "اينا" کے تحریر اور جو و مد صوت سے پس طبع کے اشتراک سے ہم بھی صحیح ہو سکتے ہیں۔ یہ حدیث جس طرح مشروہیت شرب پر مبنی دال ہے اس طرح جو بالذکر و مد صوت بعض کلمات و تحریر بعض آواز کام جیسے الفاظ بہانہ تکمیل جملہ پر بھی نسا دال ہے مگر آپ نے صرف ایک آواز یعنی آواز کا جو کہ معمول ہے (یعنی اينا) تحریر فرمایا بہانہ شرب کے جو کہ مال ہے (یعنی انا اولوا فضلنا) کے بغیر) اس کے مقابلہ ہے تحریر الفاظ معمول کا بہانہ اولوا مال کے۔^(۱۲۲)

۶۔ ذکر جبر کی مشروہیت:

حضرت قانونی نے ذکر جبر کی مشروہیت کو حدیث ابی داؤد سے ثابت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں اصناف کے دوران لوگوں کو قرآن پکار کر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: "الا تکلّمکم بنا جبر وہ فلا یؤدبن بعضکم بعضاً ولا یبرفع بعضکم علی بعض فی القراة و فی الصلوة" (تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہے پس ایک دوسرے کو یہ بیان مت کہہ یعنی قرآن پڑھتے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز مت بلند کرو۔ حضرت قانونی اس سے ثابت کرتے ہیں کہ ایک تو ذکر جبر فی نذر مشرور ہے دوسرا یہ کہ اس کی مشروہیت مشرور ہے اس سے کہ کسی کو ایذا اور تکلیف نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ عبادت حضور تو عس ذکر ہے اور جبر فی نذر عبادت نہیں صرف اس میں بعض مصاحف ہیں جاؤ عقب، تکمیل کلمات (روایاں) وغیرہ لیکن اگر کسی کو ایذا پہنچے تو ایذا زمانی سے جو معرت ہاشمی ہوتی ہے وہ اس مصلحت سے زیادہ اشد ہے۔ لہذا اس وقت اظہار ضروری ہے۔ دبا یہ کہ اگر مفاسد و مصاحف دونوں قسم کے معروض نہ ہوں تو فی نذر جبر جبری ہے یا ظنی، تو اعداد سے انضیات ظنی کی معلوم ہوتی ہے۔^(۱۲۳)

۷۔ مراقبہ:

صوفیاء کے اشغال میں مراقبہ کو خاص اہمیت حاصل ہے یعنی ذات و صفات حق تعالیٰ یا کسی مضمون خاص کی طرف تدریج سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور قلب میں موانعیت کے ساتھ بنانا یہ مراقبہ کہلاتا ہے۔^(۱۳۳) حضرت قنوتی نے مختلف اصناف سے اسے ثابت کیا ہے، مثلاً ترمذی کی حدیث ابن عباسؓ میں ہے۔ "قال ابوہنکر یا رسول اللہ قد شئت فان شہیسی ہود والواقعۃ" (حضرت ابوہنکر نے عرض کیا یا رسول اللہ: آپ تو بڑھے ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے یازحا کر دیا) حضرت قنوتی کے نزدیک یہ اثر شہیت کا ہے کہ جان سے یازحا کر دے مگر دائم و توجہ قوی پر موقوف ہے اس سے عمل مراقبہ کا اثبات ہوتا ہے۔^(۱۳۴)

دوسرے مقام پر بھی مضمون دوسری حدیث ابن عباس سے ثابت کیا جس کی تخریج دائرین نے کی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "سکت و صیغ رسول اللہ ﷺ فقال یا غلام احفظ اللہ بعدہ تعالک" (میں رسول ﷺ کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو۔ اس کو اپنے سامنے پاؤ گے) حدیث کے تحت تصدیق قائمہ میں فرماتے ہیں:

"اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اصل طریق کے عبادت گزار سے ہے۔ وہ کسی خاص صفت شخص اس کے راجح ہونے کے لیے ہے حضور پانچاں نہیں اس لیے اس صفت کے مخصوص ہونے کی ضرورت نہیں۔"^(۱۳۵)

۸۔ کرامت:

حضرت قنوتی کے نزدیک کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی قبیلہ کمال سے صادر ہو اور قانون عبادت سے خارج ہو۔ "اگر وہ امر خلاف عبادت نہ ہو تو کرامت نہیں اور غیر قبیلہ سے صادر ہو تو استدراج ہے۔"^(۱۳۶)

کرامت کے وقوع اور اس کی صحت پر آپ نے بخاری کی حدیث ابراہیم سے استدلال کیا ہے:

"کان اسید بن حضیر و عباد بن بشر عند رسول اللہ ﷺ فی لیلۃ مظلمۃ فخرج من عندہ ثلاثا یبورین بین یدیہما فلما انفرا صامع کل واحد منہما نور"

(حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک تاریک شب میں حاضر تھے پھر انہوں نے آپ کے پاس سے چلے گئے سو ان دونوں کے آگے دو نور نمودار

ہو گئے جب دونوں ہوا ہوئے تو ایک ایک نور ہر ایک ساتھ ہو گیا۔^(۱۳۸)

دوسرے مقام پر حدیث مسلم سے استدلال کیا ہے جو اخیراً سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم لوگوں نے کوئی شہر ایسا بنا ہے جس کی ایک جانب تنگی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں، لوگوں نے عرض کیا ہی ہاں بنا ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک اس شہر پر ستر ہزار نبی اسحاق جہاد نہ کریں گے اور یہ لوگ جب وہاں اتریں گے تو نہ تنہا ہمارے لڑیں گے اور نہ غیر بھیگیں گے صرف زمان سے کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پس (اس کے اثر سے) اس شہر کی وہ جانب گر پڑے گی جو سمندر میں ہے پھر دوبارہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، سو اس کی دوسری جانب بھی گر پڑے گی۔ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں بعض معزنی المشراب الہام کے کرامت کے منکر ہوتے ہیں۔ حدیث میں ان نبی اسحاق کی ایک بین کرامت کی خبر دی گئی ہے جو ان سے صادر ہوئی۔^(۱۳۹)

۹۔ نبوت کشف، کشف قبور و فیض ہائقی از اہل قبور:

”حضرت قانونی نے کشف ایضاً حدیث ترمذی ”القول فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله“ (مؤمن کی فراسات سے ارادہ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) نیز حدیث ان لله تعالیٰ عبادنا يعرفون الناس بالوهم^(۱۴۰) (اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ لوگوں کی حالت) کو فراسات سے پہچان لیتے ہیں) سے کشف کو ثابت کیا ہے^(۱۴۱) مگر اس کے ساتھ ساتھ حدیث ان میاد سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اہل باطن کو بھی کشف کائنات و احوال خاطر ہو سکتا ہے اس لیے یہ علامت دلالت کی نہیں۔ ان میاد کے قصہ میں ہے۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ میں نے ایک بات دل میں پہچالی ہے۔ (۱۴۲) کیا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آیت دل میں سون لی۔ یوم تلتی السماء بدخان مسین^(۱۴۳) ان میاد نے کہا کہ وہ دغ یعنی دھان ہے آپ نے فرمایا ائیل و لغار رہ تو اپنی اس حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۔^(۱۴۴)

دوسرے مقام پر آپ نے کشف و الہام کے صحیح ہونے کے باوجود انکی عدم ثبوت کا ذکر کیا ہے۔^(۱۴۵) حضرت قانونی نے ایک حدیث سے کشف قبور کے وقوع کو بھی ثابت فرمایا ہے۔ حدیث ترمذی ان مہمان سے مروی ہے کہ کسی صحابی نے اپنا قبر پر لکھا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو مبارک الذی ینبذہ الملک^(۱۴۶) پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو فتح کیا وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کی خبر آپ کو دی۔ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے یہ سورت نہایت دینے والی ہے یہ سورت مردہ کو حیات
 اسی سے نہایت دیتی ہے۔" (۱۵۷)

۱۰۔ شکر و صوم و قلبہ حال:

صوم کے اہوال میں سے کسی وارد نہیں کی جاہ پر ظاہر و باطن احکام میں امتیاز کا اظہار جانا سکر
 ہے اور اس امتیاز کا محور آقا صوم ہے۔ (۱۵۸) بعض صومغ نے سکر کی حالت کو صوم پر قلبیت دہی ہے
 کیونکہ اس میں غیب و غریب کیفیات و مشاہدات اور اسرار و علوم سے سہاقت پاتا ہے مگر چونکہ اس
 حالت میں مشاہدات کے وقوع کا بھی امکان ہے اس لیے اس علم و تجربہ علماء نے اس حالت کے باطن
 ہونے کی نفی دہلی کے ساتھ ہے۔ (۱۵۹) حضرت قانونی کے نزدیک حالت سکر کا لیٹن پر بھی طاری
 ہونکتی ہے مگر وہ قلبہ حال کے سبب مظهر ہوتے ہیں۔ آپ نے "الکشف" میں حضرت عمرؓ کے
 واقعہ سے بھی استہلال کیا ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب حضور ﷺ مہذب بن ابی کی نماز جنازہ کے
 لیے نکلائے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپؐ کا کپڑا پکڑ لیا تو اظہ لے آپ کو اس پر تاز چھٹنے سے
 منع فرمایا ہے جس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اس میں اختیار دیا ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کو
 بغض فی اللہ کے قوی دور کی جاہ پر ایسا حال طاری ہوا کہ ان کو اس طرف التفات نہ ہوا کہ میں
 رسال اللہ ﷺ سے قرآن و فہما کیا معاملہ کر رہا ہوں جو صورتہ اللہ سے مستبعد ہے سو اسکی حالت میں
 شارع نے مظهر دکھا ہے پھر جب حالت صوم میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھ کو اپنی
 جرأت پر تائب ہوا اور نام ہوئے۔ (۱۶۰)

حضرت قانونی کے نزدیک کا لیٹن پر بھی قلبہ حال ہو سکتا ہے، حتیٰ کہ مانگہ پر بھی آپ نے یہ
 استہلال حدیث ترمذی سے کیا ہے جو دن مہاراً سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب
 اللہ تعالیٰ نے فرعون کو فریق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان آتا ہوں اس پر کہ کوئی مسودہ ہوتی
 نہیں بلکہ اس ذات کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں: "ما محمد
 لو راہی واما احد من رجال البحر وانشہ فی قبہ معظفہ ان تدركہ الرحمۃ" حدیث کی ترویج میں
 آپ لکھتے ہیں، "ایضاً یہ کہ حد قول ایمان کا بعد اتباع شرائط کے قلب ہے پر اگر وہ وقت قول
 توبہ کا نہ تھا تو زبان سے کہنا ناخوش نہیں ہو سکتا اور اگر وہ وقت قول کا تھا تو عزم قلب کا فی تھا اور
 اس کے اس کے اند میں کچھ دینا یہ سبب قلبہ سکر کے تھا۔ اور سبب اس قلبہ کا عایت اللہ کا بغض
 فی اللہ تھا۔" (۱۶۱)

۱۱۔ مصلحتات:

بعض صوفیہ سے کھرا یا تڑا لیا جانے والا میں بعض ایسے کلمات منقول ہیں جن کا ظاہری عنوان مومن کثرتی ہے اور وہ شریعت پر متعلق نہیں ہوتے انہیں مصلح و احوال کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے کلمات مختلف اکار صوفیاء مثلاً شیخ باجوہ لفظی، حسین بن منصور حلاج، سہیل بن عبداللہ سمرقانی اور شیخ ابوالحسن نرقانی وغیرہ سے منقول ہیں (جیسے باجوہ لفظی کا مشہور مصلح ”سبحانی ما عظم شانی“ اور حلاجی کا نعرہ ”ما معلوم مصلحت کے متعلق بعض صوفیہ نے وقت اور سکت کو ترجیح دی ہے اور اکثریت نے جہاں وہ توجہ کو مگر ان ہجرتی وغیرہ نے ان تاویلات کو شرافت کہہ کر انہیں مسترد کیا ہے۔^(۱۳۰) حضرت قناتانی نے ان کے متعلق منقول مسک القیام کیا ہے۔

آپ نے غالب حال میں مصلح کے وقوع اور اصل مصلح کے مفہوم بولنے اور ان پر مواظفہ نہ ہونے کو مختلف احوال سے ثابت کیا۔ مثلاً حدیث ترمذی ”اللہ افوح بنبوة عبده السطون من رحلی نزل فی ارض ذویۃ (یعنی قولہ) فلذا راحلہ عبده علیہا زادہ وشر بہ لم قال اللہم انت عدوی والاربع اصلا من شدۃ الفرح“۔ (اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے توجہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی کائنات میں پہنچ کر مقام کرے اور سو کر جو اچھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پائے اور لہجہ پر بیان ہو یہاں تک کہ بعد کھانے کے باپیں ہو کر مرنے کے لیے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آجائے اور اس میں آگہ تک جائے پھر آگہ کھانے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کا چاند اس کے پاس کھڑا ہے اور اس پر اس کا سامان خود دلوں موجود ہے پس (جوش خوشی میں) اس کے منہ سے یہ لفظ کہ اسے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، ہمارے خوشی کے قلمی کہ گیا۔ حضرت قناتانی فرماتے ہیں اس حدیث میں اس حال کا اس کی تکبیر سے مسترد ہوتا ہے اور نیز اس پر مواظفہ نہ ہوتا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے نقل کے بعد اس پر انکار نہیں فرمایا گیا۔^(۱۳۱)

اسی قسم کا استدلال آپ نے مشہور واقعہ تک سے بھی کیا ہے جو صحاح میں موجود ہے کہ جب حضرت عائشہ کی برکت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا اھو اور حضور ﷺ کے پاس چلا کیسے تھیں کہ والدہ میں اٹھ کر آپ کے پاس نہ چلاں گی اور میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا گھر یہ ادا نہ کروں گی۔

اسی نے میری برکت نازل فرمائی۔ ”حضرت قناتانی کے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ کہنا اسی (مصلحت) کے قبیل سے ہے جس کا مثلاً ایک خاص سبب سے شدت تم سے ہے یا کہ خود بناپ رسول

جہاں ﷺ بھی بھٹھائے شریعت و عدم ظم فہم اس معاملہ میں مشوں و مزود تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کو اس نزول کی اطلاع تھی پس ان کو یہ چلن تھا کہ انہوں نے آپ کو بھی شہ ہے پس برکت کے نزول سے ان کو جوش آ گیا اور یہ جواب ان سے صادر ہوا پندرہ حضور ﷺ نے اس پر انکار میں فرمایا اس لیے حدیث سے اہل مطہ و ذوال کا حضور ہونا ثابت ہو گیا۔ (۱۳۳)

۱۲۔ قبض و بسط:

صوفیہ کے ہاں محبوب کی تجلی جلال یعنی آجہر حضرت ۱۰-۱۱۰۱۱ کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا یا کسی مصلحت سے واردات کا اکتفاء قبض کہلاتا ہے اور اس کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آجہر لطف و فضل کے درود سے قلب کو سرد و فرست ہوتا۔ (۱۳۴) حالت قبض و بسط کے وقوع پر حضرت قانونی نے ان تین صحابہ کرامؓ کے واقعہ سے استدلال فرمایا ہے جو صحاح میں منقول ہے۔ یہ صحابہ فرود تکہ میں پیچھے رہ گئے تھے (اس کی طرف قرآنی آیت و علی الفلکة اللہین حلقوا حصی الاضافت علیہم الارض بما رحمت وصدقت علیہم الفسہم) (۱۳۵) میں بھی اشارہ ہے) حضرت قانونی کے نزدیک ان تین اصحاب کی حالت تجلی بھی قبض کی ایک صورت تھی جس کا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آجہر جہاں سے ہے اسی حالت کو اس قصہ میں ”صیغ ارض و صیغ نفس“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی واقعہ میں ان حضرات پر قبول توبہ کے بعد حالت بسط بھی وارد ہوئی چنانچہ حدیث میں مصرح ہے جس کا روئی باڑ مشرک کو اپنا تمام لباس اتار کر دے دیتا ہے۔ (۱۳۶)

حالت قبض کا اثبات آپ نے فرمایا وہی کے واقعہ سے بھی کیا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ابتداء ہجرت میں جب کہ وہی میں توقف ہوا) اس وجہ معلوم ہونے کہ خم کے سبب کئی بار اس ارادہ سے تخریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر سے گر کر کہاں اترے گا ۳۰ شب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی فرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آئے اور فرماتے اے محمدؐ (معلوم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں چاہے آپ سے آپ کے قلب کو سکون پہنچا اور ہی ضرر پہنچا۔ (۱۳۷)

۱۳۔ طائفک مست:

صوفیہ کے ہاں چھ طائفک (لغیظ قلب، لغیظ روح، لغیظ نفس، لغیظ سر، لغیظ علی اور لغیظ اہلی) مشہور ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے حضرت قانونی نے ”غیاب القلوب“ کے حوالے سے ان ماہیہ کی حدیث اہلی صحابہ سے جارت کیا ہے کہ اس سے ان طائفک کی طرف اشارہ ہوا ہے:

”تم وضع (ﷺ) بندہ علی ناصیہ اسی مخلوقہ تم امرھا علی وجہہ من بین لہ یمہ (وہی نسخا من بین یمہ) علی کیدہ تم بلغت بد رسول اللہ ﷺ سورۃ اسی مخلوقہ تم قال رسول اللہ ﷺ بارک اللہ لک وعلیک (ابن ماجہ باب الترجیع فی الاذان)
 (پھر حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک اہلحدیث کے قدموں پر (یعنی سر کے اگے حصہ پر) رکھا پھر اس (پانچ) کو ان کے چہرہ پر سے گزرا، اس طرح سے کہ ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سے (یعنی ۱۲ سے) اور دوسرے ٹوکے ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان جو جسم کی سطح ہے اس پر سے لگتا ہوا اگلے ٹکڑے پر (گزرا) پھر حضور اقدس ﷺ کا دست مبارک اہلحدیث کی ناف پر پانچا پھر رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ہے اور تمہارے لیے برکت فرمائے۔

حضرت قنونی کے نزدیک ان لٹاک کا خاص خاص تعلق چند ہادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے اور گو اصل دلیل ان شخصیات کی کثرت ہے اور وہ اس میں یہ موقف بھی نہیں لیکن وہی احساس میں یہ حدیث ان مقامات کی طرف اس طرح متوجہ ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے دست مبارک ایصال برکت کے لیے ان ہی خاص مقامات پر پھیلا پھر برکت کی دعا فرمائی سو یہ تو ضروری بات ہے کہ ان مقامات کو قابلیت لغزرت میں دوسرے مقامات پر ترجیح ہے اگر آپ نے قصداً ایسا کیا ہے جب تو ترجیح ظاہر ہے اور اگر اتفاقاً ایسا کیا تو اس اتفاق کا واقع ہونا خدا ساز ترجیح کی علامت ہے اور بعد انضمام کثرت کے اس ترجیح کی بناء پر قریب وہی خاص تعلقات ہیں ان لٹاک کے ان خاص خاص اجزاء چند ہادی کے ساتھ۔ آپ کے نزدیک ان لٹاک میں سے بعض کا نام تو نصیبتوں میں بھی ذکر ہے جسے روح، قلب، اور فہم اور بعض کا غیر ذکر ہے جیسے سر، عقلی اور اہلی اور بعض نے ان کی ذکریت کے ہادی کے لیے اتنا ہی ذکر کیا ہے جو قریب قریب کے ہے۔ (۱۶۸) اس کے علاوہ لٹاک پر مستقل اجماعی مکتوبات بہت اپنے رسالہ ”اللطائف من اللطائف“ میں بھی کی ہے۔ (۱۶۹)

۱۳۔ تجرد و ترک کثرت بصلحت:

صوفی کی اکثریت لٹاک کی فضیلت کی فائل ہے مگر بعض صوفی نے ترک لٹاک یا تجرد کی فضیلت پر بعض اہادیث سے استدلال کیا ہے۔ تاثرین نے ان اہادیث کو مہضوع قرار دیا ہے۔ (۱۷۰)
 حضرت قنونی لٹاک کی فضیلت اور اس کے مستون ہونے کے فائل ہیں مگر ترک لٹاک کے جواز پر بھی انہوں نے (۱۷۱) کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو صرف ابن مالک (۱۷۲) سے مروی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان امراتك شفعاء العبدین کھاتین یوم القیامة امراتك امت من زوجها ذات منصب
وجمال حسنت نفسها علی بنامی ما حتی بانوا وامانوا.“^(۱۴۱)
(میں اور وہ عورت جس کے رشتہ داروں کی رائے (حسنت و عفت سے) پائی رہی ہو محض
ان وہ اللہ کے (یعنی سہاب و وحی کے قریب) ہوں گے قیامت کے روز یعنی وہ عورت
جو اپنے شوہر سے پیار ہوگی اور شان و صورت والی ہے اور اپنے کو اپنے خیم بچوں (کی
پرورش) کے لیے لٹاؤ سے باز رکھا یہاں تک کہ وہ (بڑے ہو کر) الگ ہو سکے یا سر
کئے۔)

اس حدیث کی تفسیر میں حضرت قنابٹی فرماتے ہیں بعض روایت آفات تعلقات سے بچنے کے
لیے یا مشغولی مع اللہ میں نقصان و ہزل کے اجتناب سے لڑائی نہیں کرتے بعض قاصر الہم ان پر ضمن
ذکر سنت کا کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صریحاً اجازت بلکہ فضیلت ہے کہ جہاں بچوں کی امانت
حقوق کا ادا ہو لڑائی نہ کرے بشرطیکہ اپنے دین کی حفاظت پر قادر ہو جیسا کہ عامہ صوفیوں سے
معلوم ہے)۔ یہ بچوں کا قیام حق مذہب سے تو حق تعالیٰ کے حقوق و تعلقات عامہ کا ضائع ہو جانا
کیوں نہ ہذا ہوگا (اور وہی شرط حفاظت دین یعنی کف نفس عن المرام پر قدرت یہاں بھی مستتر
ہے۔) (۱۴۲)

حضرت قنابٹی نے اس نکتہ نظر پر بعض باتدین صوفیوں نے سخت جرح کی ہے آپ نے اس طرز
استدلال کے ذریعہ ایک سنت بلکہ بعض حالت میں واجب و فرض کو رد کرنے کی کوشش کی ہے ان کے
ذریعہ آپ نے قرآن و حدیث سے ذکر لڑائی کے لیے عذر جوش کرنے اور ذکر لڑائی کو ذکر
سنت کہنے والوں کو قاصر الہم قرار دے کر بہت بڑی جسارت کی ہے۔ (۱۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قنابٹی لڑائی کی سنت اور فضیلت کے قائل ہیں البتہ وہ ذکر لڑائی کو
بعض افراد کے لیے بعض مصالح اور اطوار کی بناء پر خصوصاً شرانگہ کے ساتھ ہانا قرار دیتے ہیں۔
”مختصر“ میں آپ نے اسی ضمنوں کے مطابق ایک دوسری حدیث سے بھی استفادہ کرتے ہوئے لکھا
ہے کہ ”اس سے ثابت ہوا کہ ہرگز لڑائی کو سنت سمجھنے کے باوجود کسی مصلحت مستتر بہا عندالشرع کے
سبب لڑائی نہ کرے تو منافقت نہیں بلکہ وہ مصلحت اگر شرعاً مطلوب ہے اور لڑائی اس میں عمل ہوگا تو
لڑائی نہ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے تو جن بزرگوں نے لڑائی نہیں کیا ان پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ

وہ اپنی حالت کا اعجاز کر کے شانِ داری کے جگزیں کو تفریحاً لنگھانے کے لیے محل بھیجتے تھے۔ نور شہاد نے بعض اہول میں نواح کو کھردھ اور حرام فرمایا ہے۔^(۱۶۳)

اگرچہ آپ نے بعض قسموں اہول میں بعض ہڑوں کے لیے ترک نواح کے جواز پر بکہ لپیٹتے پر مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے مگر دوسرے مقام پر آپ نے ترک نواح کو قربت گننے کی ذمت کے عنوان کے تحت ایک حدیث گزشتہ کی ہے "من لیل فطیس ما" (۱۶۴) (جو بعض نواح سے نواح اختیار کرے یعنی باوجود کھانے کھس و قدرت کے نواح نہ کرے) وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے) اس حدیث کے تحت آپ نے ان صوفیوں کی ذمت کی ہے جو ترک نواح کو قربت کا ادب سمجھتے ہیں۔ اہل اہول نے غرہ ہوئی، مانی یا دینا کو اس ذمت سے مستثنیٰ ظہرایا ہے اور دینا غرہ یہ بتایا ہے کہ نواح کے بعد صفت ہمت کے سبب دین کی حفاظت نہ کر سکے۔^(۱۶۵)

لہذا اس قسم کے مطہر کے لیے جس سے دین کے فرائض و واجبات کے ترک کا اندیشہ ہو، ترک سنت (یعنی ترک نواح) کے جواز میں کیا امکان ہو سکتا ہے؟ حضرت قاضی کا قصور مذکورہ حدیث سے تجرد کے جواز کو ثابت کرنا ہے نہ کہ اس فعل (تجرد) کے مستثنیٰ ہونے کا ثبوت۔ ان کا نظریہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مصارع و اہلکار کی بنا پر کسی سنت کو فرائض و واجبات کے ترک کے اندیشہ سے چھوڑ دینا مذکورہ حدیث کی روایت میں نہ صرف جواز بلکہ خاص اس شخص کے لیے مستثنیٰ ظہرے گا۔ لہذا اس قسم کے مقدرین پر تارک سنت ہونے کا اہرام لگانا درست نہیں۔

۱۵۔ عزت و گوشہ نشینی:

اکبر اہل اللہ کی عادت یہ رہی ہے کہ خلق سے استقامت رکھا ہے اور گوشہ نشین رہے۔ حضرت قاضی نے صوفیوں کی اس عادت کو کئی اعادہ کی رو سے جائز ظہرایا ہے بخلاف ان میں سے ایک صحابہ کی حدیث جو اہل صیغہ شریعت سے مروی ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا۔

"ہزار سال اللہ ہی الناس افضل قال مؤمن مجاہد بنفسہ ومانہ فی سبیل اللہ قبل تم من قال رجل فی شعب من الشعب یطی اللہ ویدع الناس من شرہ"

(یا رسول اللہ! سب سے افضل کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا جو مؤمن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص (پہاڑ) کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو۔)

حدیث کی توثیح میں فرماتے ہیں۔ "اکثر اہل اللہ کی عبادت رہی ہے کہ خلق سے انکسار کم رکھا ہے اور گوشہ نشین رہے ہیں اس حدیث سے اس کی اہمیت اور ایک وجہ میں افضلیت ثابت ہوئی ہے اور حدیث میں اس کے عمل کی طرف بھی اشارہ کیا کہ باب انکسار میں اہل اہصال شرعاً ہی الخلق کا ہوا اور اسی پر تمیز کیا ہوا ہے کہ وصول ضرر من الخلق کو اور نیز حدیث مذکورہ ہی میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس شخص سے ضرر و نفع عام زیادہ متوقع ہو اس کے لیے انکسار افضل ہے پناچے موسم جہاد کو صاحب عزت سے افضل فرمایا اور یہی طلوسہ ہے حقیقین کا مسئلہ نکات منہا سے کہ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو اس کے لیے جہاد بہت ہے اور جس سے نفع متعلق نہ ہو اور جہاد میں اہل اضرار یا ضرر کا ہو اس کے لیے عفو بہتر ہے۔" (۱۷۶)

۱۶۔ دفاع کلام صوفیہ:

حضرت قانوتی نے اپنی حدود تصانیف میں صوفیہ کے نظم و نثر میں موجود کلام کی تائید و تہلیل کی ہے۔ "الطسوف" اور "التکشف" کے علاوہ اس موضوع پر مفصل مواد آپ کی دیگر تصانیف "تکلیف منوی"، "عرفان حافظ"، "رسالہ" "الغیبہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی" "السنة العلییة فی الجسہ العلییة" وغیرہ میں موجود ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ خلاف شریعت اقوال و احوال کی کتاب و سنت کی روشنی میں تردید بھی آپ نے قریہوں میں چک چک کی ہے۔

حضرت قانوتی نے "الغیبہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی" کی فصل سوم میں اہل طریق کے کالم کے متعلق اپنی مثال میں کلام کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"ان حضرات میں قبول کے عبادت ظاہر ہیں اور جملہ ان عبادت کے علماء حقیقین کا ضمن میں بھی ہے ان کیساتھ ساتھ صحت اعتقاد رکھے اور ان کے کام میں اگر کوئی امر ظاہراً خلاف سواد اعلم دیکھے تو اپنا اعتقاد اس کے موافق نہ رکھے نہ اس کو کسی کے سامنے نقل کرے نہ اپنی کتابوں کا مطالعہ خود کرے جب تک کسی شیخ سے نہ پڑھ لے کیونکہ ان حضرات کا تصور حرام کے لیے توہین نہیں ہے بلکہ حرام سے وہ خود انکار فرماتے تھے بلکہ اعتقاد تو سواد اعلم کے موافق رکھے اور اس کام میں اگر تہلیل نہیں ہو تو تہلیل کرے اور نہ باغیہ حال پر حمل کرے یا اعداء کے شیخ کر دینے کا اہتمام کرے یا شیخ متکلمیہات کے اس کو متواضع بن کرے اور نہ بچے اعتراض اور کتالی نہ کرے کیونکہ وہ مصمم نہ تھے لیکن شریعت کے بعد حدیث تھے پناچے غیر مفہوم پر ان سے خود تکبر متحمل ہے اور

اسی لیے احکام میں ان سے کوئی ایسا امر منقول نہیں صرف بعض اہل سنت والجماعت میں ہی منقول ہیں جن کا
 ثبوت کثیف ہے اور تعبیر خاص اصطلاحات میں کی گئی ہے اور ان دونوں سے عام
 و اہل ظاہر سب بہرہ ہیں اس لیے اس کلام کے معارض شریعت ہونے کا یہ ثبوت قیاسی نہیں
 کر سکتے گو دجہ میں ان سے بھی ثابت ہونے ہوں اس لیے ان کو اعتدالاً تسلیم کر لینا
 چاہیے ورنہ گتائی سے سو، حاکم کا خلاف ہے البتہ جو غلطی ایسا ہی ممکن ہو اس کو صحیح ہے
 کہ اس پر مستلماً رد کرے خواہ وہ انتہائی تکفیر خواہ اہل سنت تک۔ (۱۷۷)

حضرت قنوتی نے اپنی تقریریں میں اسی مسلک کی پیروی کی ہے۔ آپ مطابق و اصولیہ کے کام
 کی جو نقد و اعتراض کا مقصد ہو کوئی نہ کوئی جواب دہی یا تائید تلاش کر لینے ہیں مثلاً: اکثر مطابق کے کام
 میں موت کی تنہا منقول ہے جو ظاہراً خلاف شرع معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث صحیحہ صحیحہ صحیحہ صحیحہ صحیحہ
 احکام الحدیث من عند اصحابہ (تم میں سے کوئی شخص موت کی تنہا نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو
 اس پر نازل ہو) حضرت قنوتی کے نزدیک اس حدیث میں من شرط اسباب کی قید ہے اس کے خلاف
 شریعت ہونے کا ثبوت ہی ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں بھی متبہ ہے کسی ضرر سے تعدل ہونے کے ساتھ اور
 یہاں یہ قید نہ ہو یہ ٹی ہی نہ ہوگی۔ آپ تک وہی دلیل ٹی کی نہ ہو اور ان حضرات کی حتمی غلطی
 شوقاً ہی تھا، اللہ تعالیٰ ہوتی ہے لہذا خلاف شرع نہ ہوگی۔ اور یہ ایک حال ہے جو آثار، حد سے ہے اور
 بعض پر ہیبت کا لقب ہے وہ واضح تنہا ہوتی ہے۔ (۱۷۸)

یہ حدیث بخاری سے تنہا موت کے اشتہار کی اصل کو ثابت کیا ہے جو حضرت انسؓ سے
 مروی ہے۔

لما طعن حرام بن ملحان بن معوية قال (ای احمد) بالدم هكنا فضحه علي وجهه
 وراسه ثم قال فوث ووب الكعبة

(اب حرام بن ملحان کو ایم بڑھو میں تیرا لگا تو خوش ہو کر خون کو اس طرح لے کر
 اپنے پیرو اور سر پر چڑھا پھر کہا کہ قسم رب کعبہ کی میں مراد کو بچھ گیا)

اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "ان کے اس قول اور فعل سے صاف معلوم ہے کہ ان کو
 اس حالت میں موت کی شدت سے تنہا اور اشتہار تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے۔ نیز
 بعض مطابق کے کام میں خون سے وضو کرنے کا مضمون آیا ہے پھر یہ خون ملنا اس مضمون کا پورا
 ثبوت ہے۔" (۱۷۹)

بعض صوفیہ کے کلام میں بعض معاصی پر کلمہ کا اطلاق کیا گیا ہے مثلاً ۔
 کلمہ است در طریقت مابعدہ دانش آئین مابعد ہے آئینہ دانش
 بر آن کو غافل از حق یک زبان ست اور آن دم کا فرست اما نہایت

اس مضمون کی تائید میں مسلم کی حدیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 "لین الرجل ومن الشریک ترک الصلوٰۃ"
 (آدمی اور شرک کر کے درمیان حد ترک صلوٰۃ ہے)

اس میں ترک صلوٰۃ کو کلمہ و شرک بتایا ہے آپ کے نزدیک جو توہین حدیث میں ہے وہی ان کے کلام میں ہے۔^(۱۸۰)

۱۷۔ نغزہ معنوی کے ساتھ حیات کا اثبات:

حضرت قانونی نے ایک حدیث سے اس دنیا میں بھی مومن کا بغیر نغزہ کسی کے صرف نغزہ معنوی پر زندہ رہنے کے امکان کو ثابت کیا ہے اور ایک حدیث مشرکہ حاکم کی حضرت ابن عمرؓ سے کراچ کی ہے:

" طعام المؤمنین فی زمن الدجال طعام الملكة المسیح والقدیس لمن كان منقطعاً
 يومئذ المسیح والقدیس اذهب الله عنه الجوع"

اہل زمین کی نغزہ دہاں کے زمانہ میں (صرف) کھچ و نغزہیں ہوگی سو بس شخص کا کلام اس روز کھچ و نغزہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے بھوک کو زائل کرے گا۔

آپ کے نزدیک زمانہ دہاں کا حیرت انگیز و بے جاہت نہیں لہذا بعض بزرگوں سے جو اس قسم کے واقعات متقول ہیں۔ ان میں استہزاء کی کوئی وجہ نہیں۔^(۱۸۱)

۱۸۔ مشائخ کے مصحفیات و آثار سے تحریرات کا ثبوت اور شرائط:

بزرگوں کے مصحفیات و آثار سے تحریر حاصل کرنے کا معمول صوفیہ و مشائخ کے پاس عام ہے۔ حضرت قانونی نے حضور اماریہ سے اس کا ثبوت چٹائی کیا ہے۔ "الکشف" میں اس مضمون پر ترمذی کی روایت کو نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ میرے یہاں تخریب لائے اور ایک طبقہ لگی ہوئی تھی اسکے منہ سے کلمے ہو کر پانی بیا نہیں میں آئی اور اٹا چڑھ کاٹ لیا (برکت کے لیے) اور زمین نے اٹا اور زپادہ کیا ہے کہ میں نے اس چڑھ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ بنا لیا کہ اس میں برکت کے

لے پائی جا کرتی تھی۔ اس حدیث سے یہ منظر ملاحظہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کو بزرگوں کا منہ یا ہاتھ یا زبان لگا ہو مسکنین اس کو حرم کہتے ہیں۔ اس حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے لہذا اس میں اصلاح فرماتے ہیں کہ ”یہ جو عادت ہے کہ انکی چیزوں کا بکثرت استعمال نہیں کرتے اگر یہ اس فرض سے ہو کہ زیادہ روز تک یہ حرم باقی رہے تو مشافکہ نہیں اگر اس خیال سے ہو کہ یہ سو، ارب ہے تو یہ خیال ہے اصل ہے“ اشرب فیہا“ میں کہ تہوار اس سے عادت شرب ہے اس خیال کی اصلاح ہے۔^(۱۸۳)

اپنے رسالہ ”السنة العلییة فی الجلسیة العلییة“ میں حضرت قانونی نے قرآن میں نبی اسرائیل کے ذکر کردہ آیات تیکر (ان ایة ملکہ ان یأتیکم البعوت فیہ سکیبہ من ربکم وبقیة معانیرک ال موسی وال ہارون لحملہ العسکر) ^(۱۸۴) سے اور حضور امادیہ سے صلوات و تعظیمین کے حبرک آجہ سے برکت حاصل کرنے کو بطریق مشروع جائز قرار دیا ہے ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے۔

بخاری میں عثمان بن مہاذہ بن وہب“ سے روایت ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے ایک پیالہ پانی کے ساتھ حضرت ام سلمہ کی خدمت میں بھیجا اور ہاتھ پر تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا اور کوئی بیماری، تو ان کی خدمت میں ایک گھن بھیجا جاتا تھا پس وہ رسول ﷺ کا موسم مبارک نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی گھن میں رکھ پھونکا تھا پس وہ موسم مبارک پانی میں ڈال کر چائیں پیر وہ پانی پینا لیتا۔“

مسلم کی روایت ہے آجہ بنت ابی بکر سے کہ انہوں نے میرے لیے ایک جہ سادہ کر دیا ہے لہذا جس کے گریبان کی پتی رنگ کی تھی اور اس کے دونوں چاکوں کو رنگ کی گوت لگی ہوئی میں نے دیکھی اور انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ ہے جو کہ حضرت عائشہ کے پاس تھا جب ان کی وفات ہوئی، تو میں نے اس کو اپنے ہنڈ میں کر لیا اور نبی کریم ﷺ اس کو زیب تن فرمایا کرتے تھے پس ہم اس کو باندوں کے لیے دعوے میں اس کے ہاتھ سے اتھاڑا جاتے ہیں۔ اور کتب سنت میں ہے ام سلمہ سے زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے غسل اور صفیں کے معاملہ میں روایت ہے انہوں نے فرمایا میں حضور ﷺ نے اپنا جہ بند پھینکا اور فرمایا کہ سب سے پہلے اس کو ان پر لینا۔ وہ۔ شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے صحیحین کے آجہ و انہاں سے برکت حاصل کرنے میں۔ ان کے علاوہ قاض میاض اور نعل انتقاء کے حوالے سے بھی بعض روایات اس مسئلے کی نقل کی ہیں۔ آخر میں فرماتے

ہیں۔ یہ سب معاملہ باب محبت و ادب سے ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بوجہ مشروع ہو جس میں احکام ادب ضائع نہ ہو۔ ان شرائط کی وضاحت میں مزید فرماتے ہیں کہ "ان آثار و حرکات کے ساتھ کوئی معاملہ عارف شرع نہ کیا جائے مثلاً ان کی عہد نہ منائی جائے۔ نکمی ہوئی بیڑی قبر میں نہ رکھی جائیں (جیسے غمرہ یا عمدہ نام) ان حرکات کی نذر نہ مانی جائے کیونکہ نذر عبادت سے اور عبادت تقویٰ کے لیے نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے کچھ وقف نہ کیا جائے کیونکہ وقف کے لیے شرط یہ ہے کہ صرف قربت ہو اور یہ مصارف متعارف خود بدعت ہیں تقسیم میں قلو نہ کیا جائے جس سے شرک و بدعت کی نوبت پہنچ جائے نہ کسی قسم کی اہانت کی جائے۔" (۱۳۳)

(د) احادیث کی روشنی میں تصوف کی تطہیر و تصحیح اور جاہلانہ تصوف و رسومات کی تردید:

حضرت قادری نے تصوف کو قرآن حکیم کی روشنی میں صحیح کیا اور ان بدعات اور خلاف سنت رسومات کو جو بعض جہاد یا پیروں و موصوفین نے تصوف کے نام سے معاشرے میں مروج کر دی تھیں۔ چھانٹ کر انکے کیا نفس کشی قسم پختی، خصیعت پختی، قبر پختی، چلے کشی، مراقبات، ادویات، کیفیات، طوط، ہنترات، دکاشانات، کرامات و تصرفات اور کچھ غیر مستون اور وہ تکلف پر مبنی خالقی میراث جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی، کی اصل حقیقت واضح فرما کر اور انہیں کتاب و سنت کی کسوٹی پر پکھ کر فیصلہ دیا کہ ان میں سے کوئی چیز کتاب و سنت سے ثابت ہے اور کوئی غیر ثابت کون سی مستون ہے اور کوئی غیر مستون؟ اعمال مشورہ کیا ہیں اور غیر مشورہ کون سے ہیں؟ آپ نے تصوف کی تطہیر و تصحیح کے ذریعہ اسے برہم کے اظہار اور آمیزشوں سے پاک صاف کر کے افراط و تفریط سے پاک مستقل مسلک پیش کیا۔ احادیث نبوی کی روشنی میں آپ کے تحریر کردہ علمی نصوص کا دائرہ بہت وسیع ہے اس موضوع سے متعلق چند حقیقتیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں جن سے ان تصوف میں آپ کی تہذیبی مساعی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور جو آپ کے علمی ذریعہ اور انتہائی ادق کا بھی ہیں ثبوت ہیں۔

۱۔ تصرف کی حقیقت اور اس کا علامت ولایت نہ ہونا:

تہذیبی اہلی کے ذریعے دوسرے شخص پر کوئی اثر ڈالنا نئے اصطلاح صوفی میں تصرف اور تہذیب و تہذیر کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے عوام بلکہ بہت سے علماء بھی اکل لکھتی ہیں جتنا ہوتا ہے کوئی اسے معیار ولایت و بزرگی کچھ جتنا ہے کوئی سرسے سے اس کا انکار کر رہا

ہے (۱۸) حضرت قانونی نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور اس کے سائن اور فیر سائن ہونے اور تلخ و طبر کی حدود کو قواعد فقہیہ سے عین فرمایا ہے اپنے رسالہ "العرف فی تحقیق التصرف" نے تصرف کی مشروحات و اجازت قرآنی آیات کے علاوہ صحیح بخاری کی بدلتی کی حدیث کو تصرف کے ثبوت میں ہاتھ دوات زیادہ صریح قرار دیا ہے جس میں جرئیل کے حضور ﷺ کو تین مرتبہ اپنے کا ذکر ہے جو کہ تقویت قلب اور عقل دینی کے لیے تھا، کیونکہ اس طرح اپنے کے ازبہ دوسرے نفس میں کیفیت نور پیا ہوتی ہے اور وہ اس کیفیت کا مقفل ہو سکتا ہے جو اس پر اللہ کی جائے۔ حضرت قانونی کے نزدیک قولا تصرف اکثر عبادات اور ایضات نصاب سے پیا ہوتی ہے اور اس استنبول تصرف شرعی ندر مہاجت ہاڑ ہے مگر عرض و تصور کے تابع ہے اگر فرض تصور کے لیے جیسے مثلاً صوبہ کے پاس اس کا استعمال ہے تو یہ تصور سمجھا جائے گا اگر کسی مقصد ندم کے لیے ہو تو ندم ہے آپ کے نزدیک تصرف دایہ زبانی اور تہذیب صحابہ کی علامت نہیں بلکہ یہ قوت قاطع کا فرض بھی پیا ہو سکتی ہے۔ البتہ آپ کو مثلاً کے پاس معمول تصرف کی صحت سے اللہ ہے وہ ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں جو استعمال تصرف کے سنت ہونے پر امانیت سے استبدال کرتے ہیں مثلاً حضور ﷺ سے نقل صحیح کے ساتھ مقفل ہے کہ آپ نے بعض لوگوں کے بعد پر ہاتھ مارا جس سے ان کا دوسرہ ہاتھ دیا اور بعض عبادوں کے ہاتھ پر دست مہرک بچھرنے سے ان کا مرض ہاتا ہے، آپ کے نزدیک اس سے استبدال تب درست ہو سکتا ہے جب نقل صحیح سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اپنی باطنی قوت کو ان کے آثار کے پیا کرنے کے لیے متع فرمایا ہے اور یہ ثابت نہیں بلکہ یہ احوال بھی ہے کہ آپ نے یہ افعال بعد پر ہاتھ مارا اور ہاتھ بچھرا اس بنا پر کہ ان افعال کے باقی اور طریق ہونے کا علم ہوا ہو اسی بنا پر تمام عبادت نے ان واقعات کو مجزوات میں شمار کیا۔ آپ کے نزدیک اس بات پر سب سے زیادہ واضح قریب کہ حضور ﷺ سے بھی تصرف صادر نہیں ہوا یہ ہے کہ آپ نے ابو طالب کے قلب میں تصرف نہیں فرمایا یا بعد بلکہ آپ ان کے ایمان لانے کے بہت زیادہ حسی تھے بلکہ ان کے لیے صرف دعا اور رحمت دینے پر کفایت فرمائی۔ آپ کے نزدیک اگر کسی وقت حضور سے تصرف کا صدور تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے اس فعل کا سنت اصطلاحی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اصطلاحی سنت ہونا اس پر موقوف ہے کہ یہ فعل معمول ہو جیسی حد ہے کہ کئی لڑنے کو سنت نہیں کہتے حالانکہ ایک مرتبہ آپ نے نکانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کشتی بھی کی ہے بلکہ اگر عبادت ہونا بھی ثابت ہو جائے تب بھی سنت حضور ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا کیونکہ سنت عبادی کے لیے لازم نہیں کہ وہ

عبادت بھی ہو۔ حضرت قانونی نے استعمالِ تصرف کی دینی یا دنیوی معجزوں کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ حلقہ دنیوی معجزت یہ ہے کہ اس کی کثرت سے مال کے قوی دماغ اور قلبیہ ضعیف و سست عمل پہنچتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور حضرت دینی یہ ہے کہ تمام اس کی ولایت پر بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں اور اعتقاد ہی ضرر یہ ہے کہ اگر اس پر قناعت کر کے اصلاح کا اہتمام چھوڑ دیتے ہیں اور محققین طریق نے انہی معجزوں کی وجہ سے اس کا استعمال چھوڑ دیا ہے اور سلف صالحین کے زمانہ میں یہ معجزیں بہتر مشابہتی قوی اور سلامت فطرت اور خوش حالی کے موجب نہ تھیں اس لیے حلقہ کو سلف پر قناعت نہیں کیا جاسکتا۔^(۱۸۵)

۲۔ کشف والہام صحیح ہونے کے باوجود حجت نہ ہوتا:

حضرت قانونی نے کشف و الہام کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ سن للہ بعضی عباداً یعرفون الناس بالوصف۔^(۱۸۶) (اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے ہیں کہ وہ لوگوں کی حالت) کو فراسٹ سے پہچان لیتے ہیں۔

عزیزی نے تقریب کے معاملے سے قسم کی تفسیر فراسٹ سے کی ہے اور حلقی کے معاملے سے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کی باطنی حالت کو کشف و الہام سے دریافت کر لیتے ہیں اور حدیث الطوائف المومنین میں فراسٹ سے بھی مراد ہے۔ اس حدیث کے تحت محدثین ذیل قادمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اس حدیث میں دلیل ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے کی اور بے ضرر صلوات اور اولیاء سے اس کا ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی شخص کی آہٹوں نہیں ہونیں یا وہ اس (صحت) کے وہ حجت فرمادہ نہیں ہے اور اس کی تفسیر احکام مشہورہ سے یہ ہے کہ جو شخص صید کا چاند اور میں رمضان کی آفتاب تارخ کو دیکھ لے کر قاضی کے یہاں بیٹھتا ہے وہاں ہونے کے شہادت قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگرچہ واضح میں تینا باطل صحیح اور انتہاس سے قافی ہو مگر حجت نہ ہوگی حتیٰ کہ خود دیکھنے والے کے لیے حجت نہ ہوگی چنانچہ اس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب کے ساتھ روزہ رکھے تاں صحیح ہونا حجت ہونے کو مستحکم نہیں تاں تم تفریق سے بھی چنا کہ ان کو حجت سمجھتے تو جیسا کہ بعض کو لغوئی ہوگی ہے کہ کشف و الہام کی حقیقت کا علم دیا لیکن صرف اپنے ہی لیے اور تم کو معلوم ہو چکا کہ اس میں حق کیا ہے (یعنی اپنے لیے بھی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر سمجھ کر (صحت اور حجت ہے اور حجت اور حجت ہے)۔“^(۱۸۷)

۳۔ مجاہدات اور ترک لذات میں نفلو کی اصلاح اور ضرورت احتمال:

اہل تصوف کے نزدیک نفس (چنگ تارام خواہشات نفسانی کا صبیغ ہے) کی اصلاح اور تادیب کے لیے مجاہد نفس ضروری ہے اور اسکا طریقہ نفس کو مفرجات سے الگ کرنا اور خواہشات کی مخالفت پر اسے اعمارنا ہے۔

اسی لیے سوانح کے پاس تھمت طعام ، تھمت کام ، تھمت منام اور تھمت اشتکاء مع الہام کی اصطلاحات مشہور ہیں۔ ان اصطلاحات ہی سے اس تھمت نھر کی نئی ہوتی ہے کہ ان کے پاس نفس کبھی یا نرا نفس کا وہ تصور پلایا جاتا ہے جو بندہ و جہگیوں یا حیوانی راہوں کے پاس پلایا جاتا ہے حضرت قانونی نے ترک لذات میں نفلو کی ممانعت پر حدیث ترمذی سے استدلال کیا ہے:

”ان رجلاً من النبی ﷺ فقال انی اذا اصبت اللحم انقضت للنساء و احدثت شہونی فحرمت علی اللحم فانزل الله تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ل تحرموا طیب ما اهل الله لکم۔“

(ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت مجربوں کی طرف الجھتی ہے اور میری خواہش مجھ پر غالب ہوتی ہے اس لیے میں نے اپنے اور گوشت کو حرام کر لیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لیے حلال کیا ہے ان کو حرام مت کرو۔

اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

”بعض تصوفیہین بعض حلال چیزوں کو جسے مطلق گوشت یا مٹھا کھانے کا گوشت وغیرہ اس طرح ترک کر دیتے ہیں جس طرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا ان کے ترک کو موجب تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ مٹھا و علما نفلو و افراد فی الدین و بدعت سید ہے اور جس رہبانیت کا ابطال آیا ہے یہ اس میں داخل ہے۔ آیت کا شان نزول حدیث حدیث میں نہیں آیا ہے اور خود اس کا مدلول اس کی صبیغ میں نفس صریح ہے۔ اہل مجاہدہ نے جو خلافہ کو ترک کیا اس کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ جس طرح بعض صحراوت طیبہ کے سب مریض بعض اللہ سے پر تیز کرتا ہے نہ عقیدہ“ اس کو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو ممانعت جانتا ہے ایسے ترک کو ایسا رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں جیسا بعض کم فہم

اس کے بھی منکر ہوئے ہیں۔ (۱۸۸)

بعض باتقرین تصوف نے حضرت قنوتی کی اس قویہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس جہ ان صحابی نے گوشت کھانا چھوڑا تھا (یعنی حوروں کی طرف میان اور خواہش نفس کا غالب ہونا) وہی سبب ایک جگہ مواتی نے سونچ کے ترک لذات کا بھی بیان کیا ہے، یعنی حدیث ترمذی: "لا یبلغ العبد حقیقة الطهارة حتى یردع ما لا یأس بہ حلیماً معاً بہ یأس"۔ (بندہ حقیقت قنوتی کو نہیں سمجھتا ہے جب تک کہ انکی چیز کے اندیشے سے جس میں کوئی خرابی ہو انکی چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو) سے آپ نے لذات مہار کے ترک کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے، اس صورت میں جب کہ قصد یہ ہو کہ ان کے کامل سے قوت بھیدہ میں زیادتی ہو کر مصیبت کا سبب نہ بن جائے۔" بقدر موصول کو اس پر حجب ہے کہ قوت بھیدہ میں زیادتی کے پیش نظر کسی حال و غیب بقا کو چھوڑ دینا۔ اہل تصوف کے لیے ہمارے دستبند جگہ ملت اور ایک صحابی کے لیے وہی بات جو صحیبہ کیسے ہو سکتی ہے (۱۸۹) مانگا صحابی نے خواہش نفس کے قلب کے اندیشے کے ساتھ ساتھ گوشت کو اپنے لیے ہر مقام کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

"فحرمت علی اللحم" اس لیے یہ عمل موجب حیرت بنا۔ حضرت قنوتی کے نزدیک یہ ترک لحم اس صورت میں ظہور ارازا اور بدعت ہے کیونکہ اس طرح ترک کرنا جس طرح حرام چیزوں کو ترک کرنا ہے اگر نہ عمل قوت بھیدہ میں تقیلیل کی بنا پر ترک لحم بطور طاعت موجب حیرت نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے مقام پر انہیں نے اس عمل کو موافق حدیث بتلایا ہے اور حدیث (اشرف) سے جو کہ منقلا امام مالک میں ہے سے استناد کیا ہے۔ "لا یحکم واللحم فان له ضرارة کضرارة العصور وان الله یبعث اهل البیت للمحبین" (گوشت کی کھلافت) سے امتیاز نکالا کہ کیونکہ اس کی خواہش بھی انکی ہو جاتی ہے شبہ شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھر والوں کو پانسہ نہیں کرتے جن کو گوشت کھانے کی لازمی عادت ہو جائے اور اس کی ترویج میں کھسا ہے کہ اگر اس ترک کی مسہلت تقیلیل قوت بھیدہ سے ہر مصلحت اہل العاصم ہو جاتی ہے جب تو اس کا جہی صحیح اور موافق حدیث کے ہے البتہ گاہ گاہ کھانا لینا مناسب ہے کہ صورت قریم حال نہ ہو اور اگر اس کو نیکو قرب الہی میں دخل سمجھتے ہیں تو بدعت ہے اور اگر عملیات وغیرہ اس کا سبب ہے تو بجا غریب علی غریب ہے اور اگر اس کا تعلق ذبح کو خلاف رسم علی ایچ ان کھانا ہے تو اللہ فی اللہ ہے۔ (۱۹۰)

حضرت قنوتی چاہتے ہیں حد سے بڑھی ہوئی تقیلیل کے بھی قائل نہیں وہ مسلم و اہل ہدایت کی

حدیث ابومریرہؓ سے استناد کرتے ہیں۔ "۱۳۱" قام احمد کم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانہ فلم یدر ما یقول فلیضطجع" (جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (تہہ نوم سے) قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے تہہ سے) پھر خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہیے تاکہ تیرے آنے سے طبیعت بھی اوجھلے اس وقت پھر پڑھنا شروع کرے) آپ کے نزدیک اس حدیث میں ان لوگوں کی اصلاح ہے جو تھلیل طعام یا تھلیل منام وغیرہ اسباب مجاہدہ میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ لہجہ ضرر کی طرف بھی انکسار نہیں کرتے۔^(۱۳۱)

حضرت تھانویؒ متقین صوفیہ کی طرح "زک" کے بہانے تھلیل کے قائل ہیں انہوں نے ابترق میں بعض جہاد صوفیہ کے مجاہدات کی خدمت میں کی احادیث کی کڑائی کی ہے۔ مثلاً "لا حرام ولا مباح ولا مباحہ ولا نبیل ولا صوفی فی الاسلام"۔ عبدالرزاق من طحاں مرسا (ض) (یعنی اسلام میں نہ ناک میں تھلیل پڑانا ہے نہ تکلیف دہا ہے، نہ سیاست ہے) یعنی زک تعلقات کھینے قرپہ ہرپہ ہرپہ) نہ قطع تعلقات ہے اور نہ زک لذات ہے) آپ انہیں مجاہدات پر مہمہ کہتے ہیں۔^(۱۳۲) بعض جہاد صوفیہ گری یا سردی کی مشقت سمجھتے ہیں اور غلو ہونے کے باوجود اس سے گریز کی تہذیب نہیں کرتے۔ آپ اسے ثوابی الدین قرار دیتے ہیں اور حدیث دیلمی "یا حوولہ لا تصیری علی حو ولا تصیری علی ہرود" (اے حو! سامان ہوتے ہوئے) نہ گری کا قائل کر اور نہ سردی کا) سے مجاہدات میں عدم غلو پر استدلال کرتے ہیں۔^(۱۳۳) آپ مہار تھلیل کوہ کو لہوس کی بناء پر مستحب قرار دیتے ہیں مثلاً حدیث تھلیبی فی الثعب "الہوا والعوا فانی اکھرو ان یروی فی دینکم غلظۃ عن المطلب بن عبداللہ (رض)" (پھر تھلیل کوہ بھی لیا کرہ۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں تلخی رکھی جائے)^(۱۳۴) اور حدیث "دیلمی روحوا القلوب ساعۃ فساعۃ" (قلوب کو جگا ٹوٹکا راستہ) سے غالب کی تربیت میں مجاہدات، ریاضات کے ساتھ اس کی راستہ جسمانی و نفسانی کے لحاظ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔^(۱۳۵)

۳۔ تھلیل طعام اور اس میں اصلاح:

حضرت تھانویؒ نے تھلیل طعام کو صوفیہ کی عادت قرار دیتے ہیں اور اس کی فضیلت پر حدیث "۱۳۱" قل احمدکم الطعام علی جوفہ نور" (دینی) (جب تم میں سے کوئی شخص کھانے میں تھلیل کرتا ہے تو اس کا پٹن نور سے بھر جاتا ہے) سے استدلال کیا ہے۔ آپ تھلیل سے وہ دہر مراد لیتے ہیں جس میں انسان اوائے اتقویٰ مطہرہ سے غراہ وہ اتقویٰ اللہ ہیں یا اتقویٰ اعیاد ہوں جائز نہ ہوجائے۔^(۱۳۶)

تفصیل حکام کے اجازت کے بغیر آپ نے بعض زیار کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے جن کے نزدیک ایک دن میں دو بار کھانا کھرو ہے، آپ نے "صالحی الاکل مرتین فی یوم واحد" کے متوازن کے تحت بہت عمدہ حقیقت پیش کی ہے اور ان احادیث کو ضیاع قرار دیا ہے جن سے اس دعویٰ پر استدلال کی گیا ہے۔ مثلاً حدیث قولی اکثر من اکلہ کل یوم سرف۔^(۹۷) (ایک دن میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسی ہے) اور حدیث فعلی "مکان اذا تعدی لم یعش و اذا تعشی لم یبعث۔"^(۹۸) (رسول اللہ جب صبح کو کھانا کھال فرماتے تو شام کو کھال نہ فرماتے اور جب شام کو کھال فرماتے تو صبح کو کھال نہ فرماتے)۔

آپ کے نزدیک ان احادیث سے تسک صحیح نہ ہوگا نہ نوافل نہ دارالاجازت تو اس لیے کہ حدیث ضعیف ہے اور کراہت مجملہ احکام ہے اور وہ حدیث ضعیف سے ثابت نہیں ہوتی اور یہاں تو ان احادیث کا معارض بھی موجود ہے قرآن بھی اور لفظ بھی۔ قوی ثبوت میں تو یہ بات کافی ہے کہ سحر و اطہار کی تزیین دی گئی ہے اور (ظاہر ہے کہ) دونوں ایک ہی دن میں ہوتے ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب بھی حضور اقدس ﷺ کے گھر والوں نے ایک دن میں دو بار کھانا کھایا ہے تو ان میں ایک بار کا کھانا ترا شہرہ اور ہے اس میں تصریح ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا آپ کے دولت خانہ میں معیوب نہ تھا تو اس پر کراہت کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے رہا امر ثانی یعنی حدیث کی روایت کراہت پر سو اس کا حال خود حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی علت اسراف فرمائی گئی ہے اور اسراف عادت اور اجازت کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا پس حدیث اس صورت پر حمل ہوگی جب کہ دوسری بار یہ دن بھوک کے کھانے جیسا کہ اہل حرم خاندان اہم کی عادت ہے کہ کھانے اور دن صبح کے لیے کھاتے ہیں گو یا دولت سب سے وہ جب کھانے کا پانی جو گھس عادت کے سبب کھانے اس میں کچھ بھی شاعت نہیں تھی کہ اگر کسی گھس کو وہ بار سے زائد کھانے کی عادت ہو کسی مرض یا ظہرت کے سبب اس کے لیے وہ بار سے زائد کھانے میں بھی حرج نہیں یا اس حدیث کو کہ صبح کو کھانا کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور یا کھس اس پر حمل کیا جائے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اس گئی کا بیان ہوگا جو حضور اقدس ﷺ کی انوکھی حالت تھی جیسا بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی روایت ہوگی اور ایک دن میں دو بار روٹی اور روٹن زلفان سے آپ کھیر نہیں ہوتے اور حدیث اس پر حمل نہیں کہ آپ صبح و شام کا کھانا ترک فرما دیتے تھے۔^(۹۹)

خوارق کا ظہور علامت ولایت نہیں:

مقام میں ایک نلا جھی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ طواف عادت واقعات کے ظہور کو بزرگی اور ولایت کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ حضرت قنوتی کے نزدیک فرق عادت کا ظہور تو بزرگیوں اور مسافروں سے بھی ہوتا ہے وہ کرامت نہیں بلکہ اشتداد ہے۔^(۳۰۰) خوارق کے علامت ولایت نہ ہونے پر آپ کا اشتداد حدیث دہال سے ہے جو بخاری و مسلم میں آئی ہے:

”فبقول الدجال اراہم ان قلت هذا ثم احببہ هل لشكون فی الامر فبقولون لا یقلقہ ثم یحییہ“.

(جب دہال آئے گا تو کہے گا کہ اگر میں اس شخص کو قتل کروں گا پھر اس کو زندہ کر دوں تو کیا تم میرے معاملہ دینی الوہیت میں شبہ کرو گے وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں میں وہ اس کو قتل کرے گا پھر زندہ کرے گا)

فرماتے ہیں دہال سے زیادہ کون گمراہ ہوگا اور انبیاء صحت سے زیادہ کون سا امر خارق ہوگا یا دہار استے یا نہ خارق کے صادر ہونے کے دہال کے گمراہ ہونے میں کے شبہ ہو سکتا ہے۔^(۳۰۱)

۶۔ ترک اسباب کو کمال سمجھنے والوں اور سوء تدبیر پر توکل کی مذمت:

حضرت قنوتی نے اس موضوع پر ایک حدیث طبرانی کی نقل کی ہے:

”للملئ لا یحبہم ربکم عزوجل ورجل نزل صبرا حرمیا ورجل نزل علی الطریق السبیل ورجل ارسل دابۃ ثم جعل يدعو اللہ ان یحییہا.

(تمہارا پروردگار جن لوگوں کی دعا قبول نہیں فرماتا ایک وہ شخص جو غیر آباد (یعنی غیر مصلحت) مکان میں (یا اشرار) ظہر سے اور دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ میری جان و مال کو محفوظ رکھے) اور ایک وہ شخص جو عین راست میں ظہر سے (اور دعا کرے کہ گزرنے والوں کی ایذا سے محفوظ رہوں) اور ایک وہ شخص جس نے اپنے چوپائے کو (کھلا) چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا شروع کر دے کہ اس کو قاتلے رکھے)

ان دعاؤں کی عدم قبولیت کی وجہ آپ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ ایسے خطوط کے مواقع پر خود شرعی حکم ہے کہ اپنی جان و مال کی حفاظت رکھے چنانچہ ارشاد ہے:

”ولا تلقوا باہدیکم الی التہلکة“.^(۳۰۲) اور حدیث میں ہے کہ ایذا کو پانچہ کر تو کل کرہ اور

ایک حدیث میں ستر کے اندر ہوا ہوا فاصلہ سے ٹھہرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور کھڑت سے اس قسم کی اعانت وارد ہیں ان سب داغوں سے مطمئن ہونا ہے کہ مقامہ کے جو اسباب ایسے ہیں کہ عادت غالبہ میں بدوان ان اسباب کے وہ مقامہ شائع ہوجاتے ہیں۔ ان اسباب کا ترک کرنا چاہئے نہیں۔ اسی بنا پر اس غلطی پر سبیر فرماتے ہیں کہ لوہے تھوڑی او بے انتظامی کا ارتکاب کر کے توکل کا دعویٰ کرنا اور کامیابی کا منتظر رہنا اور کامیابی پر فخر کرنا جمل عقیم ہے۔ (۲۰۳)

۷۔ سالک کا مقصود رضاء حق ہونا چاہیے ذوقیات، کیفیات اور جنت مقصود نہیں:

ایک ملوہ میں فرماتے ہیں بعض سالکین طریقت کھدات و ریاضات اور ذکر و عبادت سے ذوق و شوق، رات گھٹی یا کھٹک و کرامات کے حتمی ہوتے ہیں اور بعض جنت کو مقصود سمجھ کر ان کے طلبکار ہوتے ہیں۔ حضرت قانونی ان امور کو مہدیت کے معنی قرار دیتے ہوئے رضاء حق کو مقصود حتمی قرار دیتے ہیں اور حدیث ”اللہم انى المسئک وصاک والحنه“ (اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں میں جنت کے مطالبہ کی دعا پر شہرہ اور کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سوال کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ فلاں صاحب سے کہاں علاقہ ہے ہوگی اور وہ ہاؤں گائے اس پر وہ شخص ہاؤں میں جانے کا آراء منہ ہے تو حقیقت میں وہ ہاؤں مقصود بالذات نہ ہوگا بلکہ مقصود وہ صاحب ہیں مگر چونکہ وہ ہاؤں میں نہیں گئے اس لیے اس کی تمنا ہوتی ہے جو اس مقام پر رہتے ہیں اسی طرح حدیث شریفہ میں مقصود رضاء ہے جسے جنت پر مقدم فرمایا ہے مگر چونکہ اس کا حصول جنت میں ہوگا لہذا جنت کا بھی سوال کیا گیا حق سناہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”ووضون من اللہ اکبر“ (۲۰۴) جیسا کہ رضاء کو جنت سے اکبر فرمایا۔ اس سے مطمئن ہونا کہ ذاتی جنت جیسا ہے، مگر یہ جنت وہاں کیا کہ اس اکبر کی تحصیل کے لیے ذریعہ بھی اکبر ہونا چاہیے۔ سو فرماتے ہیں ”وللہو اللہ اکبر“ (۲۰۵) مطمئن ہونا کہ وہ ذریعہ ذکر اللہ ہے۔ تمام احکام پر عمل کرنے سے ذکر اللہ ہی مقصود ہے۔ (۲۰۶)

۸۔ کیفیت استغراقیہ کمال نہیں:

حضرت قانونی کے نزدیک کیفیت استغراقیہ جو معرات صوفیہ سے متعلقین کو حاصل ہوتی ہے کوئی نیا کمال نہیں جیسا کہ عام گھٹے ہیں آپ کے نزدیک اگر اس طرح نیا مرتبہ ہوتا تو حضور ﷺ سے یہ ارشاد صادر نہ ہوتا جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے:

”اننى لاعمل فى الصلوة وانما ازید اطلها فاسمع بکاء الصبی فانحز فى صلاتى لیسما

اعلم من شدہ وجد أمہ بیکانہ۔

(میں نماز میں جاہل ہوتا ہوں اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑھوں گا پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ چاہتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے رونے سے پریشان ہوگی۔) (۳۹۷)

”المشرف“ میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”اس میں تصریح ہے کہ استخراق کمال نماز کے لازم میں سے نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی نماز کے کمال ہونے میں کوئی لگبٹھ نہیں اور یاد کرو اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استخراق میں ایسی آواز مسموع نہیں ہوتی۔“ (۳۹۸)

۹۔ اعمال مقصود ہیں احوال نہیں:

طبرانی کی حدیث ”اقام احدکم فی الصلوة فلا یفعل عیبہ“ (جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے) سے اس موضوع پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت کے موافق نہ کہ احوال چھوے دفع غمراہ (دوسراں وغیرہ اس لیے کہ آنکھیں بند کرنے کو دفع غمراہ میں خاص دہل ہے اور یاد کرو اس کے اس سے مماثلت کی گئی ہے۔“ (۳۹۹)

۱۰۔ اصلاح عقائد و اعمال کے لیے محض نسبت کافی نہیں:

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں یا فلاں خاندان میں نسبت ہیں اور اس بنا پر اصلاح عقائد و اعمال سے باہل ہے فکر ہو جائے ہیں اس وجہی اور ناز کی بڑا اس حدیث سے نکلتی ہے۔ ”مسلم میں ہے:

عن ابي هريرة قال لما نزلت ”والذکر عشیرتک الاقرین“ دعا الی ﷺ قریباً الحدیث ولیہ یا فاطمة النقیی نفسک من الذر فلاں لا امکن لکم من اللہ شیء۔“

(جب یہ آیت نازل ہوئی و الذکر عشیرتک الاقرین (اپنے قریب والے خاندان کو (درا) تو نبی ﷺ نے قریب کو پکارا اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! اسے قاطراً اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے چنانچہ کا پکارا اختیار نہیں رکھتا۔) (۴۰۰)

۱۱۔ لئی تصرف مستقل عن الشیخ:

بعض ناواقف غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں پہچانتا شیخ کے جنس و اعیان میں ہوتا ہے معرفت قانونی اس کی اصلاح حدیث ترمذی و مسلم سے کرتے ہیں "عن ابی ہریرہ فی قولہ لعنالی انک لا تہدی عن احسن قال نزلت فی رسول اللہ ﷺ حیث یرواہ عنہ ابی طالب علی الاسلام۔" (یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں نازل ہوئی کہ آپ اپنے چچا ابی طالب کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے، اور وہ نہ مانتے تھے فرماتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کے اعیان میں نہ ہوا تو اور میں تو اسکا کب اہمال ہے اور تب نفع دینی جو اصل کام نفع کا ہے مستغنا عاریت از اعیان ہے تو نفع دینی تو بدینہ اولی استخوان اعیان میں نہ ہو گا بہت جہاد، اس میں بھی گرفتار ہیں کہ نمود یا اظہ الی اللہ کو ساری عدالتی کا مانگ سمجھتے ہیں بدایہ اس میں بھی اصلاح ہوگی۔^(۲۳)

۱۲۔ اہلیہ کی تردید:

بعض جہاد کے نزدیک معرفت کے بلند مقام پر پہنچ کر مانگ سے احکام شریعت سادقہ ہوجاتے ہیں اور کابینوں کے لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے ان تمام اہل نبی اور بن حنیفہ وغیرہ نے اس پر سخت تنقید کی ہے۔ معرفت قانونی نے اس قسم کے اہتوں کے اس استدلال کی تردید کی ہے جو دینی کی اس حدیث سے کیا جاتا ہے انا احب اللہ عبدا لم یضربہ قلب (جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب رکھتا ہے تو اس کو کدوا ضرر نہیں پہنچا سکتا) معرفت قانونی اس حدیث کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اس سے گناہ ہی نہیں ہوتا جس سے ضرر ہو اور اگر ایسا صادر ہوجاتا ہے تو وہ توپ^(۲۴) اور اشتقاق کر لیتا ہے جس سے اس کا ضرر کو ہوجاتا ہے اور حدیث اہل بدر بھی اسی باب سے ہے "اصولوا ما منکم فلفظ مطرت لکم" کہ "تم جو چاہو کہہ میں نے تمہاری مطرت کر دی۔" اس میں لفظ مطرت ضل ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے جب ہی تو مطرت اس سے صحیح ہوتی ہے اور اگر گناہ مباح ہو جاتا تو عمارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا۔^(۲۵)

۱۳۔ حرمت بچہ قبور:

معرفت قانونی مشائخ پرستی اور قبر پرستی پر جہنی حکمرانوں کے سخت خلاف ہیں اور عوام کے پاس مروجہ اس نوعیت کی عبادت کی قرآن و سنت سے تردید فرماتے ہیں۔ بزرگوں کی قبور کو بچہ اور بچہ عبادت کی نیت سے ہے تو وہ آپ کے نزدیک شرک و کفر ہے اور اگر بچہ قیمت (تعطیس) ہے تو

نعت کبیرہ قریب بکھر ہے اور صحن کی حدیث میں اس فعل کی اصلاح ہے جو اس وقت جہد صوفیہ میں شائع ہے۔ "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ قَبَلُوا فِيهِمْ مَسَاجِدَ" (اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں)۔^(۴۴)

آپ نے بیان القرآن اور یاد اللہ اور میں سجدہ تھیج کی حرمت پر جہنی حدیث پر وارد ہونے والے اس اکتال پر کہ یہ خبر واحد ہونے کی بنا پر قرآن میں مذکور سجدہ تھیج کو مشورہ نہیں کر سکتی، عمدہ بحث کی ہے۔

آپ نے صحابہ کرام میں اس حدیث کے تمام طرق کو متبع کر کے اس صحابہ تک پہنچایا اور اس کا احادیث پر اور اہل دہج میں اس کا خبر مشہور ہونا ثابت کیا اور سجدہ تھیج کی حرمت سے حقیقی تمام شہادت کو مشہور و دائمی کے ساتھ دبیج کیا ہے۔^(۴۵)

۱۳۔ گرامیہ غلاف قبور:

حضرت قنونیؒ کے نزدیک قبور پر غلاف چرمانا پند ہے و فعل نہیں اور یہ اسر اصلاح کا متناضی ہے۔ آپ نے اس کی گرامیہ پر اہل دہج کی حدیث ابن عباس سے استفادہ کیا ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ "لَا تَسْبُرُوا الْحَدَثِ" (دعاؤں کو کپڑوں سے مس نہ پہناؤ) آپ کے نزدیک قبروں پر تو دعا گیری کے بارے بھی ضرورت نہیں تھی و غسل و ترابح ہی مقصود ہے۔ جس کی قبور کے لیے اہانت ثابت نہیں۔^(۴۶)

۱۵۔ آنحضرت ﷺ کے قبہ کی تخصیص۔ حکم و مصالح:

حضرت قنونی حرات اولیاء پر قوں کی قبر کو مناسب نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک حضور ﷺ کے دہجہ الطہر پر بزرگوں کے حرات کو قیاس کرنا درست نہیں ہے قیاس مع الاطلاق ہے۔ آپ نے ایک استثناء کے جواب میں حضور ﷺ کے قبہ شریف کی تخصیص اور اس کے حکم و مصالح پر نصوں کی روایت میں عمدہ بحث کی ہے جس سے آپ کی کتابت اور اہل دہج ذوق بھی لگایا ہے حضرت قنونی کے نزدیک حضور ﷺ کی تدفین اہانت کی رو سے موجب وقاحت ہی میں نامور ہے اور موجب وقاحت ایک دیت کا جو ہر ان وقت (دعاؤں اور صحت) پر مشتمل تھا اس سے مطہر ہوا کہ آپ کی قبر شریف پر ہر اہانت و استغاب کے جہنی ہونے کی اہانت ہے اور عام علی الطہر سے جو شیئی آئی ہے اور وہ ہے جہاں بنا، لظہر ہو اور جہاں ایسا نہیں۔ اب رہا اس کا ہوا، ہوا، سو چنگ بھد دان کے غلاف راہنہ میں سے کسی ایک نے اس بنا کے ہوا، پر گہر نہیں لڑائی بلکہ ایک موجب استفادہ کی ضرورت

شعبہ سے صرف حلق میں ایک روہیمان کھولایا جس سے اس باہ کے باہ کا شروع ہوا بھی معلوم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ باہ، ایسی اشیاء کا بدن اجسام باہ کے مادہ کھن نہیں اس لیے اجسام باہ کی مطہریت بھی ثابت ہوگی اور چونکہ عبادت کا اجسام داخل فی الہا، ہے اس لیے اس کی حضوریت بھی ثابت ہوگی خصوصاً جب اس میں اور مصالغ شریعہ بھی ہوں مثلاً حضور ﷺ کے بند مطہر کو اعضاء دین سے محفوظ رکھنا کہ ان کا تلاء (نمود باہ) باقی بقولت اجرام ہے اور جس مہارک کے اجرام کا حضور ہونا اہل بدایات سے ہے اور مثلاً آپ کی قبر مطہرہ کی عبادت کی فکر سے مستور رکھنا کہ اس کا نگر آنا غایب مطلق میں متصل تھا اعضاء الی الصلوٰۃ عن الصلوٰۃ والشرعیہ کو جیسا مرض وفاق میں کئی حالت کے بعد حضور ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر قریب تھا کہ ناز کا الکلام ہی درہم برام ہوا ہے اور یہ دونوں امر مانفہ لخصاً الشریعہ ہونے کے سبب حضور ہیں۔

بدن باہ، باہ کے خاص اجسام و اجسام کے محفوظ رہ نہیں سکتے اس لیے مقدم حضور ہونے کے سبب یہ اجسام بھی حضور ہو گیا۔ نیز قبر منور ایسے موقع ہے کہ اس کے پیچھے کعبہ کا حصہ ہے بدن جاہل کے قبر کی طرف کعبہ واقع ہوتا ہے اس باہ میں طلاء کی بھی مصلحت ہے پس ثابت ہو گیا کہ "ہکم مطہر" (۱۸۷) کی طرح "قدو الہکم مثل قبری" کا حکم بھی کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ اب رہ گیا یہ ہے کہ اس میں حضرات شیخین کی قبریں کیوں نہیں اس کا جواب سوائے اس کے کعبہ میں نہیں آتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے قبر سے جس میں جن سورج زمین چاند لگے ہیں اور بر وقت وفاق کے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تھا کہ ایک چاند حضور سرور کائنات ﷺ ہیں اور اس کے علاوہ بھی چار سات (اول مشرہ بائٹل نہ کہ منات) شاید ہوں گی جس کی وجہ سے حضور ﷺ شیخین یہاں دفن فرمائے گئے۔ غلام یہ کہ حضرات شیخین جہاں وہاں سے دفن ہوئے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو قبور چھوڑ فرمائی وہ اصل میں حضور سرور کائنات ﷺ کے لیے تھی نہ باقصد حضرات شیخین کے لیے۔ (۱۸۸)

صفت اور صوف کی تحقیق، تطہیر اور صفت، مٹی یہ مٹی اور قری کاوشیں اہل علم کو حدیث اور صوف کے کئی اہم گوشوں سے حصار کرائی ہیں اور ان سے نظر حدیث و نظر صوف کے ایک اہم پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت قانونی نے صوف کے موضوع پر اعدایہ کا ذخیرہ جمع کر کے اور صوف و مسلک کا اعدایہ کی روشنی میں تجزیہ کر کے ایک اہم مٹی و دینی خدمت سرانجام دی ہے اور حدیث اور صوف پر دو شعبوں سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم اور محققین اس سے استفادہ اور راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

- (۱) حضرت قنوتی کی شخصیت اور سوانح پر درج ذیل مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
 - ا۔ سراج مبین: "شرف السوانح"، ادارہ ذیلیات اشرافیہ، ص ۳ (جلد ۳)
 - ب۔ مہدائیان، مفتی: سیرت اشراف۔ ادارہ فکر المعارف، لاہور۔ ص ۸۵۲
 - ج۔ مہدائی عارفی: "عالمو حکیم الامت"۔ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ ۱۹۸۲
 - د۔ وکیل احمد، قریظی: "شرف الصحافت"۔ مجلس مہارہ اہلسنی، ۱۹۵۵ء
- (۲) مآثر حکیم دوست ص ۵۹
- (۳) مدار سائقی
- (۴) ایضاً
- (۵) ایضاً ص ۶۰-۶۱
- (۶) ایضاً ص ۶۷
- (۷) مفتی مہدائیان نے سیرت اشراف میں ان مواد کی تفصیل فرست دی ہے۔ دیکھئے ص ۳۳-۳۴
- (۸) عالمو حکیم الامت ص ۲۹۳
- (۹) دیکھئے فرست ذیلیات حکیم دوست۔ سرب (اکثر مہدائی عارف، مکتبہ دارالعلوم کراچی ص ۳۷۰)
- (۱۰) عالمو حکیم الامت ص ۲۹۳
- (۱۱) شرف السوانح ج ۳ ص ۶۱
- (۱۲) ملاحظہ فرمائیے تفصیلات پر تفصیل مجموعہ "توہافہ القوادیر" پر حضرت قنوتی کی حیثیت ہی میں تاریخ ۱۰۱۔ ۱۰۲ اور اشراف الکامیر" پر آپ کے مواد، مخطوطات و تصانیف میں متفقہ تحریری ثبوت پر مشتمل ہے ۳ جلدوں میں سرب ہو کر ادارہ ذیلیات اشرافیہ، ص ۱۰۱ سے ۱۰۲ تک ہو چکی ہے۔
- (۱۳) قنوتی، "اصلاحات القومیہ" ادارہ ذیلیات اشرافیہ، ص ۱۸
- (۱۴) امانت اعجازت میں آپ کا رسالہ "الشیخۃ السیادۃ علیہ السلام" ہے۔
- (۱۵) مآثر حکیم دوست ص ۳۷
- (۱۶) تقریر: "عقائد المسلمین" ادارہ القرآن، دارالعلوم اسلامیہ۔ کراچی ج ۱ ص ۱۱
- (۱۷) ماہنامہ "الحسن" نمبر چار حکیم دوست ص ۱۵۱ اشراف علی قنوتی، پندرہ اشرافیہ۔ ۱۹۸۵ ج ۲۵
- (۱۸) دیکھئے "عقائد المسلمین" عازم الاضواء، دارالکتب العلمیہ۔ ص ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶
- (۱۹) ایضاً دیکھئے مقدمہ کتاب ص ۵
- (۲۰) مدار سائقی
- (۲۱) مدار سائقی مقدمہ کتاب۔ دیکھئے مدار ذاب انکواری، فتح مہدائیان اور غنم، مشعل نور علیہ ص ۱۵۱-۱۵۲

مدنی کے تحریری مواد سے

- (۲۲) ماہنامہ "معارف" دارالعلوم اہل علم گزشتہ، اٹلا ٹی ۲، جلد ۵۵، اگست ۱۹۳۳ء "مضمون" حقیقت تصوف کا منکشف اہم " از: شیخ محمد امجدی، بحوالہ اتریف القادری ۳، ۱۹۷۷ء، ص ۲۱۹
- (۲۳) "شرف السوانح" ۱۹۲۱ء
- (۲۴) "الاصناف النورية" ۳، ۱۹۱۹ء
- (۲۵) قانونی " اتریف علی " "المنکشف عن مہمات التصوف"۔ نیا بازار، لاہور، ۱۹۱۹ء، ص ۱۸۵۔۱۸۶
- (۲۶) مائت حکیم الامت ص ۲۳
- (۲۷) اپنا ص ۱۳۳، ۱۳۵
- (۲۸) اپنا ص ۱۳۵
- (۲۹) قانونی " سن اعجاز ادارہ ایقانات اتریف، مائت ص ۱۴
- (۳۰) یہ کتاب حضرت قانونی ہی کی تصنیف المنکشف کا اتریف اور اہم حصہ ہے
- (۳۱) قانونی اتریف علی: "الشرف بمعرفۃ اہمیت التصوف" - اللجنة العلمية، حیدرآباد، انڈیا۔ (سن ۱۹۰۸ء) یہ کتاب کتب خانہ مشرق کراچی سے بھی شائع ہو چکی ہے
- (۳۲) یہ سب کتب صرف و مطبوع ہیں
- (۳۳) حضرت قانونی ان کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ آپ ہی کی چاہت پر ۱۹۱۳ء طبع ہو چکی، مائت ادارہ اہل علم نے اس کتاب کی ۱۰ جلدوں کا جو سو (۱۰۰) ادارت کی شرف پر مشتمل ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں زیر طبع کیا گیا ۱۹۱۷ء چلی کے زیر دگر چینی فواد کے ساتھ یہ کتاب " راتہ اللہاں " کتاب خانہ شرف کے نام سے ادارہ اسلامیات، لاہور سے ۱۹۵۹ء میں ۱۰ جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔
- (۳۴) ۱۹۱۱ء زبان میں ڈاکٹر محمد رفیق کے زیر طبع کے ساتھ یہ کتاب نکل کر بازار آئی، ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۱۰ء چلی اداروں کو یہ ہی پر تحقیق و تصنیف کے واسطے سے نئی صورت حاصل ہے۔ انہوں نے نئی شکل میں ۱۹۱۳ء دہم کے دوران لکھ کر یہ کہ وہاں جس کے نام سے صرف ہے مگر مجموعہ جہاں پورے دنیا سے شائع کر دیا، دہم کے لفظیات و اصطلاحات "سنی" "سنی" کے مضمون سے شائع کر دیا۔ "معارف کے نام سے نیا جلدوں سے دہم کے نام پر لکھ کر انہوں نے ۱۹۱۳ء کے مائت ادارت کی بھی ادارت کی اور مائت ادارت "سنی" کی شرف کے ساتھ بھی جہاں میں شائع کے "پیکھتہ" ادارت دہم (مائت ادارت) دیکھا، ۱۹۱۰ء۔ پاکستان ۱۹۵۹ء
- "The life and works of Jalaluddin Muhammad Mowlavi"
Dr. Paniz Nowin p 21-22
- بعض دوسری محققین نے یہ ادارت تصوف کی تاریخ ہی سے متعلق ہیں یہ ہے۔ چلی، تاریخ ادارت، اسلامیات، اسلامیاتی، تصوف، آئینہ اسلامی۔ ۱۹۸۸ء، خالق داد کتب۔ تاریخ ادارت کتب الخیر، ممبئی۔
کلی شرف، جامعہ پنجاب، لاہور ۱۹۹۷ء
- (۳۵) مائت، "الاصناف النورية والاصناف النورية"۔ طب الدار، ۱۳۹۸ء، ص ۵۲۔۵۳

- (۳۱) "تذکرہ مباحث: اہل دہلی"۔ بزم توحید و ملت، گزشتہ دور (س۔ان) ص ۳۲
- (۳۲) "المستطعم فی تاریخ السلوک والامور" ۱۰۰۰ العالی خان، مورخ آراء ۳۳۵۷ تا ۳۳۵۸ ص ۱۶۹-۱۷۰
- (۳۳) "انسان: مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام"۔ مطبعہ برائش، ۱۳۹۸ھ تا ۱۰ ص ۵۵۲
- (۳۴) "مطقات الشافعیہ الکبریٰ"۔ دار ایما، مکتبہ العربیہ کالج (س۔ان) ج ۲ ص ۲۸۷
- (۳۵) "پیشوا ایم و شہد کی کتب لادیں کے حقیق نقل کردہ احادیث کو موضوع کیا ہے" دیکھئے "تاریخ بغداد" ج ۳ ص ۹۹، "ان ہیاری تلمیذین"۔ دارالعلوم، کالج، ۱۳۹۶ھ تا ۱۳ ص ۱۶۳، "ذاتی القاری"۔ "المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع"۔ مؤسسۃ الرسالہ، ج ۱ ص ۳۹۸، ۱۹۷۸ء، ص ۲۵۹-۲۶۰
- (۳۶) "ان خبر نے ان ہیاری کی ترویج میں "القول المسدد فی الذاب عن مسند احمد" تحریر کی انہوں نے مسند احمد کی میں احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ سبھی نے بھی ان ہیاری کی موضوعات پر "الذکات البیعات علی الموضوعات"۔ تلمیذین کی تلمیذین کر کے پتہ اٹھانے بھی کے پر "الذاتی الموضوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" کے نام سے صرف کیا۔
- (۳۷) "تذکرہ بصری"۔ "الکتبۃ فی علم الترویج"۔ مہر آباد کی ۱۳۵۷ھ ص ۱۳۳
- (۳۸) "ان موضوع"۔ "مقدمہ میں اصلاح"۔ دارالکتب، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۳
- (۳۹) "خط ایک باب قرآن ہی مرتب نے لوگوں کو قرآن کی طرف راہت دینے کے لیے قرآنی سورتوں کے لفظی میں احادیث جمع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ دیکھئے، "میران" "الذاتی"۔ دارالکتب، ج ۱ ص ۱۹۳ تا ۱۹۹۔ ۲۰۰
- (۴۰) "ان کتب"۔ "نوعۃ النظر فی توضیح نصیحة الفکر"۔ "قرآن کی گراہی (س۔ان) ص ۵۹، ۵۸
- (۴۱) "دیکھئے، "آکاشی"۔ "نوعۃ الشریعۃ المرفوعۃ عن الامصار الموضوعۃ"۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۷۹ء، ج ۱ ص ۳۳، ۳۴۔ "میران" "الذاتی"۔ ص ۳، ۵۱۳
- (۴۲) "المصنف"۔ ص ۲۵
- (۴۳) ایضاً ص ۱۵۵، ۳۵
- (۴۴) ایضاً ص ۳۵
- (۴۵) ایضاً ص ۷۹، ۷۵
- (۴۶) ایضاً ص ۵۹
- (۴۷) ایضاً ص ۶۱
- (۴۸) ایضاً ص ۶۱
- (۴۹) ایضاً ص ۶۳
- (۵۰) ایضاً ص ۶۵
- (۵۱) ایضاً ص ۶۷
- (۵۲) ایضاً ص ۶۷
- (۵۳) ایضاً ص ۶۷
- (۵۴) ایضاً ص ۶۷
- (۵۵) ایضاً ص ۶۷
- (۵۶) ایضاً ص ۶۷
- (۵۷) سید عثمان نعمانی اشرف کے ص ۱۰۸ میں کے خلاف میں صرف شہری کے بجز اہل کی ناپاکی کا ذکر کیا

ہے جب کہ اس میں دگر قسم کے ۱۱۱۱ بھی درجی اماریٹ کی بنی تصاریف کی گئی ہے۔ دیکھئے "مخار

تیم اماریٹ کے آثار طبع: مائل حاکم الامت ص ۳۰۶ ص ۲۰۱ کے تصانیف دیکھئے آؤنا جینا

نمبر ۱۔ تخریج بعض الروایات الواردة فی الدرر الاول من المعوی المعوی او شرحہ کلید عن بعض

الرسائل وغیرہ ص ۱۵۹-۱۸۸

نمبر ۲۔ تخریج بعض الروایات الواردة فی الدرر الساس من المعوی المعوی او شرحہ کلید عن بعض

کلید ص ۱۸۸-۱۹۵

نمبر ۳۔ حسیبہ فی تحقیق بعض الروایات المنطوقہ المذكورہ فی رسائل القوم ص ۱۹۲-۱۹۷

تخریج الروایات من المطامیر الحسیبہ علی تزیین الحروف الجمالیہ ص ۱۸۸-۲۵۹

۵۸) سید سلیمان عسائی نے صرم سیم و چندام کی اماریٹ کا مآخذ حرف جامع صفر الخیر ہے جب کہ اس میں کچھ

اماریٹ کذا اللہ اعلم سے گئی لی گئی ہیں جیسا کہ نو ذماتک مہموت نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

۵۹) دیکھئے اشرف صرم صم ص ۲۵۷-۳۶۳، صرم چندام ص ۳۴۵-۳۴۶

۶۰) ایضاً ص ۷۷

۶۱) ایضاً ص ۷۹

۶۲) ایضاً ص ۸۸

۶۳) ایضاً ص ۳۰

۶۴) ایضاً ص ۳۷

۶۵) یہ دنار درجہ کواں، دہلی سے گھر خان خان ۲۵ کتبہ بر قری ماہ کی پندرہ تاریخ کو شیخ کرتے تھے۔ اس

کا شمار بنیادی اصل ۳۳۳ء میں ہوا۔

۶۶) "اشرف السلاطین" ص ۲ / ۱۹۷

۶۷) التکشف - ص ۲۵۳-۲۵۵

۶۸) ایضاً ص ۷۶

۶۹) ایضاً ص ۲۶

۷۰) ایضاً ص ۵۲

۷۱) ایضاً ص ۵۷

۷۲) ایضاً ص ۵۲

۷۳) ایضاً ص ۱۵۸

۷۴) ایضاً ص ۱۵۵

۷۵) ایضاً ص ۲۲

۷۶) ایضاً ص ۲۰

۷۷) حشر - حقیقۃ الطریقۃ (قلم) دیکھئے آئین ص ۳۱۸-۳۱۹

- (۷۹) قانونی - الشرف علی: یادگوار، ادارہ اسلامیات - لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۷۸-۷۹
- (۷۹) الشرف: ۲۶
- (۸۰) ایضاً: ۲۷۵
- (۸۱) ایضاً: ۲۷۰
- (۸۲) سزا: "الغریب والفریب" دارالحدیث القام، ۱۹۷۷ء / ۱۹۸۷ء، ج ۳ ص ۲۹۷
- (۸۳) الشرف: ۷۵-۷۴
- (۸۴) ایضاً: ۱۸۳، ۱۹۰
- (۸۵) ادا بیت شکر: ۱۸
- (۸۶) الشرف: ۱۶۸-۱۶۹
- (۸۷) عالم النبی: موضوعات الکبریٰ، المکتبۃ الاتریب، شکرپور، (ک۔ن) لکھی: مذکورۃ الموضوعات: کتاب الوحید باب الایمان باللہ شیخ المکتبۃ القیسی، ص ۳۲۳-۳۲۴
- (۸۸) الشرف: ۲۱۶-۲۱۷
- (۸۹) مذکورۃ الموضوعات ۷۳
- (۹۰) القصص: ۷۹-۷۷
- (۹۱) الشرف: ۲۲۲-۲۲۳
- (۹۲) ایضاً: کتاب دیکھئے صفحات ۳۲۷، ۳۲۵، ۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲
- (۹۳) سبلی نے "اصناف الفرقہ بوصف الحرفۃ" کے ۴۵ سے آئی منسوخ ہے ایک رہنما گزیٹیا جو کہ مجموعہ رہاں سعادت سوسٹی، ممبئی گزیٹیا (ک۔ن) سے ملتی ہے۔ یہ لا دیکھئے صفحات الاس ص ۳۶۹-۳۷۰
- (۹۴) الشرف: ۲۴۱-۲۴۲
- (۹۵) دیکھئے ادارۃ الشرف باب ۲۵
- (۹۶) الشرف: ۲۴۲-۲۴۳
- (۹۷) ایضاً: ۲۴۹، ۲۴۱
- (۹۸) الشرف: ۲۱۵
- (۹۹) مصلحتی: کشف الخفاء و مزیل الآس عما اشہر من الاحادیث علی السنة الناس، تحلیق و تعلق احمد القلاش، ۱۹۸۸ء / ۱۹۸۹ء، مؤسسة الرسالة، بیروت، ج ۱ ص ۳۳۸، حدیث ۹۱۵ الشرف ۲۱۵
- (۱۰۰) الموضوعات الکبریٰ: ۵۹، الآثار المرفوعہ: ۲۵
- (۱۰۱) الشرف: ۱۹۶
- (۱۰۲) زبیدی: القام ۲۷۷، ص ۲۶۷
- (۱۰۳) ہیست: ۵۳، ۵۴
- (۱۰۴) الشرف: ۸۷

- (۱۷) مجمع الزوائد للبیہقی (۱۰۱۵م) ۱۱ / ۱۰۱ / المصنوع فی معرفۃ حدیث الموضوع : ۱۸۱ التمام بأمر : ۳۰۰
- (۱۷۲) الشرف : ۲۹۸-۲۹۹
- (۱۷۳) بخاری الجامع الصحیح - کتاب الرقاق : باب ۶۰
- (۱۷۴) ابن عدین سے آپ نے بارہ کے تحت اور خوب سے لے کر آٹھ جہت کیا ہے ۔ انکشاف ۸۹
- (۱۷۵) لڑ دیکھتے مست احمد دار مدار ، جریدت (س۔ن) ۱۹۶۶۔ مست احمدیہ خانقاہ
- (۱۷۶) انکشاف : ۲۳۳
- (۱۷۷) ایضاً : ۵۵
- (۱۷۸) "الاتوار وولیعہ ماسمعہ علی معاد دون لفظ "ابن الصلاح: مقدمہ ابن الصلاح" ص ۲۳
- (۱۷۹) ایضاً : ۲۱۳۔ اربعی الاحکام فی اصول الاحکام: کتبہ کتبہ ۳۹۸، ج ۲ ص ۱۲۶ دن کر کے نزدیک
- اکبریت ۱۵۲ کی کتاب ہے "توضیحا لفظی فی توضیح نعتیہ الفکر فتنن قرآنیہ فی تفسیر المہمان - آئین
- الثالی الموضوعات: ۲۹۵۲
- (۱۸۰) کشف الخفاء: ۲۳۶۱ ، حدیث : ۳۰
- (۱۸۱) الشرف : ۱۵۵-۱۵۶
- (۱۸۲) التکشف: ۲۹۲
- (۱۸۳) ایضاً : ۱۱۳
- (۱۸۴) ایضاً : ۵۳
- (۱۸۵) مقالہ "مشارقی الاوار" مع ترجمہ لفظ الامصار: مطبع نولکھنور ، لاہور۔ ۱۹۷۸ء ص ۱۵۵
- (۱۸۶) ایضاً : ۸۹
- (۱۸۷) کشف الخفاء: دار احیاء التراث العربیہ ، جریدت ۳۵۳ اور ج ۱ ص ۹
- (۱۸۸) ابن عربی "الفوحات المکیہ" دار الکتب العربیہ الکیبری ، مصر ۱۳۲۹ھ ج ۲ ص ۳۸
- (۱۸۹) ثابہ دل اللہ : "مجموعہ المسلسلات والدر الثمین والواقر"۔ کتبہ کتبہ یہ سہ ماہیہ۔ ۱۹۷۸ء ص ۵۲-۵۳
- (۱۹۰) ایضاً : ۵۹
- (۱۹۱) الشرف : ۲۳۳
- (۱۹۲) التکشف: ۱۳۳-۱۳۴
- (۱۹۳) الشرف : ۳۵۳۔ مزے مٹاؤں کے لیے دیکھئے ۔ انکشاف ۲۱۶-۲۱۷۔ ۲۱۷۔ ۲۱۷
- (۱۹۴) مائت حکیم الامت : ۱۹۸-۱۹۹، لڑ دیکھتے قرآنی تفسیر لفظ اسمیں لفظ اسوای لسان کتب خانہ مجید
- خان (س۔ن) ص ۵۸۳
- (۱۹۵) التکشف: ۲۵۵-۲۵۳
- (۱۹۶) مائت حکیم الامت جس میں ص ۲۰۰-۲۰۱
- (۱۹۷) التکشف : ۵۲۳
- (۱۹۸) "وكانت بيعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان فقال ﷺ بيده اليمنى على اليسرى وقال هذه لعثمان امرجه البخاري والترمذي عن ابن عمر"

- (۳۲) ابن عربی: "الطهوية"۔ ج ۱ ص ۳۹۷۔ ۳۹۸ اور ص ۷۵۔ ۱۵۷
- (۳۳) ج ۱ ص ۸۷۳
- (۳۴) الشکف: ۷۰۳
- (۳۵) بوالمؤذن: ۶۸
- (۳۶) ترمذی: جامع ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء في الطيبة، سنن ابی داؤد، کتاب المساجد، باب كيف الطيبة.
- (۳۷) ایضاً
- (۳۸) الشکف: ۵۲۶، ۵۲۷
- (۳۹) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق
- (۴۰) بوالمؤذن ص ۳۲۶
- (۴۱) الشکف، قسم ص ۵۱۵
- (۴۲) ایضاً ۵۰۲
- (۴۳) ایضاً ۵۰۳
- (۴۴) ایضاً ۶۵۲ نیز دیکھئے اکثر ص: ۳۵
- (۴۵) بوالمؤذن ص ۷۸ فقہین حنفیہ کرامت
- (۴۶) الشکف: ۵۲۹
- (۴۷) ایضاً ۶۸
- (۴۸) آئی: "معجم الزوائد"۔ کتاب الزهد، باب ما جاء في الطرسة، مکتبہ القاری، الآراء، ۱۳۵۳ھ، ۲۸۸/۱۰
- (۴۹) الشرف: ۳۲۶
- (۵۰) الدمان: ۱۰، ۲۲
- (۵۱) دیکھئے مسلم، کتاب الفتن، والمطامع، باب ما ذكر ابن عباد، الشکف: ۶۸، ۶۹
- (۵۲) الشرف: ۳۲۷
- (۵۳) الحک: ۱۶۷
- (۵۴) الشکف: ۶۲۳
- (۵۵) ایضاً ۶۹۷، ۷
- (۵۶) مدارج السالكين: ۳، ۱۵۰
- (۵۷) الشکف: ۵۰۰
- (۵۸) ایضاً ۵۲۲
- (۵۹) تلبس الملبس: ۳۲۲
- (۶۰) الشکف: ۵۱۸
- (۶۱) ایضاً ۵۰۶
- (۶۲) ایضاً ۵۰۱

- (۱۹۵) اثر: ۵۹۷
 الشکوف: ۵۰۲، ۵۰۱
- (۱۹۶) ایضاً: ۶۷۶، ۶۷۷
- (۱۹۷) بواقر الوائز: ۳۳، ۳۴
- (۱۹۸) ایضاً: ۵۳۳، ۵۳۰
- (۱۹۹) داخل قرآن نے کئی نئی احادیث کی احادیث سے نکالی کرتے ہوئے کہا ہے۔ ”وہا احادیث نام الاثر وہ کتبہ کتب من اولھا و آخرھا کتھبت لوروی احمد کم بعد سنن مالک جر و کتب صبر من ان یروی ولدا۔“ دیکھئے ”المشوات الکبریٰ“ ص ۱۰۳ ان المشوات میں سے ۱۵۱ کی ثابت میں مرئی احادیث ہیں جو ۷۰۰ قبل از تاریخ مرسوم ہیں ۱۵۰۰ یہ حدیث کہ اگر تم میں کوئی کہے کہ پلہ پاسے تو بچے کی پرہیز سے بچ رہے۔
- (۲۰۰) الشکوف: ۲۸۸
- (۲۰۱) دیکھئے فریغیہ علیہ اللہ: ”شرف الیک تجزیاتی مطالعہ“ ڈاکٹر عبید اللہ قریشی کی ان تصنیف کا مکمل کس نامہ درج آئیے۔ ”۱۹۷۰ء۔ جلد ۲، ۱۵۰، ۱۵۱ اگست ۱۹۸۸ء (ص ۳۱-۳۰) میں داخلہ کیجئے۔
- (۲۰۲) الشرف: ۲۸۱
- (۲۰۳) کوزل: کتاب النکاح الباب الاول فی الشرف صح حدیث: ۳۳۳۴
- (۲۰۴) الشرف: ۳۳۹
- (۲۰۵) الشکوف: ۵۲۱، ۵۲۰ دیکھئے الشرف: ۲۸۱
- (۲۰۶) بواقر الوائز: ۳۳، ۳۴
- (۲۰۷) الشکوف: ۵۲۰
- (۲۰۸) ایضاً: ۵۷۹
- (۲۰۹) ایضاً: ۵۲۸، ۵۲۷
- (۲۱۰) الشرف: ۳۷۷، ۳۷۶، ۳۷۵ دیکھئے الشکوف: ۲۸۰
- (۲۱۱) الشکوف: ۵۳۸
- (۲۱۲) ملخص از السنة العلیا فی الوجیة العلیا۔ ”معارف اثری“ ۱۵۱، ۱۵۲ ایضاً اثری ملکان، ج ۱ ص ۸۷-۸۶
- (۲۱۳) قانونی: ”الشرف فی تعلق الشرف“۔ ص ۱۰۰، زیر از اسٹیٹ لٹریچر پبلشرز، ۱۹۷۰ء۔ ص ۸۰، ۸۱
- (۲۱۴) قس از ”الشرف فی تعلق الشرف“۔ دیکھئے پبلشرز، ۱۹۷۰ء۔ ص ۸۰، ۸۱
- (۲۱۵) مجمع الزوائد۔ کتاب الزهد باب المعاد فی القرامط۔
- (۲۱۶) الشرف: ۳۳۹
- (۲۱۷) الشکوف: ۳۳۹
- (۲۱۸) دیکھئے: ”شرف الیک تجزیاتی مطالعہ۔“ مولانا آئیے ص ۷۰
- (۲۱۹) الشکوف: ۵۲۸، ۵۲۹

- (١٨) ابنُ عَسَاكِر: ٥١٨-٥١٩
- (١٩) الشَّرَف: ٢٢٢
- (٢٠) ابنُ عَسَاكِر: ٢٢١
- (٢١) الشَّرَف: ٢٢٢
- (٢٢) ابنُ عَسَاكِر: ٢١٩
- (٢٣) الشَّرَف: ٢١٩-٢٢٠
- (٢٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٢٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٢٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٢٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٢٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٢٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٣٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٤٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٥٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٦٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٧٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٨٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٠) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩١) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٢) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٣) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٤) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٥) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٦) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٧) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٨) الشَّرَف: ٢١٩
- (٩٩) الشَّرَف: ٢١٩
- (١٠٠) الشَّرَف: ٢١٩

احکام القرآن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: ایک تعارفی مطالعہ

ڈاکٹر مجید امجد ہاشمی*

ABSTRACTS

Albāhām al-Qur'ān is that trend in Quranic exegesis that primarily focuses on the legal perspective of the Qur'ānic verses. Indian subcontinent has its own share in this tradition. An important work of this genre is the one that was inaugurated by Mawlāna Ashraf 'Alī Thānawī and completed by his disciples. The present study analyzes the motives and method of *Albāhām al-Qur'ān*, its scope and the extent of its applicability.

تفسیر قرآن کا وہ رجحان جس میں قرآن کریم کی لکھی آیات پر بحث کی جائے جن سے براہ راست فقہی احکام کا استنباط ہو "تفسیر فقہی یا احکام القرآن" کہلاتا ہے۔ گویا یہ قرآن حکیم کا انحصار اور قانونی مطالعہ (Legal Study) ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں سے حقیقی الہی احکام و فرامین کا استنباط و استخراج کیا جاتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند اپنی طویل روایت کے مطابق فقہ القرآن کے اس انحصاری میدان میں بھی عالم اسلام کے دوسرے حصوں سے پیچھے نہیں رہا ہے۔ برصغیر کے مخصوص چار جگہ، بنگلہ دیش اور سیاسی حالات کی بنا پر یہاں کے محاکمہ شرعی سے فقہ کے میدان میں خصوصی دل نہیں رہی ہے۔ مشہور مؤرخانہہ کے ذکر و نگار محمد اعلیٰ اعظمی نے *الفتاویٰ الإسلامية في الهند* میں اس رجحان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ برصغیر میں فقہ کی تالیفات دوسرے علوم کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔^(۱) صرف فقہ القرآن یا احکام القرآن پر آپ نے نو (۹)

* اساتذہ و اجراء، ترقی اسلامک سٹریٹ (اصول الدین) کالج، لاہور، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۱- محمد اعلیٰ اعظمی، *الفتاویٰ الإسلامية في الهند*، مکتبہ جامع اللغة العربية، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۵

کتہوں کا ذکر کیا ہے۔^(۱) یہ سطر میں احکام القرآن پر عربی زبان کا ایک اہم تحقیقی کام ہے جو یہاں کے معروف عالم مولانا شرف علی قانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

احکام القرآن کی تالیف کے اسباب و محرکات کیا تھے؟ یہ کام کس انداز میں پائے جھٹیل تک پہنچا؟ اس کام میں مطلوبہ اہداف کے حصول میں مولانا قانوی رحمۃ اللہ علیہ کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں؟ احکام القرآن کے موضوعات اور منہج و اسلوب کیا ہے؟ احکام القرآن اس لحاظ از حدیث کے مسلمانوں کی بالخصوص اور عالم اسلام کی بالعموم کن طبعی اور قانونی ضروریات کا احاطہ کرتی ہے؟ موضوع کے یہ زریں سوالات ہیں جن کا جواب فراہم کرنا اس مقالے میں ہمارے مقصد تھی نظر ہے۔

احکام القرآن کی تالیف کے اسباب و محرکات

احکام القرآن کی تالیف کا منصوبہ کسی ایک سبب یا محرک کا نتیجہ نہیں ہے۔ پہلے محرک کے طور پر جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا قانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرآن میں گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ قرآنیت میں آپ کی مختلف جائزات سے ٹوٹی جھکتی ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن عربی اور اردو زبان کے ماہرین سے ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ جلدوں پر مشتمل و اصول کرنا ہے^(۲) اور حواہل ہے۔ آپ کی تفسیر بیان القرآن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب علم کا ناظر یہ قفا کہ یہ تفسیر ۱۱۱۱ اور ۱۱۱۲ جلدوں کے لیے تو سو دس تھیں۔ علامہ اور اہل فن کے لیے بھی بہت نافع اور منیہ ہے۔^(۳) ۱۱۱ جلدوں کو تفسیر قرآن سے خصوصی مناسبت تھی۔ یہ خصوصی مناسبت ظاہری اسباب کے علاوہ خود آپ کے بقول حلی انداز میں مہاجر کی نئی لڑائی گوئی اور خصوصاً دعا کا نتیجہ تھی۔^(۴)

۱- جس تصور، ۱۵۰، ۱۵۱ اور ۱۵۲

۲- حافظ ہزاہر، تلمیحات، اردو میں تفسیری سبب، کراچی، مکتبہ انڈیکس پبلسٹ، ۱۹۹۳، ص ۹۹-۱۰۰ اور

Imar binark Halit oren, Word Bibliography of the meaning of The Holy Quran, (Istanbul: Research Center for Islamic History, 1986), 546

۳- دیکھئے تفسیر دینی شرف المصنفات، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴،

دوسری بات بر تفسیر سے آپ کے خاص لگاؤ کا سبب بنی، وہ آپ کے بقول یہ تھی کہ ابتدا میں تفسیر قرآن سے آپ کا شغف دیگر تمام علوم کی طرح تھا، کوئی خصوصیت خاصیت آپ کو اس فن سے نہ تھی۔ ایک موقع پر جب آپ نے تفسیری دوروں کا سلسلہ شروع کیا تو خواب میں ترجمان القرآن حضرت عبدعزیز ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ موانع فرماتے ہیں کہ میں نے اس زیارت کو علوم تفسیر میں شرح صدر کا اثر و کھارہ سمجھا۔ چنانچہ اس کے بعد تفسیر سے خاصیت کھلی اور بذمہ حق پائی گئی۔^(۱) علوم القرآن میں موانع فتاویٰ کبھی کبھی کی مختلف تحقیق کاوشوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا قرآنی شغف احکام القرآن کی تالیف کا محرک بنا۔

احکام القرآن کی تالیف کا تیسرا محرک اس موضوع پر کئی تالیفات کی عدم دست یابی بنا۔ اگرچہ عام طہری کبھی اور جہاں کبھی کی احکام القرآن اور برصغیر میں ملاحین ان کی "التفسیرات الاحمدیہ" اس موضوع پر غور طعن کا کام تھے، تاہم عام طہری کا کام اس وقت تک ملتوا تھا، جب کہ جہاں کے پاس دست طعی حصوں میں دست اور طہرات کی بنا پر بعد کی سورتوں میں اختلاف کے قرآنی دلائل کے بیان کا حق ادا نہیں ہو پایا۔ دوسری طرف التفسیرات الاحمدیہ کے فقہی مسائل میں بہت انتشار پایا گیا تھا۔ حزیہ برآں یہ قول سید سلیمان ندوی کبھی موانع فتاویٰ کبھی کو عام، عظیم کبھی کی فتوے شریعہ شغف تھا، آپ اپنی خاص توجیحات اور ذہنی سے قرآنی خصوصیت سے اصول فقہ کا کام دھتے، اور فقہی احکام و مسائل کا اسکینا کرنا چاہتے تھے۔^(۲)

اس علمی کام کا ایک اور محرک، جس کا ذکر عبدالحق ابن عدو نے کیا ہے، یہ ہے کہ آپ کے دور میں برصغیر میں کئی اور عقلی مسلک کے ملا میں مسلکی چٹکت، علمی حد سے باہر کر ایک دوسرے پر رد و قدر، مناظر اور مناظروں اور ہادوں تک پہنچی تھی، اہل حدیث، علمائے اہل سنت اور ان کی فتوے سے نااہل تھے۔ ان کا گوہر یہ تھا کہ اختلاف اپنی فتوے میں خصوصیت (قرآن و سنت) کی بنی ہوئی نہیں کرتے، بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں اختلاف نے قرآن و سنت کی خصوصیت سے حعارض قانون سازی کی ہے۔ علمائے اہل سنت کے خیال میں یہ گوہر بے جا تھا اور ان حضرات کو اختلاف کے دلائل سمجھنے میں قلعہ پٹی ہوئی ہے۔ موانع فتاویٰ کبھی نے ان لٹلا فیوں کے دلائل اور چاہن میں مناظر کی بذمہ حق اپنی عقل کو پانے کے لیے وہ خاص علمی منصوبے تشکیل دیے، جن سے آپ کا

۱- شرح صدر، ج ۱ ص ۳۸

۲- سید سلیمان ندوی، "تفسیر دست کے اہل علمی" مطبوعہ مجلس المدینتہ العلمیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۱۳۳

۳- تیسری جلد، ص ۲۳-۲۵

مقصود یہ تھا کہ اس نفاذِ حقی کا ازالہ ہو سکے اور واضح کیا جائے، کہ اختلاف کے باوجود قرآن و سنت ہی اصولِ تشریح (Legislation) ہیں، اور ایسے مسائل جن میں یہ عناصرِ خصوص کی خلاف ورزی نظر آتی ہے، ان کی ایسے انداز سے وضاحت کی جائے کہ حاشیوں کے شبہات کا ازالہ ہو جائے۔ فقہ حنفی کی جو بنیادیں تھیں، ان کے اعتبار سے کسی آیت یا حدیث سے حقیقتوں میں اس کو واضح کیا جائے، تمام ہیں کہ یہ دونوں کام بڑی کاوش، عرق ریزی، محنت و توجہ اور طویل عرصے کے مطالعے سے، سوا گانے اور وہ کیا کہ ان حقیقتوں کا سوا کہ اپنے خاص ذہنی و حیران کنے فقہاء کی کوشش سے اپنی تشریح میں کر دیا جائے۔^(۹)

سنت سے فقہ حنفی کے دلائل کی جمع، ترتیب و ترمیم اور تشریح کا کام آپ کی تشریح میں سوانا نظر امر مٹائی کے بقاوں پائے جمیل تک پہنچا۔ اس کام کی اہمیت سوانا فتاویٰ کبھی کی نظر میں بہت زیادہ تھی، سوانا مٹائی کبھی نے اپنے استاد اور سرپرست کی ترمیمی ان الفاظ میں کی ہے کہ اس علمی منصوبے کی جمیل سے شہدائے اللہ کی وہ خدمت ہی رہی جس کو انہوں نے طبع و خرد میں کبیرت اور وسوسہ کبیرا مقیم کیا ہے۔^(۱۰)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک نمونہ ہی میں ایک طریقہ دیا، جو وہ ہے جو اس طریقہ سنت کے بہت زیادہ موافق ہے جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں مدائن اور مدینہ ہو چکا تھا۔ وہ کہ اگر ۱۵۴:۱۵۵:۱۵۶:۱۵۷:۱۵۸:۱۵۹:۱۶۰:۱۶۱:۱۶۲:۱۶۳:۱۶۴:۱۶۵:۱۶۶:۱۶۷:۱۶۸:۱۶۹:۱۷۰:۱۷۱:۱۷۲:۱۷۳:۱۷۴:۱۷۵:۱۷۶:۱۷۷:۱۷۸:۱۷۹:۱۸۰:۱۸۱:۱۸۲:۱۸۳:۱۸۴:۱۸۵:۱۸۶:۱۸۷:۱۸۸:۱۸۹:۱۹۰:۱۹۱:۱۹۲:۱۹۳:۱۹۴:۱۹۵:۱۹۶:۱۹۷:۱۹۸:۱۹۹:۲۰۰:۲۰۱:۲۰۲:۲۰۳:۲۰۴:۲۰۵:۲۰۶:۲۰۷:۲۰۸:۲۰۹:۲۱۰:۲۱۱:۲۱۲:۲۱۳:۲۱۴:۲۱۵:۲۱۶:۲۱۷:۲۱۸:۲۱۹:۲۲۰:۲۲۱:۲۲۲:۲۲۳:۲۲۴:۲۲۵:۲۲۶:۲۲۷:۲۲۸:۲۲۹:۲۳۰:۲۳۱:۲۳۲:۲۳۳:۲۳۴:۲۳۵:۲۳۶:۲۳۷:۲۳۸:۲۳۹:۲۴۰:۲۴۱:۲۴۲:۲۴۳:۲۴۴:۲۴۵:۲۴۶:۲۴۷:۲۴۸:۲۴۹:۲۵۰:۲۵۱:۲۵۲:۲۵۳:۲۵۴:۲۵۵:۲۵۶:۲۵۷:۲۵۸:۲۵۹:۲۶۰:۲۶۱:۲۶۲:۲۶۳:۲۶۴:۲۶۵:۲۶۶:۲۶۷:۲۶۸:۲۶۹:۲۷۰:۲۷۱:۲۷۲:۲۷۳:۲۷۴:۲۷۵:۲۷۶:۲۷۷:۲۷۸:۲۷۹:۲۸۰:۲۸۱:۲۸۲:۲۸۳:۲۸۴:۲۸۵:۲۸۶:۲۸۷:۲۸۸:۲۸۹:۲۹۰:۲۹۱:۲۹۲:۲۹۳:۲۹۴:۲۹۵:۲۹۶:۲۹۷:۲۹۸:۲۹۹:۳۰۰:۳۰۱:۳۰۲:۳۰۳:۳۰۴:۳۰۵:۳۰۶:۳۰۷:۳۰۸:۳۰۹:۳۱۰:۳۱۱:۳۱۲:۳۱۳:۳۱۴:۳۱۵:۳۱۶:۳۱۷:۳۱۸:۳۱۹:۳۲۰:۳۲۱:۳۲۲:۳۲۳:۳۲۴:۳۲۵:۳۲۶:۳۲۷:۳۲۸:۳۲۹:۳۳۰:۳۳۱:۳۳۲:۳۳۳:۳۳۴:۳۳۵:۳۳۶:۳۳۷:۳۳۸:۳۳۹:۳۴۰:۳۴۱:۳۴۲:۳۴۳:۳۴۴:۳۴۵:۳۴۶:۳۴۷:۳۴۸:۳۴۹:۳۵۰:۳۵۱:۳۵۲:۳۵۳:۳۵۴:۳۵۵:۳۵۶:۳۵۷:۳۵۸:۳۵۹:۳۶۰:۳۶۱:۳۶۲:۳۶۳:۳۶۴:۳۶۵:۳۶۶:۳۶۷:۳۶۸:۳۶۹:۳۷۰:۳۷۱:۳۷۲:۳۷۳:۳۷۴:۳۷۵:۳۷۶:۳۷۷:۳۷۸:۳۷۹:۳۸۰:۳۸۱:۳۸۲:۳۸۳:۳۸۴:۳۸۵:۳۸۶:۳۸۷:۳۸۸:۳۸۹:۳۹۰:۳۹۱:۳۹۲:۳۹۳:۳۹۴:۳۹۵:۳۹۶:۳۹۷:۳۹۸:۳۹۹:۴۰۰:۴۰۱:۴۰۲:۴۰۳:۴۰۴:۴۰۵:۴۰۶:۴۰۷:۴۰۸:۴۰۹:۴۱۰:۴۱۱:۴۱۲:۴۱۳:۴۱۴:۴۱۵:۴۱۶:۴۱۷:۴۱۸:۴۱۹:۴۲۰:۴۲۱:۴۲۲:۴۲۳:۴۲۴:۴۲۵:۴۲۶:۴۲۷:۴۲۸:۴۲۹:۴۳۰:۴۳۱:۴۳۲:۴۳۳:۴۳۴:۴۳۵:۴۳۶:۴۳۷:۴۳۸:۴۳۹:۴۴۰:۴۴۱:۴۴۲:۴۴۳:۴۴۴:۴۴۵:۴۴۶:۴۴۷:۴۴۸:۴۴۹:۴۵۰:۴۵۱:۴۵۲:۴۵۳:۴۵۴:۴۵۵:۴۵۶:۴۵۷:۴۵۸:۴۵۹:۴۶۰:۴۶۱:۴۶۲:۴۶۳:۴۶۴:۴۶۵:۴۶۶:۴۶۷:۴۶۸:۴۶۹:۴۷۰:۴۷۱:۴۷۲:۴۷۳:۴۷۴:۴۷۵:۴۷۶:۴۷۷:۴۷۸:۴۷۹:۴۸۰:۴۸۱:۴۸۲:۴۸۳:۴۸۴:۴۸۵:۴۸۶:۴۸۷:۴۸۸:۴۸۹:۴۹۰:۴۹۱:۴۹۲:۴۹۳:۴۹۴:۴۹۵:۴۹۶:۴۹۷:۴۹۸:۴۹۹:۵۰۰:۵۰۱:۵۰۲:۵۰۳:۵۰۴:۵۰۵:۵۰۶:۵۰۷:۵۰۸:۵۰۹:۵۱۰:۵۱۱:۵۱۲:۵۱۳:۵۱۴:۵۱۵:۵۱۶:۵۱۷:۵۱۸:۵۱۹:۵۲۰:۵۲۱:۵۲۲:۵۲۳:۵۲۴:۵۲۵:۵۲۶:۵۲۷:۵۲۸:۵۲۹:۵۳۰:۵۳۱:۵۳۲:۵۳۳:۵۳۴:۵۳۵:۵۳۶:۵۳۷:۵۳۸:۵۳۹:۵۴۰:۵۴۱:۵۴۲:۵۴۳:۵۴۴:۵۴۵:۵۴۶:۵۴۷:۵۴۸:۵۴۹:۵۵۰:۵۵۱:۵۵۲:۵۵۳:۵۵۴:۵۵۵:۵۵۶:۵۵۷:۵۵۸:۵۵۹:۵۶۰:۵۶۱:۵۶۲:۵۶۳:۵۶۴:۵۶۵:۵۶۶:۵۶۷:۵۶۸:۵۶۹:۵۷۰:۵۷۱:۵۷۲:۵۷۳:۵۷۴:۵۷۵:۵۷۶:۵۷۷:۵۷۸:۵۷۹:۵۸۰:۵۸۱:۵۸۲:۵۸۳:۵۸۴:۵۸۵:۵۸۶:۵۸۷:۵۸۸:۵۸۹:۵۹۰:۵۹۱:۵۹۲:۵۹۳:۵۹۴:۵۹۵:۵۹۶:۵۹۷:۵۹۸:۵۹۹:۶۰۰:۶۰۱:۶۰۲:۶۰۳:۶۰۴:۶۰۵:۶۰۶:۶۰۷:۶۰۸:۶۰۹:۶۱۰:۶۱۱:۶۱۲:۶۱۳:۶۱۴:۶۱۵:۶۱۶:۶۱۷:۶۱۸:۶۱۹:۶۲۰:۶۲۱:۶۲۲:۶۲۳:۶۲۴:۶۲۵:۶۲۶:۶۲۷:۶۲۸:۶۲۹:۶۳۰:۶۳۱:۶۳۲:۶۳۳:۶۳۴:۶۳۵:۶۳۶:۶۳۷:۶۳۸:۶۳۹:۶۴۰:۶۴۱:۶۴۲:۶۴۳:۶۴۴:۶۴۵:۶۴۶:۶۴۷:۶۴۸:۶۴۹:۶۵۰:۶۵۱:۶۵۲:۶۵۳:۶۵۴:۶۵۵:۶۵۶:۶۵۷:۶۵۸:۶۵۹:۶۶۰:۶۶۱:۶۶۲:۶۶۳:۶۶۴:۶۶۵:۶۶۶:۶۶۷:۶۶۸:۶۶۹:۶۷۰:۶۷۱:۶۷۲:۶۷۳:۶۷۴:۶۷۵:۶۷۶:۶۷۷:۶۷۸:۶۷۹:۶۸۰:۶۸۱:۶۸۲:۶۸۳:۶۸۴:۶۸۵:۶۸۶:۶۸۷:۶۸۸:۶۸۹:۶۹۰:۶۹۱:۶۹۲:۶۹۳:۶۹۴:۶۹۵:۶۹۶:۶۹۷:۶۹۸:۶۹۹:۷۰۰:۷۰۱:۷۰۲:۷۰۳:۷۰۴:۷۰۵:۷۰۶:۷۰۷:۷۰۸:۷۰۹:۷۱۰:۷۱۱:۷۱۲:۷۱۳:۷۱۴:۷۱۵:۷۱۶:۷۱۷:۷۱۸:۷۱۹:۷۲۰:۷۲۱:۷۲۲:۷۲۳:۷۲۴:۷۲۵:۷۲۶:۷۲۷:۷۲۸:۷۲۹:۷۳۰:۷۳۱:۷۳۲:۷۳۳:۷۳۴:۷۳۵:۷۳۶:۷۳۷:۷۳۸:۷۳۹:۷۴۰:۷۴۱:۷۴۲:۷۴۳:۷۴۴:۷۴۵:۷۴۶:۷۴۷:۷۴۸:۷۴۹:۷۵۰:۷۵۱:۷۵۲:۷۵۳:۷۵۴:۷۵۵:۷۵۶:۷۵۷:۷۵۸:۷۵۹:۷۶۰:۷۶۱:۷۶۲:۷۶۳:۷۶۴:۷۶۵:۷۶۶:۷۶۷:۷۶۸:۷۶۹:۷۷۰:۷۷۱:۷۷۲:۷۷۳:۷۷۴:۷۷۵:۷۷۶:۷۷۷:۷۷۸:۷۷۹:۷۸۰:۷۸۱:۷۸۲:۷۸۳:۷۸۴:۷۸۵:۷۸۶:۷۸۷:۷۸۸:۷۸۹:۷۹۰:۷۹۱:۷۹۲:۷۹۳:۷۹۴:۷۹۵:۷۹۶:۷۹۷:۷۹۸:۷۹۹:۸۰۰:۸۰۱:۸۰۲:۸۰۳:۸۰۴:۸۰۵:۸۰۶:۸۰۷:۸۰۸:۸۰۹:۸۱۰:۸۱۱:۸۱۲:۸۱۳:۸۱۴:۸۱۵:۸۱۶:۸۱۷:۸۱۸:۸۱۹:۸۲۰:۸۲۱:۸۲۲:۸۲۳:۸۲۴:۸۲۵:۸۲۶:۸۲۷:۸۲۸:۸۲۹:۸۳۰:۸۳۱:۸۳۲:۸۳۳:۸۳۴:۸۳۵:۸۳۶:۸۳۷:۸۳۸:۸۳۹:۸۴۰:۸۴۱:۸۴۲:۸۴۳:۸۴۴:۸۴۵:۸۴۶:۸۴۷:۸۴۸:۸۴۹:۸۵۰:۸۵۱:۸۵۲:۸۵۳:۸۵۴:۸۵۵:۸۵۶:۸۵۷:۸۵۸:۸۵۹:۸۶۰:۸۶۱:۸۶۲:۸۶۳:۸۶۴:۸۶۵:۸۶۶:۸۶۷:۸۶۸:۸۶۹:۸۷۰:۸۷۱:۸۷۲:۸۷۳:۸۷۴:۸۷۵:۸۷۶:۸۷۷:۸۷۸:۸۷۹:۸۸۰:۸۸۱:۸۸۲:۸۸۳:۸۸۴:۸۸۵:۸۸۶:۸۸۷:۸۸۸:۸۸۹:۸۹۰:۸۹۱:۸۹۲:۸۹۳:۸۹۴:۸۹۵:۸۹۶:۸۹۷:۸۹۸:۸۹۹:۹۰۰:۹۰۱:۹۰۲:۹۰۳:۹۰۴:۹۰۵:۹۰۶:۹۰۷:۹۰۸:۹۰۹:۹۱۰:۹۱۱:۹۱۲:۹۱۳:۹۱۴:۹۱۵:۹۱۶:۹۱۷:۹۱۸:۹۱۹:۹۲۰:۹۲۱:۹۲۲:۹۲۳:۹۲۴:۹۲۵:۹۲۶:۹۲۷:۹۲۸:۹۲۹:۹۳۰:۹۳۱:۹۳۲:۹۳۳:۹۳۴:۹۳۵:۹۳۶:۹۳۷:۹۳۸:۹۳۹:۹۴۰:۹۴۱:۹۴۲:۹۴۳:۹۴۴:۹۴۵:۹۴۶:۹۴۷:۹۴۸:۹۴۹:۹۵۰:۹۵۱:۹۵۲:۹۵۳:۹۵۴:۹۵۵:۹۵۶:۹۵۷:۹۵۸:۹۵۹:۹۶۰:۹۶۱:۹۶۲:۹۶۳:۹۶۴:۹۶۵:۹۶۶:۹۶۷:۹۶۸:۹۶۹:۹۷۰:۹۷۱:۹۷۲:۹۷۳:۹۷۴:۹۷۵:۹۷۶:۹۷۷:۹۷۸:۹۷۹:۹۸۰:۹۸۱:۹۸۲:۹۸۳:۹۸۴:۹۸۵:۹۸۶:۹۸۷:۹۸۸:۹۸۹:۹۹۰:۹۹۱:۹۹۲:۹۹۳:۹۹۴:۹۹۵:۹۹۶:۹۹۷:۹۹۸:۹۹۹:۱۰۰۰:۱۰۰۱:۱۰۰۲:۱۰۰۳:۱۰۰۴:۱۰۰۵:۱۰۰۶:۱۰۰۷:۱۰۰۸:۱۰۰۹:۱۰۱۰:۱۰۱۱:۱۰۱۲:۱۰۱۳:۱۰۱۴:۱۰۱۵:۱۰۱۶:۱۰۱۷:۱۰۱۸:۱۰۱۹:۱۰۲۰:۱۰۲۱:۱۰۲۲:۱۰۲۳:۱۰۲۴:۱۰۲۵:۱۰۲۶:۱۰۲۷:۱۰۲۸:۱۰۲۹:۱۰۳۰:۱۰۳۱:۱۰۳۲:۱۰۳۳:۱۰۳۴:۱۰۳۵:۱۰۳۶:۱۰۳۷:۱۰۳۸:۱۰۳۹:۱۰۴۰:۱۰۴۱:۱۰۴۲:۱۰۴۳:۱۰۴۴:۱۰۴۵:۱۰۴۶:۱۰۴۷:۱۰۴۸:۱۰۴۹:۱۰۵۰:۱۰۵۱:۱۰۵۲:۱۰۵۳:۱۰۵۴:۱۰۵۵:۱۰۵۶:۱۰۵۷:۱۰۵۸:۱۰۵۹:۱۰۶۰:۱۰۶۱:۱۰۶۲:۱۰۶۳:۱۰۶۴:۱۰۶۵:۱۰۶۶:۱۰۶۷:۱۰۶۸:۱۰۶۹:۱۰۷۰:۱۰۷۱:۱۰۷۲:۱۰۷۳:۱۰۷۴:۱۰۷۵:۱۰۷۶:۱۰۷۷:۱۰۷۸:۱۰۷۹:۱۰۸۰:۱۰۸۱:۱۰۸۲:۱۰۸۳:۱۰۸۴:۱۰۸۵:۱۰۸۶:۱۰۸۷:۱۰۸۸:۱۰۸۹:۱۰۹۰:۱۰۹۱:۱۰۹۲:۱۰۹۳:۱۰۹۴:۱۰۹۵:۱۰۹۶:۱۰۹۷:۱۰۹۸:۱۰۹۹:۱۱۰۰:۱۱۰۱:۱۱۰۲:۱۱۰۳:۱۱۰۴:۱۱۰۵:۱۱۰۶:۱۱۰۷:۱۱۰۸:۱۱۰۹:۱۱۱۰:۱۱۱۱:۱۱۱۲:۱۱۱۳:۱۱۱۴:۱۱۱۵:۱۱۱۶:۱۱۱۷:۱۱۱۸:۱۱۱۹:۱۱۲۰:۱۱۲۱:۱۱۲۲:۱۱۲۳:۱۱۲۴:۱۱۲۵:۱۱۲۶:۱۱۲۷:۱۱۲۸:۱۱۲۹:۱۱۳۰:۱۱۳۱:۱۱۳۲:۱۱۳۳:۱۱۳۴:۱۱۳۵:۱۱۳۶:۱۱۳۷:۱۱۳۸:۱۱۳۹:۱۱۴۰:۱۱۴۱:۱۱۴۲:۱۱۴۳:۱۱۴۴:۱۱۴۵:۱۱۴۶:۱۱۴۷:۱۱۴۸:۱۱۴۹:۱۱۵۰:۱۱۵۱:۱۱۵۲:۱۱۵۳:۱۱۵۴:۱۱۵۵:۱۱۵۶:۱۱۵۷:۱۱۵۸:۱۱۵۹:۱۱۶۰:۱۱۶۱:۱۱۶۲:۱۱۶۳:۱۱۶۴:۱۱۶۵:۱۱۶۶:۱۱۶۷:۱۱۶۸:۱۱۶۹:۱۱۷۰:۱۱۷۱:۱۱۷۲:۱۱۷۳:۱۱۷۴:۱۱۷۵:۱۱۷۶:۱۱۷۷:۱۱۷۸:۱۱۷۹:۱۱۸۰:۱۱۸۱:۱۱۸۲:۱۱۸۳:۱۱۸۴:۱۱۸۵:۱۱۸۶:۱۱۸۷:۱۱۸۸:۱۱۸۹:۱۱۹۰:۱۱۹۱:۱۱۹۲:۱۱۹۳:۱۱۹۴:۱۱۹۵:۱۱۹۶:۱۱۹۷:۱۱۹۸:۱۱۹۹:۱۲۰۰:۱۲۰۱:۱۲۰۲:۱۲۰۳:۱۲۰۴:۱۲۰۵:۱۲۰۶:۱۲۰۷:۱۲۰۸:۱۲۰۹:۱۲۱۰:۱۲۱۱:۱۲۱۲:۱۲۱۳:۱۲۱۴:۱۲۱۵:۱۲۱۶:۱۲۱۷:۱۲۱۸:۱۲۱۹:۱۲۲۰:۱۲۲۱:۱۲۲۲:۱۲۲۳:۱۲۲۴:۱۲۲۵:۱۲۲۶:۱۲۲۷:۱۲۲۸:۱۲۲۹:۱۲۳۰:۱۲۳۱:۱۲۳۲:۱۲۳۳:۱۲۳۴:۱۲۳۵:۱۲۳۶:۱۲۳۷:۱۲۳۸:۱۲۳۹:۱۲۴۰:۱۲۴۱:۱۲۴۲:۱۲۴۳:۱۲۴۴:۱۲۴۵:۱۲۴۶:۱۲۴۷:۱۲۴۸:۱۲۴۹:۱۲۵۰:۱۲۵۱:۱۲۵۲:۱۲۵۳:۱۲۵۴:۱۲۵۵:۱۲۵۶:۱۲۵۷:۱۲۵۸:۱۲۵۹:۱۲۶۰:۱۲۶۱:۱۲۶۲:۱۲۶۳:۱۲۶۴:۱۲۶۵:۱۲۶۶:۱۲۶۷:۱۲۶۸:۱۲۶۹:۱۲۷۰:۱۲۷۱:۱۲۷۲:۱۲۷۳:۱۲۷۴:۱۲۷۵:۱۲۷۶:۱۲۷۷:۱۲۷۸:۱۲۷۹:۱۲۸۰:۱۲۸۱:۱۲۸۲:۱۲۸۳:۱۲۸۴:۱۲۸۵:۱۲۸۶:۱۲۸۷:۱۲۸۸:۱۲۸۹:۱۲۹۰:۱۲۹۱:۱۲۹۲:۱۲۹۳:۱۲۹۴:۱۲۹۵:۱۲۹۶:۱۲۹۷:۱۲۹۸:۱۲۹۹:۱۳۰۰:۱۳۰۱:۱۳۰۲:۱۳۰۳:۱۳۰۴:۱۳۰۵:۱۳۰۶:۱۳۰۷:۱۳۰۸:۱۳۰۹:۱۳۱۰:۱۳۱۱:۱۳۱۲:۱۳۱۳:۱۳۱۴:۱۳۱۵:۱۳۱۶:۱۳۱۷:۱۳۱۸:۱۳۱۹:۱۳۲۰:۱۳۲۱:۱۳۲۲:۱۳۲۳:۱۳۲۴:۱۳۲۵:۱۳۲۶:۱۳۲۷:۱۳۲۸:۱۳۲۹:۱۳۳۰:۱۳۳۱:۱۳۳۲:۱۳۳۳:۱۳۳۴:۱۳۳۵:۱۳۳۶:۱۳۳۷:۱۳۳۸:۱۳۳۹:۱۳۴۰:۱۳۴۱:۱۳۴۲:۱۳۴۳:۱۳۴۴:۱۳۴۵:۱۳۴۶:۱۳۴۷:۱۳۴۸:۱۳۴۹:۱۳۵۰:۱۳۵۱:۱۳۵۲:۱۳۵۳:۱۳۵۴:۱۳۵۵:۱۳۵۶:۱۳۵۷:۱۳۵۸:۱۳۵۹:۱۳۶۰:۱۳۶۱:۱۳۶۲:۱۳۶۳:۱۳۶۴:۱۳۶۵:۱۳۶۶:۱۳۶۷:۱۳۶۸:۱۳۶۹:۱۳۷۰:۱۳۷۱:۱۳۷۲:۱۳۷۳:۱۳۷۴:۱۳۷۵:۱۳۷۶:۱۳۷۷:۱۳۷۸:۱۳۷۹:۱۳۸۰:۱۳۸۱:۱۳۸۲:۱۳۸۳:۱۳۸۴:۱۳۸۵:۱۳۸۶:۱۳۸۷:۱۳۸۸:۱۳۸۹:۱۳۹۰:۱۳۹۱:۱۳۹۲:۱۳۹۳:۱۳۹۴:۱۳۹۵:۱۳۹۶:۱۳۹۷:۱۳۹۸:۱۳۹۹:۱۴۰۰:۱۴۰۱:۱۴۰۲:۱۴۰۳:۱۴۰۴:۱۴۰۵:۱۴۰۶:۱۴۰۷:۱۴۰۸:۱۴۰۹:۱۴۱۰:۱۴۱۱:۱۴۱۲:۱۴۱۳:۱۴۱۴:۱۴۱۵:۱۴۱۶:۱۴۱۷:۱۴۱۸:۱۴۱۹:۱۴۲۰:۱۴۲۱:۱۴۲۲:۱۴۲۳:۱۴۲۴:۱۴۲۵:۱۴۲۶:۱۴۲۷:۱۴۲۸:۱۴۲۹:۱۴۳۰:۱۴۳۱:۱۴۳۲:۱۴۳۳:۱۴۳۴:۱۴۳۵:۱۴۳۶:۱۴۳۷:۱۴۳۸:۱۴۳۹:۱۴۴۰:۱۴۴۱:۱۴۴۲:۱۴۴۳:۱۴۴۴:۱۴۴۵:۱۴۴۶:۱۴۴۷:۱۴۴۸:۱۴۴۹:۱۴۵۰:۱۴۵۱:۱۴۵۲:۱۴۵۳:۱۴۵۴:۱۴۵۵:۱۴۵۶:۱۴۵۷:۱۴۵۸:۱۴۵۹:۱۴۶۰:۱۴۶۱:۱۴۶۲:۱۴۶۳:۱۴۶۴:۱۴۶۵:۱۴۶۶:۱۴۶۷:۱۴۶۸:۱۴۶۹:۱۴۷۰:۱۴۷۱:۱۴۷۲:۱۴۷۳:۱۴۷۴:۱۴۷۵:۱۴۷۶:۱۴۷۷:۱۴۷۸:۱۴۷۹:۱۴۸۰:۱۴۸۱:۱۴۸۲:۱۴۸۳:۱۴۸۴:۱۴۸۵:۱۴۸۶:۱۴۸۷:۱۴۸۸:۱۴۸۹:۱۴۹۰:۱۴۹۱:۱۴۹۲:۱۴۹۳:۱۴۹۴:۱۴۹۵:۱۴۹۶:۱۴۹۷:۱۴۹۸:۱۴۹۹:۱۵۰۰:۱۵۰۱:۱۵۰۲:۱۵۰۳:۱۵۰۴:۱۵۰۵:۱۵۰۶:۱۵۰۷:۱۵۰۸:۱۵۰۹:۱۵۱۰:۱۵۱۱:۱۵۱۲:۱۵۱۳:۱۵۱۴:۱۵۱۵:۱۵۱۶:۱۵۱۷:۱۵۱۸:۱۵۱۹:۱۵۲۰:۱۵۲۱:۱۵۲۲:۱۵۲۳:۱۵۲۴:۱۵۲۵:۱۵۲۶:۱۵۲۷:۱۵۲۸:۱۵۲۹:۱۵۳۰:۱۵۳۱:۱۵۳۲:۱۵۳۳:۱۵۳۴:۱۵۳۵:۱۵۳۶:۱۵۳۷:۱۵۳۸:۱۵۳۹:۱۵۴۰:۱۵۴۱:۱۵۴۲:۱۵۴۳:۱۵۴۴:۱۵۴۵:۱۵۴۶:۱۵۴۷:۱۵۴۸:۱۵۴۹:۱۵۵۰:۱۵۵۱:۱۵۵۲:۱۵۵۳:۱۵۵۴:۱۵۵۵:۱۵۵۶:۱۵۵۷:۱۵۵۸:۱۵۵۹:۱۵۶۰:۱۵۶۱:۱۵۶۲:۱۵۶۳:۱۵۶۴:۱۵۶۵:۱۵۶۶:۱۵۶۷:۱۵۶۸:۱۵۶۹:۱۵۷۰:۱۵۷۱:۱۵۷۲:۱۵۷۳:۱۵۷۴:۱۵۷۵:۱۵۷۶:۱۵۷۷:۱۵۷۸:۱۵۷۹:۱۵۸۰:۱۵۸۱:۱۵۸۲:۱۵۸۳:۱۵۸۴:۱۵۸۵:۱۵۸۶:۱۵۸۷:۱۵۸۸:۱۵۸۹:۱۵۹۰:۱۵۹۱:۱۵۹۲:۱۵۹۳:۱۵۹۴:۱۵۹۵:۱۵۹۶:۱۵۹۷:۱۵۹۸:۱۵۹۹:۱۶۰۰:۱۶۰۱:۱۶۰۲:۱۶۰۳:۱۶۰۴:۱۶۰۵:۱۶۰۶:۱۶۰۷:۱۶۰۸:۱۶۰۹:۱۶۱۰:۱۶۱۱:۱۶۱۲:۱۶۱۳:۱۶۱۴:۱۶۱۵:۱۶۱۶:۱۶۱۷:۱۶۱۸:۱۶۱۹:۱۶۲۰:۱۶۲۱:۱۶۲۲:۱۶۲۳:۱۶۲۴:۱۶۲۵:۱۶۲۶:۱۶۲۷:۱۶۲۸:۱۶۲۹:۱۶۳۰:۱۶۳۱:۱۶۳۲:۱۶۳۳:۱۶۳۴:۱۶۳۵:۱۶۳۶:۱۶۳۷:۱۶۳۸:۱۶۳۹:۱۶۴۰:۱۶۴۱:۱۶۴۲:۱۶۴۳:۱۶۴۴:۱۶۴۵:۱۶۴۶:۱۶۴۷:۱۶۴۸:۱

مولانا فتاویٰ کبھی کی مباح میں جہ کام نکل، اور اس میں مولانا فتاویٰ کبھی نے مختلف طریقوں سے حصہ لیا، ان طریقوں میں قاتل کی چوری اور موشومات کے قہن کے علاوہ ادا، نظر رانی اور سوانح وغیرہ بھی شامل ہیں۔^(۱۳) یہ سلیبان عروہی کبھی کا بیان ہے کہ مولانا فتاویٰ کبھی روزانہ کی مجلس میں احکام سے متعلق فقہی نکات بیان فرماتے اور مقلق مہر فقیہ صاحب کبھی انہیں ہم بند کرتے تھے۔^(۱۴) اسی طرح مولانا محمد الہادی عروہی کبھی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اس سلسلے میں باقاعدہ مجالس بھی مشغول کرتے تھے جن میں وہ ادا فرماتے تھے۔^(۱۵) وہ مزید نقل کرتے ہیں کہ مولانا فتاویٰ جب آپات پر مکتوب فرماتے اور قہنہات وقتہ نظر سے کسی سختی سننے کی صحت پر استدلال کرتے تھے تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسئلہ اس میں موجود تھا، لیکن اب تک اس پر اس زاویے سے نظر نہیں پڑی تھی، اور معلوم ہوتا تھا کہ باہل چھٹ گیا اور آفتاب نکل آیا۔^(۱۶)

احکام القرآن کا منہج و اسلوب اور مضامین

جہاں تک احکام القرآن کے منہج اور مضامین کا تعلق ہے، اس ضمن میں دورانِ مطالعہ میں جن اہم

نکات کا احوال کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

- ❖ احکام القرآن، رصیحہ پاک، ہند میں عربی زبان میں فقہی تفسیر کی جدید اور طویل ترین کاوش ہے۔
- ❖ اس تفسیر میں معروف فقہی مذاہب کے اقوال کا تتبع اور قدیم فقہی مذاہب کے اثر جیسے قوری، لیث اور اصابہ، بیان شہرہ آفاق، اسی بیان ہی بنی اور عثمان ابن عقیل وغیرہ کے اقوال کی ترویج کی گئی ہے۔
- ❖ یہ تفسیر پانچوں اور تفسیر باقرہ اور دونوں متعلق کی جامع تفسیر ہے۔

۱۳- تحصیل کے لیے یاد رہے، طراز حلی کبھی، احکام القرآن، کراچی، اور القرآن، اعظم و سلسلہ، ۱۳۱۸ء، ص ۲۰

۱۴- ج ۱، ص ۱۰۳ کا حوالہ کبھی، احکام القرآن، کراچی، اور القرآن، اعظم و سلسلہ، ۱۳۱۸ء، ص ۱۰۳، ج ۱، ص ۱۰

۱۵- مقلق مہر فقیہ صاحب کبھی، احکام القرآن، کراچی، اور القرآن، اعظم و سلسلہ، ۱۳۱۸ء، ص ۱۰۳، ج ۱، ص ۱۰، شریعتی،

مرجع سابق، ج ۱، ص ۲۲-۲۵، یہ سلیبان عروہی، حکیم و صحت کے آثار علیہ، مرجع سابق، ج ۱، ص ۱۲۳-۱۲۴

۱۶- عروہی، مرجع سابق، ج ۱، ص ۱۲۳

۱۷- عروہی، سابق مرجع

۱۸- عروہی، مرجع سابق، ج ۱، ص ۱۲۳، اثر و اثرات، ج ۱، ص ۲۲-۲۵

میں پیدا شدہ ان حکامات کا ذکر کرنے کی کوشش کی ہے جو مسلمان عورتوں کو درپیش تھیں۔ کتاب میں اپنا طویل مکتبہ، عالم اور خصوصاً بیابانوں کے مفکرانہ رائے سے متعلق فقہی احکام میں متعلقہ جگہ کے حوالہ میں دیکھ کر کے اقول پر لٹائی رہا ہے۔ سورۃ طہائی تکلیف کے پ قول میں وہ منج حاتمہ سورۃ طہائی نے ذکر کیا ہے کہ وہ کتابوں کے لیے وضع فرمایا کہ آپ لکھتے ہیں:

وعلمنا ان قد يتركون اقوال إمامهم إلى أقوال أصحابه إذا خالفت التصوص، وربما اتقوا بقول الأئمة الذين رأوا قوة الدلائل عندهم، ولما بعد الله جل جلاله على قول صاحب مذهب بمحض العصبية، بل نقله على بصيرة نحن ومن اتبعنا، وسبحان الله وما نحن من المشركين^(۱۰۱)

ہمارے علم کی اپنے نام کے اقول کو جب کہ وہ خصوص کے خلاف ہوں، ترک کر کے ان کے دیگر اصحاب جگہ کے اقول کو اختیار کرتے ہیں۔ کئی وہ ان کے اقول پر بھی لٹوی سے دیتے ہیں جس کی دلیل میں مضبوط معلوم ہے۔ ہم انہوں نے صرف حسب کی بنیاد پر کئی وہ اپنے کے اقول پر لٹے تھے۔ بلکہ ہم انہوں نے دیکھا کہ ہمیر کے ساتھ ان کی تھی کہتے ہیں۔ ہم انہوں کی ان کہتے ہیں اور شرک کرنے والوں میں سے تھے۔

احکام القرآن میں سورۃ طہائی تکلیف کے دست پر ہدی کے اس رکن کے آخر جاب جا نظر آتے

ہیں۔ ان خصوص سورۃ طہائی تکلیف اور متعلق ہر تعلق تکلیف نے اس سے زیادہ لیا ہے۔ جن مسائل میں فقہانے جگہ کے اقول میں ہم تریج کا کام ہے، ان میں مسئلہ نکاح تحصیل^(۱۰۲)، عیام شکہ کا روزہ^(۱۰۳)، اور اگر ب میں رہا^(۱۰۴)، شرکے علم میں غیر انگری زبانوں کا شامل ہونا^(۱۰۵) جیسے مسائل شامل ہیں۔ اسی طرح تیسرے و ستر^(۱۰۶)، گو انہوں کا

۱۰۱۔ فقہانہ حوائج، قواعد فی علوم الحدیث، کرنی، ۱۹۱۰ء، قرآن العلوم، ص ۶۹۱-۶۹۳

۱۰۲۔ حوائج احکام القرآن، ج ۳، ص ۵۱۳

۱۰۳۔ عین صدور، ج ۱، ص ۱۸۰-۱۸۱

۱۰۴۔ عین صدور، ج ۱، ص ۶۵۳-۶۵۵

۱۰۵۔ عین صدور، ج ۱، ص ۳۸۸-۳۸۹

۱۰۶۔ عمدة الفقہاء، احکام القرآن، ج ۱، ص ۳۱۶-۳۱۹

ذکر ہے، ”جلی لہویوں کے تہا لے یا تہیے“^(۲۱) اور ”تہیے رضاعت“^(۲۲) وغیرہ مسائل میں غیر اہل تکلف کے مسائل کو ترجیح دی گئی ہے۔

احکام القرآن اور علوم حدیث

احکام القرآن میں علوم کی تعمیر و تخریب اور انہیں تکلف مقابلہ پر چھین کر لے کا کام نہ لے جانے پر ہوا ہے۔ مؤرخین اور ان کے نگران کے فرائض نظر ایک بنیادی کام پر ملتا تھا کہ علوم کی تعمیر و تخریب میں اہل تکلف کا کھلے کیا ہے اور ان حدیثی دلائل کا، جن کو اہل تکلف کے اختیار کردہ مذہب کے خلاف سمجھا گیا ہے، کیا علوم چھین کر اہل تکلف کے فرائض کو بے پناہ بھروسہ بنا لیا اور اصل کے رویے کے خلاف اجماع اللہ والی اجتناب مع النص^(۲۳) یعنی قرآن و سنت کی موجودگی میں قیاس اور رائے سے کام لینا درست نہیں، احکام القرآن میں حدیث و سنت سے حقیقت برت ہی اصولی بحثیں اور تحقیقی مسائل ملتی ہیں۔

اصولی مباحث میں مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جن حضرات کو مسک حنفی پر کثرت حدیث کا اعتراف ہے وہ اہل تکلف سے کام نہیں لیتے، کیوں کہ جس مسک میں حدیث حقیقہ اور مرسل بھی جمع ہے^(۲۴)، راوی مستور المال کو قبول کیا گیا ہے اور قول صحابی کو بھی قیاس سے مقدم بنا لیا گیا ہے^(۲۵) ان سے زیادہ حدیث پر عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ خبر واحد کو صحیح اور ضعیف قرار دینے میں جس طرح محدثین کے مابین اصولی اختلاف ہے، اسی طرح متنبہ کو بھی بعض مقامات میں محدثین سے اصولی اختلاف ہے، مختلافیہ کے نزدیک صحت خبر واحد کے لیے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ وہ اصولی معیاروں کے خلاف نہ ہو^(۲۶) اور یہ اصول، قیاسی

۲۱-۲۵: جلی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۵۷-۵۳، ۲۵۳

۲۲-۲۶: محمد حقیق، مصدر سائے، ج ۱، ص ۲۰۸-۲۱۳

۲۷-۲۹: جلی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۵۵۱-۵۵۳، محمد حقیق، مصدر سائے، ج ۱، ص ۵۰۳

۲۸-۳۱: جلی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۱۶۹-۱۶۸، محمد طوی، کتب خانہ، مصدر سائے، ج ۱، ص ۵۱، محمد ترمذی، کتب خانہ، مصدر سائے، ج ۱، ص ۲۵۳

۳۲-۳۴: جلی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۲۵۵-۲۱۲، ج ۲، ص ۲۳

۳۵-۳۶: حسن، مصدر، ج ۲، ص ۲۵۳

۳۷-۳۹: ترمذی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۲۹۹، جلی، مصدر سائے، ج ۲، ص ۲۰۱

نہیں بلکہ نصوص قرآنی اور احادیث مشہورہ سے بخود اور امت کے نزدیک مسلمہ ہے۔ اس کا حصے کی بنا پر حتیٰ بعض دفعہ ضعیف حدیث کو بھی پر مقدم کرتے ہیں، کیوں کہ ضعیف موافق اصول ہے اور صحیح، خلاف اصول مگر بہ این صورت بھی وہ صحیح نہیں کرتے، بلکہ اس کا کوئی ایسا معلوم بیان کر دیتے ہیں جس سے دونوں دیالوں پر عمل ممکن ہو جاتا ہے؛ بنا بر این جب تک حتیٰ کے اصول حدیث سے عاری و اخصیبت حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک ان کی کسی دلیل کو ضعیف کہہ دینا درست نہیں، لہذا اس سے وہ دلیل ضعیف نہیں ہو جاتی۔

احکام القرآن میں حدیث مرسل کو کام میں لا کر احکام کا استنباط کیا گیا ہے، مثال کے طور پر اختلاف نے لڑا میں فقہہ لکھانے سے وضو نیت جانے کو حدیث مرسل کی بنیاد پر حجت کیا ہے۔^{۳۲۱} اسی طرح محدثین اور فقہاء کے ہاں حدیث کی تحسیم میں اختلاف کی اہم دلیلی کی گئی ہے۔ اختلاف کے ہاں حدیث کی تحسیم، صحابی جب کہ محدثین کے ہاں ثابتی ہے، چنانچہ احکام القرآن میں خبر مشہورہ اور الخبر المنقذ بالقول (جس حدیث کو امت میں درجہ شرف اور قبولیت حاصل ہو جائے، لہذا یہی بنیاد پر مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔^{۳۲۲} یہ بتایا گیا ہے کہ اگر نہ مجتہدین کسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو ان کا یہ استدلال اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے، اگرچہ حدیث میں نہ کسی قدر ضعف بھی پایا جاتا ہو، اس لیے کہ یہ یقین ممکن ہے کہ ضعف، مجتہد کے اس نص کے استعمال کے بعد طاری ہوگا۔^{۳۲۳} اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مجتہد نے جس حدیث سے استدلال کیا وہ کسی اور صحیح حدیث سے بہ ظاہر حدیث نظر آتی ہو، لہذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مسلک ظاہر حدیث صحیح سے حدیث سے یا اس حدیث سے حدیث سے جو صحیحین یا صحاح میں پائی جاتی ہے، کیوں کہ اگر مجتہدین حدیث کے ان وہ ان مجموعہات سے پہلے گزرے ہیں، یہ جو حصے ان پر حجت نہیں، لہذا ان کے جڑی نظریات حدیث، مرسل، صحابہ وغیرہ کے آثار اور ان کے فتویٰ کے تمام ذخائر موجود تھے اور وہ ان کو استعمال میں لایچکے تھے، ان کا کسی حدیث سے استدلال ہلانے خود اس حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے؛ لہذا ان کے کسی قول کا بخاری یا مسلم کی حدیث سے حدیث سے حدیث سے یا ان کے رد ہونے کی دلیل نہیں، کیوں کہ یہ دونوں کتابیں یا صحاح سے تمام صحیح حدیث کا املا نہیں کر گئے، بلکہ صحیح احادیث صحیحین سے باہر بھی ہیں۔ اس کا مزملہ خود صحیحین نے کہا ہے کہ ان کی کتب میں تمام احادیث صحیحہ کا مکتبہ استنباط

۳۲۱- منہج، ص ۲۰۶، ج ۲، ص ۲۰۶

۳۲۲- ترمذی، مصدر سابق، ج ۱، ص ۱۰۶، ج ۱، ص ۱۰۶

۳۲۳- بخاری، مصدر سابق، ج ۱، ص ۱۰۶، ج ۱، ص ۱۰۶

نہیں ہے، امام بخاری نے فرمایا ہے: "ما دخلت في كتاب إلا ما صحح وتركت من الصحيح حتى لا يطول" (۳۶۰)۔ (میں نے کوئی کتاب میں صرف صحیح احادیث شامل کی ہیں اور بعض صحیح احادیث کو بھی چھوڑ دیا ہے، تاکہ طوالت نہ ہو جائے۔) امام مسلم کہتے ہیں: "تيسر كل شيء عندني صحيح وضعته ههنا"۔ (ایسا نہیں کہ میرے نزدیک جو احادیث بھی صحیح ہیں، میں نے انہیں یہاں درج کیا ہے۔) (۳۶۱)

ان ضمن میں مولفین نے دہا بہترین اور محدثین کے طریق کار اور صحیفے سے ان دونوں طبقوں کے منتخب و مطابقت کی کیفیت کو بھی واضح کیا ہے۔ مولفین کے خیال میں علوم سے مسائل و احکام کا استفادہ فی طور بہترین کا کام نہیں، یہ جہت کا عقیدہ ہے۔

عقل و نقل کا احراز:

احکام القرآن کے متک میں عقل و نقل اور اسے دائرہ کا ایک مشہور ڈیڑھا نظر آتا ہے۔ مولفین نے عقل و نقل میں احقران (۳۶۲) استحباب حال (۳۶۳) سیر و تیرہ (۳۶۴) وغیرہ اول سے جاننا استدلال کیا ہے۔ سورۃ طہانی کھیلنے نے ﴿وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُفْرُ﴾ (۳۶۵) کی تفسیر میں مدرسہ اہل ظاہرہ تفسیر کی، جو آیت کے ضمن میں احقران کی ذمہ کرتے ہیں۔ ان کے بقول احقران غرضش نفس کی جڑی کا نام ہے۔ سورۃ طہانی کھیلنے کھیلنے کہ احقران کی یہ تفسیر کسی آیت نے بر گز نہیں کی، بلکہ احقران شریعت کے ان عقلی امور کا نام ہے جن کا تھیں نے نہ کیا ہے (۳۶۶) اسے ان کا تھیں کہا جائے، ایسے آیت کریمہ ﴿فَبَرَأْنَا بِئْنَآ مَا قُلْنَا مِنَ الْقَوْلِ﴾ (۳۶۷) میں لفظ "عقل"

۳۵- ابن جریرستانی، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۰۰

۳۶- مسلم، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ضمن صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹

کے ضمنی یا ضمنی ہونے کا قصین کرنا ہی طرح بنیاد کے باب میں غیر مخصوص مالی تعاون کو اجازت دے سمجھ کر بنا یا عوام ہونے کی وجہ سے یا عرف و رواج (custom) کی بنا پر کسی چیز کو خلاف قیاس پر قرار رکھنا وغیرہ۔ احسان کی قطعیں ہیں، امثال کے طور پر مولانا نے سورے کے پاؤں سے لہجہ سے اور مستحبات کا جو ارتقا علیٰ احسان و غیرہ کے جوڑے جیسے مسائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ احسان کی ان تمام صورتوں کی شرعی اور عقلی بنیادیں ہیں، لہذا یہ کہنا کہ احسان ہوائے نفس کی جڑ ہی ہے، درست نہیں۔^(۳۳)

سوداگرہ کے مہانت میں ملحق ہر قطعہ کھیتنے نے احسان کا یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کوئی عمل، شعائر دینے اور مقاصد اصولی میں سے ہو اور اس میں کچھ بدعات بھی ہو، آئی ہو، جیسے جتنا زیادہ نام میں نوبہ ہو، سود کوئی ہو، یا گرجاں چاک کیے جائیں، اس طرح خوشی کے مواقع میں غیر شرعی امور شامل ہوں، تو ان میں شرکت کی جا سکتی ہے، تاکہ شعائر میں لطف واقع نہ ہو۔ لہذا مستحبات میں امور بدیہ شامل ہوں تو سوداگرہ سے کام لیا جانا ہے گا اور ایسی گھاس میں شرکت کرنے والے کے لیے بدعات سے روکا نہیں نہ ہو تو ان میں شرکت کرنا روا نہ ہو گا، جیسے میزاد شریف میں غیر شرعی امور یا مخصوص دلوں میں بہت کی طرف سے کھانا کھانا۔

آپ نے بطور مثال نام ضمنی کھیتنے سے کچھ نکال کر نقل کیے ہیں جن میں سے تا عمر کھیتنے کا ٹھکانہ بہت رشواں کے کھانے کا فیصلہ کرنا اور نام بانگ کھیتنے کے مہینے کے بعض مقامات اور قبروں کی حوازی زیارت نہ کرنے کی مثالیں شامل ہیں کہ ان اعتراضات نے بدعت پھیلنے کے خوف سے اپنا فرمایا تھا۔^(۳۴)

عقلی فروغ میں مومنین کے منجج کے حوالے سے یہ نکتہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مومنین، یا مخصوص موانع کا پانی نے عقلی بہتر کی فروغ میں قرآنی، لائق کی خوب خدمات کی ہے، جنہم ان کی یہ خدمات علمی اور عقلی مضامین کے دائرے میں رہی ہے اور یا عوام وہ خصوص میں ہے یا جاہلوں و اطفال کا فکھ نہیں ہونے بلکہ اختلاف رائے کے آداب کی جڑ ہی اور اتباع عقل کی سعی کی۔ کتب و مجتہدین کے اہل سے گراہی کو دعائے کلمات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ کئی مقامات پر غیر اہل مجتہدین پر احسان کے اعتراضات کا رد بھی کیا ہے، مولانا عقلی کھیتنے کے حصہ، تالیف میں اس کی ایک مثال نقلی ہے۔ آپ نے چاہا کہ اسے کلمہ اور عقل کے مسئلے میں نام

۳۲۔ عقلی تصور سازی، ج ۲، ص ۲۹۔۳۱

۳۳۔ ہر قطعہ، تصور سازی، ج ۲، ص ۲۵۰۔۲۵۱

شافعی تکفیل پر جہاں تکفیل کی تہذیب کو نقل کیا ہے۔ جہاں کے مطابق نام شافعی تکفیل کے نزدیک اگر جاہد کرنے جاوے تو ذریعہ کسی کو قتل کر دینا اسے قتل کیا جانے کا اور اگر لوہٹ صرف بدنی نقصان تک رہی تو اسے اس کے ہر قدر سزا دی جائے گی۔^{۳۲۶} علماء حنبلی تکفیل نے نام شافعی تکفیل پر جہاں تکفیل کی طرف سے حالت نعوس کے الزام کا جواب دیا ہے کہ نام شافعی تکفیل بھی جاہد کرنی کو نکرا اور جاہد کر کے قتل کا سزا دیا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ نام شافعی تکفیل کا ذکر کوہ قول جاہد کر کے اس فعل سے حقیق ہے جو انتہائی یا عملی اعتبار سے کفر کے ادب ہے جبکہ نہ چکنا چور تو انکی صورت میں اسے جرم کے ہر قدر سزا کا مستحق ظہر لیا جانے کا۔ علماء حنبلی تکفیل نے جہاں تکفیل پر تہذیب کی ہے اور کتب شافعیہ سے نام شافعی تکفیل کے اداس منع کیے ہیں۔

اعتراضات کا جواب

غیر انتہا سے موافقین کی روایتی اپنی جگہ، جہاں ایسے مواقع پر ان کے لب و لہجہ میں ترقی در آتی ہے جہاں انتہا کے مخالفین نے ان پر گمراہی^(۳۲۷) یا مخالفت نعوس کا الزام عائد کیا ہے۔^(۳۲۸) مثال کے طور پر انکی نقایان جس پر کوئی شخص مہولی ثوابی کا دعویٰ کر کے عدالت میں ہر ذریعہ شہادت اس کو پاسے ٹیوٹ تک پہنچا دے تو نام اعظم تکفیل کے مطابق اس کا ناکام ظاہر اور باطل (شر ماہر قانوناً) ہر ذریعہ صورت قرار پاتا ہے۔^(۳۲۹) ظاہر ہے کہ انتہا کے پاس اس کی اپنی وجہ ہر (Justification) ہے۔ علماء حنبلی تکفیل نے حنبلیہ پر مخالفین کے اس اعتراض کو باطل کیا ہے جس کے مطابق انتہا اس عدالت کی مخالفت کرتے ہیں جس میں کسی حرام طریقے سے کسی چیز پر قبضے کی ممانعت وارد ہوتی ہے۔

علماء حنبلی تکفیل نے ان حرم تکفیل سے شدید لہجے میں اختلاف کیا ہے کہ اس نقایان کے پاس سے میں ان حرم تکفیل کی کاروائی ہے؟ کیا وہ عدالت کے حکم کو رد کر دے جس کے ہر موجب اسے توہین عدالت کے مضادات کا سامنا کرنا پڑے، یا وہ جنگی اور عدالتی دونوں شہروں کی بیعتی ان جانے؟ نیز اگر عدالت کا فیصلہ اس نقایان کے حق میں درست نہ سمجھا جائے اور عدالت اپنے فیصلے کو نافذ کرنے پر مجبور کرے تو اس بنا پر ذہن کی

۳۲۶۔ حنبلی، مصدر سابق، ج ۱، ص ۲۲

۳۲۷۔ حنبلی، مصدر سابق، ج ۱، ص ۲۲۳

۳۲۸۔ حنبلی، مصدر سابق، ص ۲۶۵

۳۲۹۔ حنبلی، مصدر سابق، ص ۲۶۵

۱۱۴۰ میں نسب سے لے کر وراثت تک بے شمار قانونی دعوے دیئے گئے ہیں۔ ۱۱۴۱ء میں ان کی جن سے بچنے کے لیے نام اعظم لکھنا کاسکے ہی واقعہ سے جس کی شرعی دلیل میں سید علی حسینیؒ کا عدالتی فیصلہ بھی موجود ہے۔
 فقہی فروع کے حوالے سے مولفین کے متجاکہ کا یہ کتب بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے فقہی فقہ کی نصی اور عقل بنیادوں کی ترویج کی ہے۔ شاید اس کی ایک اچھی مثال ”الطہر علی السببہ والعتوہ“ (مصلح طور پر) بس نامہ آدوی ہے اس کے مال میں تصرف پر پابندی لگی ہے۔

چون کہ فقہی فقہ، انسانی ارادے اور فکری حریت کی سب سے بڑی علم بردار ہے، لہذا کسی بالغ انسان کے تصرفات پر پابندی کو قبول نہیں کرتی، چاہے وہ محتاطانہ نامہ ہی کیوں نہ ہو۔ اہناف کے نزدیک ایسے شخص کو جب ۱۱۴۱ سال کی عمر کو پہنچ جائے، تو اس کو اموال میں تصرف سے روکا نہیں جائے گا۔ اہناف فقہ میں اس کے ارادے اور فکری آزادی کی حفاظت اس کے مال کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے۔ یہی عقیدہ ۱۱۴۵ سال کی قید تو چوں کہ یہ ۱۱۴۵ ہی کی عمر ہے، لہذا اجتہاد سے اس کا عقیدہ کیا گیا ہے۔ اہناف کی اس قانونی فکر کو مولانا حسینیؒ نے بہت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کی بحث میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ایسے شخص کے اموال کو بیوقوف کے لیے روک لیا جائے، وراثت کی ایک شکل ہے، جس کی بنا پر کسی دوسرے شخص کو افراد کے متعلق پر زور پڑتی ہے۔^(۱۱۴)

اہناف کے اصول و قواعد کے شرعی استناد کا بیان:

احکام القرآن کے متجاکہ میں ایک نام نکتہ، کتاب میں فقہی اصولوں کی اصل بنیادیں فراہم کرنے کا ہے۔ اہناف کے قواعد اصولی کی قرآنی اصل کیا ہے؟ ان کے فقہی فروع جن قواعد پر مبنی ہیں، نص سے ان قواعد کا استناد کیوں کر ہوتا ہے؟ احکام القرآن میں یہ کام بڑے پائے پر کیا گیا ہے اور مقصود اس سے یہ نکالنا تھا کہ اہناف اور غیر اہناف میں فروعی اختلاف بنیادی طور پر اصولی فقہ یا قواعد فقہ میں اختلاف کا منطقی نتیجہ ہے۔ جب ان قواعد کی حیثیت نص یا نص سے الگ کر دی جائے گی تو ان کی بنیاد پر اہناف کو فروعی مسائل کے استنباط کے عمل میں مخالفت نص کا لازم ہونا درست نہیں۔ اہناف سے غیر اہناف میں احکام القرآن میں قواعد فقہ کے نص استناد کا

یہ عقائد اس حکم القرآن کی دیگر تمام کتب سے مستزکرت ہیں۔ اس ضمن میں زیر بحث آنے والے اصول فقہی اور متاخر صدی قواعد یا مسائل فقہاء کی تعداد میں پائے گئے ہیں، چند اہم قواعد کا ذکر بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔

قواعد: استصحاب الحال حیثہ شرعیۃ للدفع لا للإلزام (استصحاب حال، غیر پر کسی بات کے لازم نہ کرنے کے لیے حالت شرعی ہے، نہ کہ اس پر لازم کرنے کے لیے)۔ مطلق نہیں اور تقاضی تکلیف نے اصول فقہ کے اس قاعدے پر آیت کریمہ: ﴿عَلَّ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا كَلَفْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَأْتُكُمْ يَدًا فَكَيْفَ بَيِّنْتُ فِيكُمْ شُرًا مِنْ قَبْلِهِمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾^(۱۶۱) سے استدلال کیا ہے۔^(۱۶۲)

قواعد: حق العبد مقدم علی حق الشرع۔^(۱۶۳) (بندے کا حق، شرع کے حق پر مقدم ہے)۔

قواعد: قول الصحابی فیما لا یدرک بالرأی مرفوع حکماً۔^(۱۶۴) (مذہب کا ہر ایک رائے

اور قیاس سے حسن نہ ہو، ان کے پاس سے صحابی کا قول مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے)۔

قواعد: الفعل لا ینکون للوجوب بعد الموافقة ایضاً۔^(۱۶۵) (حی کا فعل، التزام اور پابندی کے

بعد بھی وجوب کی دلیل نہیں ہوتا)۔

قواعد: التاوید کالمعدوم۔^(۱۶۶) (کم پابندی کا حکم، پابندی سے ہے)۔

قواعد: الاحتمال لا ینکفی للاستدلال۔^(۱۶۷) (دلیل قائم کرنے کے لیے محض احتمال کافی نہیں)۔

قواعد: کل حیلة یمنال بها الرجل لإبطال حق الغیر، أو لإدخال شبهة فیہ أو لتعویبه

الحق فهي باطله، وکل حیلة یمنال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام أو لیتوصل بها إلى

۱۶۱- بحسب: ۱۹

۱۶۲- مکمل اور مصدر سائے، ج ۱، ص ۶۹-۷۰

۱۶۳- طبری، مصدر سائے، ج ۲، ص ۲۵۳

۱۶۴- مکمل اور مصدر سائے، ج ۳، ص ۳۹۹

۱۶۵- بحر فقہی، مصدر سائے، ج ۳، ص ۱۰۰۰ اور مکمل اور مصدر سائے، ج ۳، ص ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، طبری، مصدر سائے، ج ۳، ص ۳۵۷

۱۶۶- ترمذی، مصدر سائے، ج ۱، ص ۱۷۰

۱۶۷- حرم مصدر

حلال فیہ حسنة۔^(۱۲۱) (برہ علیہ، جس کے ذریعے کوئی شخص دوسرے کے حق کو پامال کرے یا اس میں شبہ پیدا کرے یا حق کی صورت میں کسے تو یہاں پامال ہو گا اور برہ علیہ جس کے ذریعے کوئی شخص حرام سے اجابت حاصل کر رہا ہوتا ہو تاکہ طہال تک رسائی ہو سکے تو وہ حلیہ پابند نہ ہو گا۔)

قاعدة بسقط وجوب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر إذا خیف من ذلك مفسدة۔^(۱۲۲) (جب بھی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی وجہ سے کسی شہاد کا اثر ہو تو اس وقت اس کا وجوب ساقط ہو جائے گا۔)

قاعدة القرعۃ لا تثبت حقا غیر ثابت، ولا تیصل حقا ثابتا۔^(۱۲۳) (قرعہ اندازی کسی ایسے حق کو ثابت نہیں کر سکتی جو ثابت نہ ہو اور کسی ثابت شدہ حق کو پامال نہیں کر سکتی۔)

قرعہ کی قانونی پوزیشن اور احکام و مسائل میں ان سے استفادے کی کیفیت سے تاہم عقیدت کی بنا پر باہم جن فرقوں میں اختلاف ہو کر معترضین نے فقہ حنفی پر جس کی جڑ دینے کرنے کا ضمن کیا ہے، اس کی تردید بھی بارہا مؤمنین نے کی ہے۔ مثال کے طور پر مولانا مہدی^(۱۲۴) اور مفتی ترمذی^(۱۲۵) نے تحریر میں دو مقالات پر اس اصولی پہلو کی طرف توجہ دہی کی ہے کہ اہناف کے پاس اصول و عقاید کی جڑ دینی کی جاتی ہے، اگر کوئی حدیثی شخص ان اصول و عقاید کے خلاف نظر آئے تو اہناف اس حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ اصول کلی پر عمل کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر فقہ حنفی میں اگر کوئی مسلمان، مسلم ریاست میں سکھنے والے غیر مسلم (یعنی اہل) کو قتل کر دے، تو اس کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا، کیوں کہ اصل کلی کی رو سے اہل اہل جان حرام ہے اور مسموم خون میں حرمہ اصل ہے۔ اس مسئلے میں اہناف پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے حدیث لا یقتل المؤمن بکافر^(۱۲۶) (کسی مؤمن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔) کی صریح مخالفت کی ہے، حالانکہ

۱۲۱- محمد طیفی، مصدر، رسالہ، ج ۲، ص ۵۲، نکیل، المصدر، رسالہ، ج ۳، ص ۲۵۹

۱۲۲- ترمذی، مصدر، رسالہ، ج ۳، ص ۳۹، ۱۱۳، محمد طیفی، مصدر، رسالہ، ج ۳، ص ۸۵

۱۲۳- عین، مصدر، ج ۲، ص ۳۵۷

۱۲۴- عین، مصدر

۱۲۵- ترمذی، مصدر، رسالہ، ج ۲، ص ۱۲۹

۱۲۶- محمد بن جریر، تفسیر تفسیر، ص ۱۱۹، ج ۱، ص ۱۱۹، رقم، ۴۲۵

اتحاد نے اس حدیث میں اصل نقل سے تفاوت کی بنا پر تاویل کی ہے اور اس کے دوسرے ملاحزم صحیحین کیے ہیں۔ اتحاد کے پاس حدیث میں کافر سے مراد ذی نہیں، بلکہ قرآنی کافر ہے۔ حدیث کا دوسرا مطلب موانع عثمانی کی تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ جاہلیت میں کسی شخص نے کسی کو قتل کیا ہو، اسلام لانے کے بعد اس کا فرقتول کا مسلمان وارث اپنے مومن بھائی کو اس کے ساتھ قتل کے یہ موجب قتل نہ کرے۔ گویا یہ عربوں کی جاہلی روایت کا کر ہے جس میں مقتول کا وارث، قاتل یا اس کی اولاد سے بدلہ لینے تک جہنم سے نہ فطنت تھا۔^(۳۱)

اس مثال سے یہ بات بھی ہاسکتی ہے کہ فقہ حنفی میں استہلا کی کیفیت کو سمجھنے میں اصول و قواعد اور کلیات کی معرفت ناگزیر ہے، اس کے بغیر کسی پر ترک خصوص کا اعتراض درست نہیں، کیوں کہ جس شخص کی بقا اور تفاوت نظر آتی ہے، اتحاد اصول کلیہ کی بنیاد پر اس کا کوئی دوسرا متعلقہ مطلب مروا لیتے ہیں۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو امام کر قی کے معروف قول "جو آیت یا حدیث انار سے مذہب سے خلاف ہو وہ منسوخ قرار پائے گی یا اس میں تاویل کی جائے گی"^(۳۲) پر دہرایا جائے اور اعتراض بھی قائم نہیں رہتا، کیوں کہ اصول کلیہ کے متعلقہ میں اعتراض نظر آتے وہی نص کا تفسیر متعلق نہیں ہو سکتا لہذا اس کا اطلاق صحیح یا تاویل کی صورت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

مصادر و مراجع کی خصوصیات

ایک اور ہتھیاری وصف جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہو تا ہے، وہ یہ ہے کہ احکام القرآن مصادر اور ماخذ کے اعتبار سے جدید قدیم کو شامل ہے۔ حریر، آں، رصیر کے فقہی اور تفسیری ذخیرے سے بھی اس میں استفادہ کیا گیا ہے۔

فقہ کے مراجع

اسی طرح یہ جائزہ دیکھنا بھی اہم ہے۔ کتاب میں شامل خصوص قدیمی کو نکھرا گیا جائے تو یہ اندازہ ہو تا ہے کہ مؤلفین نے بعض ایسے مساکین میں، جن میں انہیں اصول مذہب یا احکام و شریعت میں روایات نہیں مل سکیں، اس علمی ذخیرے سے استفادہ کیا ہے۔ بعض معاصر نظریات و آراء کا جائزہ لینے

۳۱- مکتبہ اعلیٰ المدارس، ص ۱۸، ص ۱۰۲

۳۲- اسی ضمن میں علامہ نے اصول الفقہ عربی، کراچی، مطبعہ دار پریس، ص ۸

وقت بھی مہارتِ لہادی کے اقتہارات نہ گوریں۔ مطا ملحق ہر مقلح صاحب نے برصغیر میں اپنی سنت کے ایک کتبِ فکر کے حوالے سے پڑھنے کے سوال کیا اٹھ کے سو ابھی کو علمِ قیام کے چاند کی نسبت کرنے والے کی تحفیر کی چاند کی؟ جو اب میں بہت متفصل لیکن حلا جو اب دیا ہے جس میں ملحق صاحب نے بہت ہی مہارتِ لہادی (اگر کی ہے) لکھا ہے:

إذ من الواجب أن لا يوازر بحكم التكفير فطم مالم يقنن كلامهم وينج مرامهم لأن حكم الكفر على المسلم أمر صعب لا مجال للتجاسر فيه.

(اب تک اس طرح کے عزائم کے کامی ہونے کے متصور کی وضاحت ہو چاند لازم ہے کہ کفر کا علم چاند میں بدلنے کی چاند اس لیے کہ مسلمان پر کفر کا علم چاند ہو اور حوالہ ہے جس میں مہارت کرنے کی کوئی تمہید نہیں ہے۔)

ای ضمن میں مزید لکھا ہے: لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحدًا ما أدخله فيه، إذ الإسلام ثابت لا يزول بالمشكوك. (کسی شخص کو ایمان سے صرف اس وقت کا انکار ہی اٹھل سکتا ہے جو ایمان میں داخل کرنے والی ہو، اس لیے کہ اسلام امر ثابت ہے اور شک سے ناکس نہیں ہو سکتا) ای طرح حلا چاند ہو، ایضا ہے اور فتاویٰ الصغریٰ وغیرہ سے اسی ضمن میں پر مشتمل اقتہارات نقل کیے ہیں^(۱۰۰)۔ ملحق صاحب کے اس طرزِ عمل میں فتوے کے اداروں کو یہ نظام دیا گیا ہے کہ منصب اٹھا میں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علم کو بیان کرنے کے حوالہ ہے، جس سوال کو دیکھ کر سچے حقیق جو اب فراہم کرنا ہی ملحق کی امر داری نہیں، بلکہ اسے یہ بھی لیکن ہو چاہے کہ فتویٰ طلب کرنے والے کا متصد اہل کیا ہے؟ نیز سوال کا مامل، جس منظر اور فقہا کیا ہے؟

ثقافت و تمدن کے مسائل

ایک بہت اہم پہلو، جس کی طرف اکثر قزاقی نے بھی اشارہ کیا ہے،^(۱۰۱) احکام القرآن کے مضامین و مباحثات سے حقیق ہے۔ سوانا فتاویٰ مکتبہ نے کتاب میں فقہی مباحث کے علاوہ جن مضامین و احکام کو شامل مظاہر کرنے کا ارادہ کیا، ان میں دو مسائل بھی تھے جو حمد و جہد وستان میں فرنگی تہذیب و ثقافت اور اشتہاری

۱۰۰۔ مرقع صمد سابق، ص ۵۹، ۶۰۔

۱۰۱۔ مجلس امر، احکام القرآن (مقدمہ) مکر مرقع سابق، ص ۶۱۔

سیاست کے پیچہ کر دیتے یا تو تہذیبوں کو برباد کر جانے والی بددعوات سے طویل معاشرت کے نتیجے میں سامنے آتے تھے، یا کہیں کہیں یہ بات تو بہر حال طے شدہ ہے کہ تمدن اور دستان میں تہذیبوں کے تصادم سے ایسے تسمیر مسائل پیدا ہوئے جن میں اصحاب علم و فضل کو بھی قریبی مداخلت لاحق ہو گئے۔ ان مسائل میں بطور مثال دو قوی نظریے کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جس کا جی شریں و سلا کے ساتھ ذکر عامر عثمانی ^(۱۹۹) نے اعلان السنن میں کیا اور کاکری فرے کے مؤید ملائے کرام کے ^(۲۰۰) کا صریح خصوص سے رد کیا ہے۔ ^(۲۰۱) یہی نتیجہ اور خاک بحث، جناب عثمانی کے قائل نظر احکام القرآن میں بھی تھا، مگر انہوں نے کہ آپ یہ وہ وہ حزب جمعی کی، جو آپ کے حصے میں تھی، تحلیل نہ فرمائیں گے اور بعد ازاں مطلق تہذیبی اس مسئلہ کا مطالعہ اجازت نہ کر سکتے۔

اگرچہ مولانا تہذیبی نے بعض معاصر فقہی مسائل پر ہم اظہار ہے، مثلاً علماءوں کے انفرادی فقہی طور پر حد حرام کے قلعہ سزا پائی گئے یا نہیں، ^(۲۰۲) بڑا نہیں اور ان کے شرعی احکام ^(۲۰۳) اور تصور سازی ^(۲۰۴) وغیرہ، حاکم پر بھی یہ اظہار پائی ہے کہ جناب تہذیبی نے اس مسئلے میں ملائے عرب کے کاموں سے استفادہ نہیں کیا، کیونکہ کیرے کی صورت میں آپ نے برصغیر کے ملکی عدم ہر لاکہ قدم اسے پراسرار کیا ہے۔

برصغیر کے علمی ذخیرے پر احکام القرآن کے اثرات اور اہل علم کی آرا

ایک بات جو کسی کتاب کی علمی حیثیت اور مرتبے کا قیاس کرتی ہے وہ اس کے بارے میں اہل علم و فضل کے جائز ہوتے ہیں۔ اس میزان پر احکام القرآن کو پرکھا جائے تو معلوم ہو گا ہے کہ اہل علم نے اس حقیقی کام کو قرآن و حدیث میں کیا ہے، کتاب کے بارے میں انکو ہر فریاد نکلے ہیں۔

لما هذا الكتاب الذي هو بين يدينا في صورته النهائية الكاملة، فجدنا كتابا جامعا شاملا لما اقترح منهج تاليفه حكيم الامة اشرف علي العثماني، فهو يمثل تلقفا ملبوسا في اقطار

۱۹۹ - عثمانی اعلان السنن، ج ۱، ص ۶۸۸-۶۸۹

۲۰۰ - تہذیبی تصور سازی، ج ۲، ص ۵۸

۲۰۱ - حسن مصدر، (مخولہ صر)

۲۰۲ - حسن مصدر، ج ۲، ص ۶۱، ۶۲

العبرية الفقهية التفسيرية لعلماء اللغزب الحنفي، نشرت في اراهم واجونهم على مختلف
الصور والازمنة التاريخية. (۱۰۰)

(یہ کتاب جو اپنی ازلی اور کمال میں ہندسے ماٹھے ہے، ایک پانچ باب کی صورت میں ماٹھے آئی ہے جس میں
تیمیم اور سات سو اٹھ اٹھ علی ثلوی نے اس کا کراہی کر لیا۔ یہ کتاب کئی نسخوں کے مالک اس تھی اور تحریری
مذاہب کا ایک کتب خانہ ہے جو مختلف زبانوں میں اس کی ترجمہ اور تفسیر میں ملتا ہے۔)

موانع القراءہ مثالی کی کتاب کے متعلق معروف مکتبہ اہل انکوری لکھتے ہیں: وهو کتاب جدير أن

يذلل فيه بلسان الفقهاء والعلماء: النظر فيه نعيم مقوم والعقر بمنزلة فتح عظيم. (یہ کتاب اس
مکتبے کے مالکوں کے بارے میں فقہاء اور علماء کا وہ قول ذکر کیا جائے کہ اس کو دیکھنا ایک دائمی نعمت ہے اور اس کو پڑھنا
ایک صحیح عظیم۔) اہل انکوری کے یہ الفاظ پنج مثالی کی احکام القرآن کے جالی معیار ہونے کی بڑی دلیل
ہیں۔ (۱۰۱)

آزاد میں مناسب ہے کہ برصغیر کی فقہی اور تحریری نظر پر کتاب کے اثرات کا جائزہ لیا جائے۔ تاہم یہ سب
میزان ہے جس سے کئی تالیف کے قابل استناد ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ احکام
القرآن نے اپنی تالیف کے قلمروں میں عرصے میں ہندوپاک کے فقہی و تحریری ذخیرے پر گہرے اثرات مرتب
کیے ہیں۔ سرسری طور پر اس کی ایک مثال مکتبہ محمد تقی ثانی کے مکملہ فتح اللہم اور عوامہ ثانی کی کتاب
فد القراءان سے ملتی ہے۔ اول الذکر نے کئیوں کے فقہی احکام کے باب میں احکام القرآن سے مراجع
استناد کر کے مراد کئیوں کے جواز اور عدم جواز کے مسائل پر سیر حاصل کی ہے۔ (۱۰۲) فد القراءان کے
مصنف نے عامہ ثانی کی احکام القرآن سے استناد کرتے ہوئے مردودوں کے استناد کی جائز تھیں یا ان کی

۱۰۰- انجیل، ص ۱۰۰، صدر سابق (مکتبہ دارالعلوم دیوبند) ص ۱۰۰

۱۰۱- ثانی قواعد فی علوم الحدیث ص ۹

۱۰۲- محمد تقی ثانی مکملہ فتح اللہم، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ۱۹۷۰ء، ج ۱ ص ۱۰۰

ہیں^(۱۳۱) اسی طرح شارع من قبلنا کے حوالے سے صرف انہیں سے استدلال کرتے ہوئے قانون کے لیے کوئی مناسب وجہ و دلائل عقلی یا مندرجہ ذیل ہونے کے بغیر کاربہاں نہیں کیا ہے۔^(۱۳۲)

حرف آخر

حرف آخر کے طور پر یہ بات بھی ہائیکٹی ہے، یہ ہے کہ مسلم تمدن، فقہی اور قانونی فکر کے حوالے سے جس ابتکار کا آثار ہے، اس کے بنیاتی میں اہل علم کو فروغی مسائل پر عمل تو انہیں صرف کرنے کے بجائے مسائل کو باہم قریب کرنے کے حوالے سے کام کرنا چاہیے۔

احکام القرآن کا جہول ڈاکٹر فاضل، فقہی فقہی روایت کی شان و شوکت اور مقربیت کا تسلسل اور عقلی زبان اور قانونی نگہ بجاہ تمام یہ بات بھانے خود ایک سوالیہ لگان ہے کہ تفسیر کا یہ اہم میدان، اسلامی مسائل میں جمالی مسائل اور اہل و عاقلہ کی گہرائی کو کا نظر آتا ہے۔ اس کا زاویہ اور ذہب یا اہانت مذہب ہے۔ لیکن وہ مقام ہے جہاں، فقہی تفسیر اپنی طبیعت اور موضوعیت کو نبھتی ہے۔ دوسری طرف یہ حقیقت اپنی جگہ پر قرار ہے کہ مودعا قانونی نگہ کی یہ کاوش اور اصل عالم اسلام کے شرق و غرب سے اٹھنے والی ایک جھانڈا معاہدہ کا ایک تسلسل اور ترجمان ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی فقہی مسائل و مذہب سے بے ذماری مسائل کا حل نہیں اور جو لوگ فقہی مدارس کو فرق واریت کا سبب قرار دے کر انہیں اس کا اذیتا چاہتے ہیں وہ امت کے مرض کی تشخیص اور علاج کی تجویز پر وہیں فقہی کرتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ فقہ و امت کے عملی تجربے اور عمومی حواض میں ایک بڑا زمانہ سے رہتی ہی ہے اور فقہی مذہب نہ صرف امت کے لیے تقابلی قانونی ضروریات کے عناصر ہیں، بلکہ امت کو فخری اور اشتہاری اعتبار سے بھی نوبت پڑتے اور ابتکار سے محظوظ رکھتے ہیں۔

۱۳۱۔۔۔ عرب و عجمی فقہ و فرائض، کراچی، ۱۹۷۱ء، قرآنی، ص ۲۳۳۔۲۳۴

۱۳۲۔۔۔ جس صورت میں، ص ۲۳۳۔۲۳۴

احکام القرآن (تھاوئی) - منہج و خصوصیات

* ڈاکٹر محمد سعید صدیقی

Moulana Ashraf Ali Thanvi, a renowned scholar of sub-continent, constituted a board of religious scholars from his disciples to write a book having all the Islamic injunctions about Ibadet, social issues, ethical and moral issues derived from Quran according to the Hanafi school of thought with proper reasoning and justification.

The book with the name of Ahkam-ul-Quran was written and published approximately in sixty three years by five scholars. No doubt the book is an encyclopedia of the Islamic injunctions derived from Quran in the light of Hanfi school of thought. My article reveals the historical background, comparative study of different volumes and their publications.

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔۔۔ اما بعد!

ہب سے انسان معرض وجود میں آیا ہے، زندگی میں فحش آنے والے مسائل بھی پیش آتے ہیں اور ان مسائل کے حل کے لیے انسانی فکر اور توجہ اور اس کے لیے عملی اقدامات کے سامنے آنے سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان مسائل کے حل کے لیے انسان اپنی فطری فہم و فراست اور عقل و ذہانت سے بھی کام لیتا ہے اور وہی الٰہی بھی اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس بات کا یقین یا تو خود مسئلہ کرتا ہے یا انسانی ذہن و فکر کی ترغیبات کہ مسئلہ کا حل عقل و فکر سے تلاش کرتا ہے یا وہی الٰہی سے رہنمائی لیتی ہے کہ بعض اوقات مسئلہ کی نوعیت اس طرح کی ہوتی ہے کہ عقل انسانی اس کا کوئی حل ڈھونڈنے میں کامیابی حاصل نہیں کر پاتی اور بعض اوقات انسان پر غلے کر لیتا ہے کہ اس کے لیے سب سے بڑا رہنما وہی الٰہی ہے وہ پہلے وہی الٰہی سے رجوع کرے گا اگر وہی الٰہی نے اس کو کوئی رہنمائی نہ کی تو وہ اجتہاد و قیاس سے کام لے گا۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ پنجاب، لاہور

پھر یہ حقیقت بھی حیران کن ہے کہ جوں جوں انسانی عقل و فکر میں ترقی آئی اس کا وہی
اچھی پر اجازت اور اس سے رجوع کی کیفیت بلا حقیقت ہوتی نظر آئی اور محض عقل و فکر پر اجازت کچھ مخصوص
شعبوں تک محدود ہو گیا۔

انسانی زندگی کے مسائل انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا قانونی، تمدنی ہوں یا
تلفیحی، طبی ہوں یا فکری، معاشرتی ہوں یا اخلاقی ان مسائل کے حل کے لیے ترجیحات کی بنیاد
اساس میں نبوی مل صاحبنا کوچہ و تسلیم میں خود آپ کی حدیث تقریری سے زبان معاذ بن جبل
ذات ہے۔

(۱) کتاب اللہ

(۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) اجتہاد و قیاس^(۱)

ہیں کتاب اللہ انسانی زندگی کے مسائل کے حل کے لیے اولین، اساسی اور بنیاد صدر
قرار پائی۔ مسائل اور کتاب اللہ سے ان مسائل کے حل کے وہ پہلو سامنے آتے ہیں:

بھی کتاب اللہ کی آیات سے اس کی صراحت یا اشارہ یا اقتداء سے مسائل مسجد کیے
گئے اور کبھی مسئلہ پہلے سے موجود ہوتا اور کتاب اللہ یا سنت سے اس مسئلہ کا حل تلاش کیا گیا۔

قرآن کریم کی آیات سے فقہی ادکام کا استنباط ہوں تو ایسے سے ہی فقہاء و محدثین اور
مشرکین کا موضوع بحث رہا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق قرآنی آیات سے مسجد مسائل و ادکام پر
مشکل کتاب کی تالیف کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوا۔

ان ضمن میں سب سے پہلی کتاب امام شافعی نے مرتب کی لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی۔
امام شافعی سے منسوب جو ادکام القرآن ہم تک پہنچی ہے وہ امام کے شاگرد جہتی کی تالیف کردہ
ہے، کیونکہ امام جہتی نے اس میں امام شافعی کے علوم کو جمع کیا ہے اس لیے یہ امام شافعی سے
منسوب ہے۔ امام شافعی کی اس تالیف کے بعد فقہاء اس جا میں محدود ہوئے اور انہوں نے اس
موضوع پر تالیفات شروع کیں۔

شیخ ابوالحسن علی بن محمد السعیدی م ۲۳۳ھ / ۸۵۸ء، قاضی ابو اہنن اسماعیل بن اہنن
الازدی بصری م ۲۹۶ھ / ۸۹۵ء (بانی)، ابو الحسن علی بن موسیٰ بن یزید
القمی (حکمی) م ۳۰۵ھ / ۹۱۷ء، شیخ ابو محمد القاسم بن ابی القریظی انوری م ۳۳۶ھ / ۹۵۱ء، شیخ
مظہر بن سعد ابوالہدی القریظی م ۳۵۵ھ / ۹۶۶ء اور ابو جعفر احمد بن محمد الخلیفی (حکمی) م
۳۷۱ھ / ۹۸۱ء نے "ادکام القرآن" کے نام سے کتب تالیف کیں لیکن ان کتب میں سے کوئی بھی
کتاب ذریعہ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔ چوتھی صدی ہجری کے فقیر و مفسر ابو بکر جصاص م ۴۰۶ھ /
۹۸۰ء کی کتاب ادکام القرآن طبع ہوئی اور ہم تک پہنچی ہے۔ (۱)

ادکام القرآن پر تالیفات کا یہ سترہ صدی پہ صدی ابوالحسن علی بن محمد
ابن کثیر (م ۴۰۵ھ) اور ابو بکر محمد بن مہدائظ (م ۳۳۵ھ) جو دن مرغی کے نام سے معروف
ہیں، سے پہلے ابوالجالال الدین مہدائظ (م ۹۱۷ھ) تک پہنچتا ہے۔

علامہ سیوطی کا اسلوب جصاص اور دن مرغی سے مختلف ہے سیوطی اثر فقہاء کی آراء نقل
کرتے ہیں ذہان کے دلائل بکرات کے نمایاں الفاظ یا معانی سے جو بھی ادکام یا حکم مسجد ہوا سے
جان کر رہتے ہیں میں سے معانی کی یہ کتاب ادکام القرآن پر ایک جامع اشاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ادکام القرآن پر لکھے جانے والے اس ذخیرہ علم میں ایک ایسا اور قابل قدر اضافہ
مولانا اشرف علی تھانوی کی جہانت پر تالیف کی جانے والی ادکام القرآن کی نقل میں ہوا۔ حضور
آئندہ میں اس کتاب کا مسلسل تحارف پیش کیا جائے گا۔

تاریخ و میں مظهر

مولانا اشرف علی تھانوی کی جہانت پر مولانا ظفر احمد عثمانی نے امام ابو حنیفہ کے مسلک پر
حدیثی دلائل جمع کر کے ایک عظیم خدمت سر انجام دی اور اس کتاب کا نام "اصحاح السنن" رکھا
گیا۔ (۲) مولانا کی خواہش تھی کہ مسلک حنیفہ پر قرآنی آیات سے جو اختلافات ہوتے ہیں،
انہیں بھی جمع کیا جائے اور اس کتاب کا نام "دلائل القرآن علی مذہب اصحابنا" رکھا جائے۔ پھر
خیال ہوا کہ محض دلائل اہناف پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ قرآن کریم سے مسجد ادکام عبادات و

مطالعہ، آداب اور اخلاق، تصوف و احسان کا بھی ذکر کیا جائے اور جدید مسائل کی روشنی میں قرآنی احکام پر ایک نئی کتاب مرتب کی جائے۔ مولانا نے یہ کتاب بذات خود تالیف کرنے چاہتے تھے لیکن سکولر مٹشل اور شعبہ قومی خصوصاً شعبہ ہمدردت اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا نے علماء اور محققین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جس میں سب اہل اہم افراد کو منتخب کیا گیا۔

(۱) مولانا ظفر احمد مدنی (م۔ ۱۹۷۳ء)

(۲) مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م۔ ۱۹۷۳ء)

(۳) مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی (م۔ ۱۹۷۶ء)

(۴) مولانا مفتی جمیل احمد قرظوی (م۔ ۱۹۸۳ء)

قرآن کریم کی سات منزلوں کو چار حصوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا کہ پہلی دو منزلیں مولانا ظفر احمد صاحب، دوسری دو منزلیں مفتی جمیل احمد صاحب، تیسری دو منزلیں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور آفری منزل مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب کے حصہ میں آئیں۔ مولانا کی عمرانی میں ان حضرات نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ مولانا ان حضرات کو فوٹو کا فائدہ بخوان ہوتا ہے۔ ان کے تالیف کردہ حصے کو سنتے اور اس میں اگر کوئی اصلاح، تزکیہ یا اضافہ ضروری ہوتا تو فرمادیتے۔ اگر خود اصلاح کرتے وقت یاغی طور پر کے دوران قرآن کریم کی آیت سے کوئی مسئلہ مستنبط ہوتا تو محتلف حصہ کے حوالہ کو تحریر کر دیتے۔ مولانا کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔

مولانا کے ایک عزیز ارشد ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے بقول آخر میں یہ خدمت انہوں نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے سپرد فرمائی کہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق تالیف فرمائیں۔ چنانچہ مفتی صاحب اس کام میں مصروف ہو گئے۔ (۴)

احکام القرآن ابھی تک تکمیل تھی کہ مولانا قانونی نے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۳ء ۱۹ جولائی ۱۹۷۳ء

کو داعی اعلیٰ کو بلکہ کہا۔ (۵)

مولانا کی وفات پر سوسائٹی کے اراکین مولانا ظفر احمد مدنی نے عمل کرنا تھا مگر سوسائٹی نے عمل کرنا

کافی حصہ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نے تالیف کر لیا تھا۔ مولانا محمد ابرہس کا نہ مولوی کے اور نہ صدر کی تالیف بھی تکمیل کے قریب تھی۔ ان میں پندرہ صفحات کی مولانا فتاویٰ نظر ثانی بھی کر چکے تھے۔ مولانا کی طاعت کے بعد ان کے نام پندرہ اہمیت مولوی شہیر علی صاحب نے مولانا مفتی جمیل احمد فتاویٰ کے مسودہ کے علاوہ باقی حصہ تالیف کیا کیونکہ مفتی صاحب کا مسودہ بھی نظر ثانی کا منتظر تھا کہ مسودہ طابع ہونے سے نکل جائے۔ مولوی شہیر علی کی عمر ثانی میں طبع آخر تکمیل کر لیتی تھی۔ ۱۹۶۹ء میں طابع ہونے والے یہ جسے نکالت کے ازبید طابع ہوتے۔ یہ نکالت ہو رہے لیکن ضمن طبع سے طابعی اور طبعی غلطیوں سے بھری ہوئی ہے۔^(۱)

بعد ازاں ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء کے ایام میں نے ان حصوں کو پانچ جلدوں میں خوبصورت انداز میں ۱۹۸۷ء میں طابع کیا۔ ۲۸ سال کے فاصل کے بعد ۱۹۸۷ء اور ۱۹۸۸ء میں (۷) نے اس کام کا بیڑا اٹھایا مفتی جمیل احمد فتاویٰ نے اپنے بیڑے صدر کی تالیف تکمیل کی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے باقی ماندہ صدر کی تکمیل مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی (م: ۲۰۰۱ء) سے کروائی گئی۔ مولانا ترمذی نے اس کی تکمیل کے بعد مولانا محمد ابرہس کا نہ مولوی کے صدر کی توشیمات و تفسیرات بھی مرتب کیں اور اس عظیم کتاب کا مقدمہ تحریر کر رہے تھے کہ دائمی اجیل کو ایک کہا اور اس کتاب کا مقدمہ اسمعیل کا منتظر ہے۔^(۲)

ادارہ اشرف التفتیح کے ذریعہ اہتمام ان حصوں کی طباعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولانا مفتی جمیل احمد فتاویٰ اور مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی نے تالیف کیے ہیں۔ اور اس ضمن میں اب تک تین جلدیں طابع ہو چکی ہیں۔ تالیف و طباعت کی اس چارچ کے بعد اب ہم اس کتاب کے طابعین کا منتظر قرار دے رہے ہیں اور پھر ان کے اسباب کا جائزہ لیں گے اور پھر اقتدار کے ساتھ ان اسباب کا آپس میں بھی موازنہ کریں گے اور ادکام القرآن کی دیگر کتب سے موازنہ بھی کریں گے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی (م: ۱۹۷۳ء)

حصہ ضمنی: مولانا کے (۱) منزل اول اور منزل دوم یعنی آواز تا سورۃ البقرہ کی تالیف تھی۔ مولانا سورۃ کا قصہ تا سورۃ النساء کے اخیر تک کے ادکام تالیف کیے۔

تفہیم مسودہ:	حصہ اول ۳۱ شوال ۱۳۵۲ھ تا ۱۳۳۱ھ،
	حصہ دہائی ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ تا ۱۹۹۷ھ،
مطبوعہ:	زیر اہتمام ادارہ القرآن، کراچی
سال عبارت:	۱۹۸۷ھ،
صفحات:	حصہ اول ۸۳۰
	حصہ دہائی ۳۹۶

مؤلف

مولانا ظفر احمد چشتی ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ (۱۹۲۵ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ عمر اسی تین سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ والدہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا، والدہ کی وفات کے بعد دادی نے پرورش کی۔ خاندانی روایات کے مطابق تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا اس وقت قرآن کریم کا عربی حروفِ حلقہ، بعد ازاں ۳۳ سال کی عمر میں مکتبہ کا خیال پیدا ہوا اور چھ ماہ کے تفہیم عربی میں قرآن کریم مکتبہ کر لیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند، مدرسہ اہلِ علم و تقویٰ اور جامعہ العلوم کا پورہ میں آپ نے دینی تعلیم حاصل کی اور مظاہر علوم سہارن پور سے سند فراغ حاصل کی۔ مولانا اشرف علی قانونی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد اسحاق بریلوی اور مولانا غلامی احمد سہارن پوری جیسے کبار علماء سے استفادہ کیا۔ فراغت کے بعد آپ مظاہر علوم سہارن پور میں بطور مدرس تھیں ہوئے سات سال مظاہر علوم میں تدریس کے فرائض سر اہتمام دیئے۔ پھر ۱۳۳۹ھ تا ۱۳۳۸ھ تا ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۷ء قانونی کے قریب ایک مدرسہ میں تدریس کی ۱۳۳۹ھ تا ۱۹۳۸ء میں آپ مدرسہ اہلِ علم و تقویٰ میں تدریس و تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی کا کام آپ کے ذمہ لگایا گیا۔ ۱۳۵۸ھ تا ۱۹۳۹ء تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا صرف درہان میں ڈھائی سال رنگون میں قیام رہا۔ ۱۳۵۸ھ تا ۱۹۳۹ء میں آپ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کی طرف سے جوائنٹ کلس ہوئی اور آپ مولانا قانونی سے اعزازت لے کر ڈھاکہ چلے گئے۔ ۱۹۵۳ء تا ۱۳۷۷ء تک ڈھاکہ میں قیام رہا اس دوران مدرسہ اشرفِ اعلیٰ و مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے بھی تعلق قائم رہا۔

اکتوبر ۱۹۵۳ء تا ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء میں آپ دارالعلوم اسلامیہ نالندہ وار کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور تمام آخری منصب پر رہے۔ ۲۳ دیکھو ۱۳۹۳ھ تا ۸ دسمبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں آپ نے دینی اہل کو چیلہ کیا۔^(۹)

اسلوب

ادکام القرآن کے اس ابتدائی حصہ میں مولانا نے جو اسلوب برقرار رکھا ہے، اسے حسب ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

- ۱- متن آیت و آیات کو نقل کیا جاتا ہے۔
- ۲- متن آیت کو نقل کرنے کے بعد انحصار کے ساتھ فتویٰ شریع کی جاتی ہے۔
- ۳- ادکام میں بیان کیے جاتے ہیں۔
- ۴- فقہاء کی آراء نقل کی جاتی ہیں۔
- ۵- دلیل آیت کی وضاحت کی جاتی ہے اور تاہم یہ میں احادیث نقل کی جاتی ہیں۔
- ۶- حنبلی کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔
- ۷- "جواب عن دلائل الخصم" کے عنوان سے دیگر اثر کے دلائل کا جواب علمی انداز میں دیا جاتا ہے۔

۸- صاحبین (امام ابو حنیفہ اور امام بخاری) کی رائے اگر امام ابو حنیفہ سے مختلف ہوتی تو اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ تَبَيِّنَاتٍ بَيْنَ الْاَلْحَدِثِ وَالْقُرْآنِ فَتَنُّ شَهْرًا مِنْكُمْ «شَهْرٌ فَلْيَتَسَنَّهُ»^(۱۰)

اس آیت سے ادکام دس سال کے استنباط کے ضمن میں مولانا عثمانی نے روایت ہلال کے سلسلہ میں غریب بحث کی ہے۔ اس ضمن میں روایات کو بنا ہی اہمیت سے واضح کیا ہے۔

الف: چاند کی روایت کی اطلاع شریعت میں ہے بلکہ شہادہ ہے کہ چاند کی روایت کی

اطلاع یوں نہیں دی جاسکتی کہ مجھے ظاہر نے بتایا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے بلکہ اس کی اطلاع خود دیکھنے والا بطور گواہی اور شہادہ کے دیتا ہے۔

دوسری بات جس پر زیادہ تفصیل سے بحث ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی روایت کا فیصلہ ایک عادل آدمی کی روایت پر کیا جاسکتا ہے جبکہ شوال کے چاند کی روایت کے لیے کم از کم دو عادل افراد کی روایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں مولانا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو عمر فاروق نے اس سے کہا اپنی آنکھ دھو کر پھر چاند دیکھ، آنکھ دھو کر اس نے کہا اب نظر نہیں آ رہا تو آپ نے فرمایا شاید تیری جگہں کو کوئی پال ہو گا جسے تو چاند بکھرا دے گا۔ عمر فاروق کے اس اثر سے مولانا نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر آسمان صاف ہو تو جب ایک بڑی جماعت چاند کی روایت کی شہادہ دے تب شوال کے آواز کا اعلان کیا جاسکے لیکن آگے چل کر مولانا، جسامت کی ایک دلیل پیش کر لیتے ہیں کہ موجودہ لوگ چاند دیکھنے کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور اس سلسلہ میں تساہل سے کام لیتے ہیں اس لیے بڑی تعداد کی شہادہ عام نہ دئی جائے۔^(۱۰)

ماخذ و ماسد

مولانا نے اپنی کتاب کی تالیف میں شہیر، حدیث، فقہ اور ادکام قرآنی پر بنیادی و اساسی کتب کو مصدر و ماخذ بتایا ہے۔ سب سے زیادہ استفادہ جسامت کی ادکام القرآن سے کیا ہے، جسامت کے علاوہ ابن العربی کی المایع و ادکام القرآن سے بھی غوثہ گلشنی کی ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر میں الشہیرات الامویہ، قاضی شام، اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم، آدمی کی روح المعانی اور راضی کی مگردات فی غریب القرآن سے حدیث میں صحاح ستہ، علم طبرانی، مسند احمد، ابن حجر کی فتح الباری سے، اصول فقہ میں قاضی مہد الوہاب کی شرح المہذب سے اور فقہ میں زینبی سے کثرت استفادہ کیا ہے۔

مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی (م: ۲۰۰۱ء)

ادکام القرآن کی تالیف کے لیے مولانا قانونی نے علامہ کا جو بیروزہ تشکیل دیا تھا، ان میں مولانا ظفر احمد عثمانی شامل تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی اپنی تعلیمی و تدریسی مساعفات کے علاوہ تحریک پاکستان میں اپنی بے پناہ مشغولیت کی وجہ سے اپنے حصہ کی تالیف مکمل نہ کر پائے بعد ازاں یہ حصہ مولانا مفتی عبدالغفور نے تالیف کیا۔

مفتی عبدالغفور ترمذی ہندوستان کی ریاست بیجاپور میں ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ قنات پور، مدرسہ علوم شریعہ مدینہ منورہ اور اعلیٰ گزواں کے ایک مدرسہ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم فقیر والی کے مدرسہ قائم العلوم سے اور سید فرغ ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ مولانا ۱۹۶۱ء میں مولانا شہیر احمد کھولگی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے کبار اساتذہ سے کسب فیض کیا۔

فراغت کے بعد آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ سائیکال (ضلع سرگودھا) میں قائم مدرسہ جامعہ نظامیہ میں گزرا اور اسی قصبہ میں آپ نے تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات سر انجام دیں۔ ۲۰۰۱ء میں وفات کے بعد اسی قصبہ میں آسودہ لہ چرے۔^(۳۰)

حصہ مشتمل

ادکام القرآن سورہ مائدہ کی ابتدا ۱۶۱ بجادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ کو ہوئی اور انتہا ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کو ہوئی۔ ادکام القرآن سورہ العنکبوت کی ابتدا ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کو ہوئی اور انتہا ۲۱ بجادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔ ادکام القرآن سورہ اعراف کی ابتدا ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو ہوئی اور انتہا ۲ بجادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ کو ہوئی۔

۱۔ پہلی جلد سورہ مائدہ کی ابتدائی دس آیات پر مشتمل ہے (ذکر ظلمیں احمد قانونی کی تحقیق کے مطابق اس جلد میں آیات ادکام کے ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱ سے ۵۷۶ مسائک کا استخراج کیا گیا ہے یہ جلد ۵۹۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں اس جلد کی موضوعاتی فہرست اور

- معارف و مراجع کی فہرست بھی شامل ہے۔ یہ جلد ابوابہ اشرف المصنفین و ائمہ ثلث الاسلام ہے اور سے پہلی مرتبہ ۱۳۱۳ھ میں طبع ہوئی۔
- ۲۔ دوسری جلد سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱ سے سورہ کے آخر تک شامل ہے، اس میں آیات الکام کے ۱۱۰۵، سے ۳۸۵ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے۔ یہ جلد ۳۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۳۔ تیسری جلد مکمل سورہ انعام اور سورہ اعراف پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۳۸ آیات الکام کے ۱۱۰۵، سے ۳۹۰ مسائل کا استخراج کیا گیا، یہ جلد ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں جلدیں ابوابہ اشرف المصنفین و ائمہ ثلث الاسلام ہے اور کی زیر نگرانی طبع ہو چکی ہیں۔ (۳)

اسلوب

بیادہی طور پر مولانا ترمذی کا اسلوب مولانا مثینی کے اسلوب سے گہری مطابقت رکھتا ہے آپ نے بھی آیت مبارکہ نقل کر کے اس کی مختصر تفسیری وضاحت کے بعد اس سے مستند مسئلہ کی تفصیل بیان کی ہے، اس ضمن میں احادیث مبارکہ اور فقہاء کے اقوال اور ان کی آراء کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ چندی کی سزا پر مشتمل آیت مبارکہ کی تفسیر و تخریج کے ضمن میں مولانا لکھتے ہیں:

سنت کی روشنی میں سرتق کی وضاحت

آیت قرآنی ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَطَعَنُوا إِلَيْهِمَا﴾ (۳) سے معلوم ہوا ہوا تھا کہ یہ حکم ہر حکم کے چور کے لیے عام ہے خواہ اس نے ایک دو یا پانچ چوری کیا ہو یا ایک لاکھ چور سنت نے اس حکم میں جنسیں کی اور حکم دیا کہ نصاب سے کم نایت کی چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کٹے گا، گویا سنت نے آیت کے حکم کو صرف اس چور کے ساتھ مخصوص کر دیا جس نے کم از کم نصاب کی نایت چرائی ہو۔

اسی طرح مذکورہ آیت میں اس بات کی کوئی تفصیل نہیں تھی کہ چور کا ہاتھ کس زمانے

میں کاہنہ ہوتے اور کس زمانہ میں نہ کاہنہ ہوتے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قحط
سال کے زمانے میں چھریوں کے ہاتھ نہ کاٹنے جائیں چنانچہ حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ ۱۶
قطع فی زمن الصحاح قحط سال کے زمانہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ (۱۰)

اس حدیث کی بنا پر حضرت عمرؓ نے زمانہ قحط میں بے سزا موقوف فرمادی اسی طرح قرآن
کریم کے عام حکم میں ہر چھری داخل ہے خواہ وہ پہلوں ہی کی کیوں نہ ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لا قطع فی شعر (۱۱)

حدود میں شہادت کی شرائط

حدود کے نفاذ میں شریعت اسلامیہ نے ضابطہ شہادت بھی عام معاملات سے ممتاز اور
بہت محتاط بنایا ہے چھری وغیرہ کے معاملہ میں اگرچہ وہ ہی گواہ کافی ہیں مگر ان وہ کے لیے عام
شرائط شہادت کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی عامہ کی گئی ہیں مثلاً دوسرے معاملات میں مواقع
ضرورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ کسی قاضی آدمی کے بارہ میں اگر قاضی کو ظہیمان ہو
جائے کہ عملی قاضی ہونے کے باوجود یہ جھوٹ نہیں پڑتا تو قاضی اس کی گواہی کو قبول کر سکتا ہے
لیکن صرف حدود میں قاضی کو اس کی گواہی قبول کرنے کا اختیار نہیں عام معاملات میں ایک مرد اور
دو عورتوں کی گواہی پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے مگر حدود میں دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

عام معاملات میں شریعت اسلامیہ نے قادی یعنی عدت دراز گزار جانے کو طہر نہیں قرار
دیا ہاتھ کے کتنے ہی عرصہ کے بعد کوئی گواہی دے تو قبول کی جاسکتی ہے لیکن حدود میں اگر فوری
گواہی نہ دی جگر ایک مہینہ یا اس سے زائد دیر کر کے گواہی دی تو وہ قابل قبول نہیں۔ (۱۲)

مولانا ترمذی نے مختلف فقہاء کے اقوال کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ اس بات پر اجماع
ہے کہ پہلی مرتبہ چھری کی صورت میں دایاں ہاتھ کاہنہ ہائے گا۔

مولانا مفتی جمیل احمد قانونی (م۔ ۱۹۹۳ء)

مولانا مفتی جمیل احمد قانونی کچھ شہاد الکتوم ۱۳۶۶ھ ۱۹۰۳ء کو صوبہ پنجاب کے

معروف شہر قائد بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ کے ایک مدرسہ اور پھر مدرسہ امدادیہ قناد بھون سے حاصل کی اور ۱۳۳۳ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے بی۔ اے فراغ حاصل کی۔ مولانا امجد اللہ مولانا بدر عالم مدنی، اور مولانا فضل احمد سہارنپوری جیسے کبار علماء سے آپ نے کسب فیض کیا تعلیم سے فراغت کے بعد سے پاکستان کے قیام تک مولانا مظاہر علوم سہارنپور میں منصب تدریس پر اور پھر مدرسہ امدادیہ قناد بھون میں تدریس و افتاء کے منصب پر فائز رہے۔

۱۹۴۷ء میں آپ نے پاکستان ہجرت کی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس و افتاء کے منصب پر فائز ہوئے لاہور میں دسمبر ۱۹۹۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا اپنی بی بی صاحبہ کے آفری پندرہ سالوں میں ادارہ اشرفیہ تحقیقی سے وابستہ رہے اور اس دوران آپ نے احکام القرآن کے اپنے ذمہ داریہ حصہ کی تالیف و ترمیم کی اور اپنی عمر بھر میں گزشتہ تقریباً کروڑوں مسودوں کی ترمیم کروائی۔ (۱۸)

حصہ تیس: سورہ یونس تا سورہ الملک (منزل نمبر ۳)

سورہ الاسراء تا سورہ الفرقان (منزل نمبر ۴)

مفتی جمیل احمد قانونی صاحب احکام القرآن کے اپنے ذمہ داریہ حصہ کی تالیف کا آغاز مولانا اشرف علی قانونی کی زندگی میں کر دیا تھا لیکن ابھی سورہ یونس تک ہی مکمل نہ کر پائے تھے کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ مفتی صاحب نے اپنے حصہ کی تالیف کا کام جاری رکھا اور منزل نمبر ۳ مکمل کی۔ اس کے بعد پاکستان ہجرت اور تدریس اور افتاء کی مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ متعلق ہو گیا۔

۱۹۸۷ء ۱۹۸۶ء میں والد محترم مولانا محمد مالک کاندھلوی (م: ۱۹۸۸ء) نے اپنی وفات سے تحریک ایک سال قبل اپنے والد گرامی مولانا محمد اور یس کاندھلوی کا حکم سب خانہ وقت کر کے دارالعلوم اسلامیہ میں ادارہ اشرفیہ تحقیقی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ مفتی جمیل احمد قانونی صاحب جزوی طور پر اس تحقیقی ادارہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور اسی دوران انہوں نے اپنے حصہ کی تالیف مکمل کی۔ اسی دوران ادارہ نے مولانا مفتی عبدالغفور ترمذی سے مولانا مفتی جمیل احمد عثمانی کے ذمہ داریہ حصہ کی ترمیم کروائی اور یوں ۱۹۹۴ء ۱۳۱۷ھ میں احکام القرآن کی تالیف مکمل

ہوئی۔ اس تفہیم کی سعادت اور اہم شرف تحقیق کے حصہ میں آئی اس موقع پر ایک بڑا وقت تقریباً
منفق ہوئی۔

اسلوب

دیگر تفہیم کی طرح ملحق صاحب کا انداز بھی یہ ہے کہ آیت قرآنی نقل کرنے کے بعد
اس سے متعلق مسائل و ادکام ذکر کرتے ہیں۔ ملحق صاحب کا تالیف کردہ یہ حصہ دیگر حصوں کے
مقابلہ میں سب سے زیادہ طویل ہے۔ سورہ یونس، ہود اور یوسف ایسی سورتیں ہیں جن میں ادکام
بہت کم بیان کیے گئے ہیں لیکن ملحق صاحب کے کلموں ذہن نے ان سورتوں سے بھی ادکام اخذ
کیے ہیں اور بعض مقامات پر طویل گفتگو کی ہے۔ اگرچہ بعض جگہ یہ گفتگو زیادہ طویل ہونے کے
ساتھ موضوع کے دائرہ سے بھی نکل جاتی ہے کیونکہ ادکام القرآن کے موضوع کا نفاذ ہے کہ اس
میں صرف فقہی، اخلاقی یا عملی مسائل و ادکام پر روشنی ڈالی جائے، تفسیری اور نظریاتی نکات تفسیر کا
موضوع ہوتے ہیں، ادکام قرآنی کا نہیں مثلاً ملحق صاحب نے بعض مقامات پر اسباب نزول
سے بھی بحث کی ہے۔

سورہ یونس کی آیت مبارکہ:

قَوْلَ الْوَلَدِ لَعَلَّ الْفِتْنَةَ جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ نَجْوَىٰ

سے چار مختلف مسائل متبادلا کیے ہیں جن میں سے ایک یعنی علوم نجوم پر تفہیم سے
گفتگو کی ہے۔ موانع نے اپنی اس تفہیمی گفتگو میں قرآن کریم کی مختلف آیات، بہت سی
امدادیہ مبارکہ کے علاوہ صاحب دربار، صاحب دہان، روح المعانی کے حواصط علامہ آلوسی
شرح المصابیح کے حواصط امام نسفی، امام فرائی کے افکار کے حواصط لیے اور یہ نتیجہ اخذ کیا۔
علوم نجوم و کواکب کے دو پہلو ہیں۔

(۱) علوم نجوم و کواکب کی حرکت اور ان کی گردش سے ستاروں کا اندازہ یا ان کے ذریعہ سے
موسمی تبدیلیوں کا اندازہ لگانا اور وقت سے پہلے کوئی چیز بتانا، اس پہلو سے اس علم کا
مصول چاڑھ ہے اور اس کے ذریعے سے مستقبل کی خبر دینا علم ثبوت کے حواصط نہیں

سورہ نعل کی آیت ﴿وَالسُّلُوكَ الْعُلَٰلِ الْفُلُكُ الْمَعْمُورَةَ﴾ میں تسلط کے امر سے تفسیر کے واجب بلکہ فرض ہونے کو ثابت کیا ہے اور پھر واجب تفسیر پر طویل بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں چالیس فقہاء کرام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

تکمیل مسودہ: ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء)۔ (ساڑھ)

۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۸ء)۔ (سایح الف)

مطبوعہ: غیر مطبوعہ

طابع: ادارہ القرآن کراچی

سال طبع: ۱۹۸۷ء

صفحات: ۵۸۳ (ساڑھ)

۳۲۲ (سایح الف)

مؤلف

مولانا مفتی محمد شفیع پاک و ہند کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ۲۱ شعبان ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) کو پیدا ہوئے قرآن کریم کے حفظ کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ نے مولانا نور محمد کشمیری، مفتی مزین الرحمن، مولانا سید احمد حسینی، علامہ شمس احمد عثمانی، مولانا ابوالفتح اور مولانا ابوالکلام بلوچ سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں آپ نے سید فرخ حاصل کی اور ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) سے دارالعلوم ہی میں تدریس زندگی کا آغاز کیا۔ ۲۹ سال بعد ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں آپ دارالعلوم کے مفتی کے عہدہ چلیے پر فائز ہوئے۔ ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) تک آپ نے یہ خدمات سرانجام دیں اور اس عرصہ میں کم و بیش چالیس ہزار فقہی آپ نے تحریر کیے۔ ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) سے ۱۳۶۷ھ (۱۹۴۸ء) تک آپ نے ترکیب پاکستان میں پھر پھر حصہ لیا۔ تمام پاکستان کے بعد آپ نے کراچی میں دارالعلوم کے ہم سے ایک مدرسہ قائم کیا اور جس میں ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء) میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۳)

اسلوب

مطلق شائع صاحب کیونکہ بنیادی طور پر قیہ و مطلق ہیں اس لیے ان کے حصہ میں تقییدانہ اسلوب ناسب ہے۔ مولانا نے اس حصہ میں جو اسلوب برقرار رکھا ہے، بنیادی نودوخال اس کے نظریہ بنیادی ہیں جو مولانا نظریہ امروہانی کے تالیف کردہ حصہ کے ہیں۔ مولانا کے اسلوب کی لمبائی تصویبات یہ ہیں:

- ۱۔ متن آیت یا آیات کو نقل کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ لغوی تخریج بعض الفاظ کی جاتی ہے۔
- ۳۔ آیت سے متعلقہ مسائل کو بیان کیا جاتا ہے۔
- ۴۔ فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل نقل کیے جاتے ہیں۔
- ۵۔ تخریج مسلک حنفیہ کو دی جاتی ہے اور اس کے وجود تخریج بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔
- ۶۔ فوائد کے عنوان سے بعض لطیف نکات بیان کیے جاتے ہیں۔
- ۷۔ کسی کسی مقام پر "قال العبد الضعیف" کے عنوان سے مطلق صاحب نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔
- ۸۔ بعض حدیثیں مسائل پر بھی منگھوکی ہے۔ مثلاً آیت ﴿وَلَقَدْ نَزَّلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ بَصِيصٍ عَظِيمٍ﴾ (۱۰۰) کی تخریج کے ضمن میں مولانا نے قال العبد الضعیف کے عنوان سے اسلام کے معاشی اصولوں پر تحصیل سے بحث کی ہے اور اشراکی و اشتہائی نظریات کی بھرپور انکار میں تردید کی ہے۔ (۱۰۱)

ماخذ و مصادر

مولانا نے بھی کم و بیش انہی ماخذ سے استفادہ کیا ہے جو مولانا نظریہ امروہانی کے پیش نظر تھے۔ البتہ مولانا نے تحریری کتب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ مولانا عثمانی کے مقابلہ میں آپ نے جصاص پر کم بار کیا ہے۔ اسی طرح مولانا عثمانی نے مجموعہ ہائے حدیث سے جس قدر

استناد کیا ہے، مطلقاً صاحب نے کسی قدر کم کیا ہے کہ ان کے حصہ پر فقہیانہ رنگ غالب ہے۔

مولانا محمد اورنس کاغذ مطبوعی

حصہ تیسواں، سورۃ فاتحہ، انکسار القرآن الکریم (مجلد نمبر ۷)

تعمیل مسودہ: ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۴۳ھ

مطبوعہ ریفریو: مطبوعہ

طابع: ادارہ القرآن کراچی

سال طباعت: ۱۹۸۷ء

صفحات: ۱۲۹

مولانا محمد اورنس کاغذ مطبوعی کا تعلق ہندوستان کے مردم خیز صوبہ کاغذ مطبوعہ اور ایک بڑے

علمی نامہ ان سے تھا۔ آپ بھوپال میں ۱۳ رجب ۱۳۱۷ھ تا ۳۰ اگست ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم کا آغاز کاغذ مطبوعہ سے ہوا اور پھر مدرسہ امدادیہ قانہ بھون میں تعلیم کو آگے بڑھا

اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ مظاہر علوم سہارنپور آگئے اور یہاں سے سند فرائض حاصل کرنے کے بعد

آپ نے ماہر علمی ادارہ العلوم دہلی سے ۱۱ پارہ ۱۱ درجہ حدیث کیا۔ مولانا انور شاہ کاغذ مطبوعہ، مظاہر شیعری

ادب دہلی اور مہاں اصفہر تیس دن بعد بنی جیسے کار محمد شین و مفسرین سے استفادہ کیا۔

۱۳۳۸ھ تا ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ امینیہ دہلی کی تدریس سے ہوا۔

ایک سال بعد ہی آپ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ ادارہ العلوم دہلی میں تدریس کا موقع حاصل ہوا۔

۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۹ء آپ علی آباد دکن میں تعلیم رہے جہاں آپ تالیفات میں زیادہ مشغول

رہے۔ ۱۹۳۹ء تا قیام پاکستان ۱۱ پارہ ادارہ العلوم دہلی میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

قیام پاکستان کے بعد پہلے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ اور پھر جامعہ اشرفیہ

میں شیخ الحدیث رہے اور اسی منصب جلیلہ پر ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء تا ۸ دسمبر ۱۳۹۳ء کو

داعی اہل کو لیکھا گیا۔ (۵)

اسلوب

مولانا کا تالیف کردہ یہ حصہ دیگر تمام حصوں کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے، مولانا کے اسلوب کے بنیادی قد و نعل وہی ہیں جو کتاب کی ابتداء سے پہلے آ رہے ہیں۔ البتہ خصوصیت کے ساتھ مولانا کا اسلوب مولانا خضر احمد عثمانی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے، مولانا عثمانی کا اسلوب بھی صحیحان و عظیمان قرار، مولانا کا اسلوب بھی صحیحان و عظیمان ہے۔ مولانا نے اپنے حصہ میں اتنی ہی بحث بھی نہیں کی اور انعام کے پیمان میں بھی بہت انحصار سے کام لیا ہے۔ برسرِ وقت کی سرکاری قائم کرنے کے بعد اس کی صرف انعام سے متعلق آیت کا ایک ٹکڑا نقل کر کے بغیر کسی تفسیر کے انعام پر بحث ہوتی ہے۔ فقہاء کے اختلاف کی صورت میں چاروں ائمہ کے ممالک نقل کرنے کے بعد صرف اختلاف کی تائید میں چند حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ صرف فقہی مسائل پر بحث کی ہے، کئی مسائل پر نہیں کی۔

سورۃ نجم کی آیت ﴿وَاِنْ لِّسِ لِّلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا صَعِيَ﴾ (۲۹) کے انعام بیان کرتے ہوئے امام شافعی کا استدلال نقل کیا کہ وہ اس آیت کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہیں کہ عبادت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا جب کہ دیگر ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے مولانا نے حاشیہ رضوی سے شیخ زاہد کا قول نقل کیا ہے۔

”یہ عقیدہ کہ انسان کو کسی دوسرے کا عمل نفع نہیں پہنچا سکتا، باطل ہے کیونکہ امت کا انصاف ہے اس پر کہ کسی دوسرے کی دعا کا فائدہ ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزِ جزا تمام انسانوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ اہل جنت کے، جنت میں داخلہ کی شفاعت کریں گے اور مرگھین گناہ کی روکی دوزخ سے خلاصی کے لیے شفاعت کریں گے یہ تمام دوسرے کے عمل کا نفع ہے۔ حالانکہ اہل ارض کے لیے دعا کرتے ہیں، اہل ایمان کی اور اپنے والدین کے لیے اعمال کی جہ سے جنت میں جانے کی۔ یہ بھی عملِ خیر کا نفع ہے۔ اسی طرح نیک صریح سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے صدق یا کسی کی آزادی یا میت کو ثواب ہے۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ عملِ خیر بھی مختلف نفع ہو سکتا ہے۔“ (۲۹)

شیخ زاہد کی اس عمارت کو نقل کرنے کے بعد مولانا کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ

انعام امت کے مطابق عمل فیر کی منفعت ہوتی ہے جب کہ آیت کا ظاہری مفہم یہ بتا رہا ہے کہ صرف اپنی ہی کوششیں انسان کو کوئی منفعت دے سکتی ہیں۔ انعام امت اور آیت کے مفہم میں یہ تضاد پیدا ہو گیا جس کو دور کرنے کے لیے مولانا نے جن وجوہ غلطہ آگوشی کی روح المعانی سے نقل کیں جب کہ آخری دو میں کوئی حوالہ نہیں دیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مولانا کی اپنی رائے ہے۔ کئی جن وجوہ کا غلطہ یہ ہے کہ لبس لسانی الا ما معنی میں اختلاف کلیت بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان کی کلیت ہی عمل ہوگا جو اس نے خود کیا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دوسرے کے عمل کا نفع اسے دے دیں تو یہ ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ ہم امت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے لیے ہے امت محمدیہ کے لیے نہیں اور تیسرے یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

”پہنچی وہ یہ ہے کہ یہ ہم کفار کے ساتھ خصوصاً ہے جب کہ اہل ایمان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یوم لا یففع مال ولا بنون الا من اسی الفہ یقلب سلیم﴾ (۳۰) یعنی شرک سے محض و عقب لہذا مومن کو اس کے قلب کی اس ایمانی صلاحیت کی وجہ سے دوسرے کے عمل سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ عمل فیر کا فائدہ جب ہوگا جب کہ عمل کرنے والا اس ثواب پہنچانے کی نیت کرے اور اگر وہ عمل صرف اپنے لیے کرتا ہے اور ایصال ثواب کی نیت سے نہیں کرتا تو یہ عمل کسی فیر کو فائدہ نہیں پہنچانے کا لیکن اگر عمل کر کے وہ ایصال ثواب کرتا ہے تو وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے دوسرے کی طرف دکالت کے طور پر یہ عمل کیا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ اس سے فائدہ حاصل کرے گا تو گویا آیت کا مفہم یہ ہوا کہ انسان کو صرف وہی عمل فائدہ دے گا جو اس کا یا دکالتا خود کیا ہے کیونکہ وہ عمل بھی حکماً موکل کا عمل ہوتا ہے۔“ (۳۱)

سورہ مہاجر کی ابتدائی آیت سے صرف جہاد کے مسئلہ میں اس کے مختلف پہلوؤں سے متعلق سو سو مسائل احکام مستنبط کیے اور انصار کے ساتھ انہیں ذکر کیا۔ (۴) سورہ مشرکی آیت ﴿ما اعانہ اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ لئلہ وللرسول﴾ (۳۳) نقل کر کے اس سوال لئے پر

سیر حاصل بحث کی ہے جس میں ابتداء نے کا مفہوم شادوی اللہ کی ہے۔ اللہ الہانہ کے حوالے سے نقل کیا گیا پھر سوال نے کے حصص اور اس کی تحسیم کے طریق کار میں علماء و فقہاء کے استنباطات کو تفصیل سے نقل کیا گیا۔ (۳۳)

مولانا کے تالیف کردہ حصہ میں شاید یہ سب سے زیادہ متصل بحث ہے۔ سورہ ممتدہ کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَابِعُكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يَشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ (۳۵) نقل کر کے مولانا نے بیعت کی حقیقت، اس کی اقسام، اس کا حکم اور بیعت کی حکمت پر بحث کی ہے۔ بیعت کی حکمت پر بحث کرنے کے بعد مولانا نے مرشد و مرہبی کی شرائط بھی بیان کی ہیں۔ مرشد و مرہبی کی شرائط بیان کرنے کے بعد مرید کے لیے قواعد و ضوابط اور شرائط کا ذکر کیا ہے۔

اس طرح ادکام قرآنی پر مشتمل اس کتاب میں تصوف پر خوب اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حصہ انصار کے باوجود اپنے اندر بہت سی خوبیاں رکھتا ہے۔ کاش مولانا اس میں اس قدر انحصار سے کام نہ لیتے تو ادکام قرآنی پر مولانا کا تالیف کردہ یہ حصہ دوسرے حصوں سے بہت زیادہ ممتاز اور نمایاں ہو جاتا۔

ماخذ و مصداق

مولانا نے اس حصہ میں سیاحتی کی الاکیئل سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے الاکیئل کے بعد صحاح کی ادکام القرآن مولانا کے پیش نظر رہی ہے۔ ان دو کتب کے علاوہ انگریزی کی الہامی ادکام القرآن، تافاسیر کی روح المعانی اور نام رازی کی تفسیر کبیر آپ کے ماخذ میں شامل ہیں۔

ادکام القرآن پر بھی جانے والی یہ تصنیف کسی ایک فرد کی علمی فطرتی کوشش کے بجائے علماء و فطرتین کی ایک جماعت کا نتیجہ فخر ہے۔ اس کی تالیف کا عرصہ ۳۳ برس پر محیط ہے۔ یقیناً فقہاء القرآن خصوصاً اور فقہاء اسلامی پر عموماً ایک شاہکار تصنیف اور ایک یادگار خدمت ہے۔ اس شرط سے اس بات کی ہے کہ حقیقتیں کی ایک جماعت اس کی موضوعاتی فہرست اور اہمیت، اقوال فقہاء کی تخریج کا کام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کے علم سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی - تعارف و منج

محمد عبداللہ چیموٹی

مفتی عبدالشکور ترمذی کا خاندانی پس منظر

حضرت عبداللہ شاہ ترمذی کا اصل خاندان ترمذ میں اقامت پذیر تھا جس کی طور پر آپ کا تعلق سادات کے گھرانے سے تھا جب آپ کے آباؤ اجداد ای شہ ترمذ میں سکونت کی وجہ سے ہی ترمذ کی نسبت اپنے نام کے ساتھ لکھتے رہے۔ ان خاندان میں یہ بات مشہور ہے کہ شاہ بندہ تعلق شاہ کے زمانہ میں "ترمذ" سے سادات کا جو قافلہ ہجرت کر کے ہندوستان دہلی میں آیا تھا آپ کے آباؤ اجداد بھی اس قافلہ میں شامل تھے جو عرصہ دراز تک ہندوستان کے مختلف شہروں میں رہائش پذیر رہے آخر میں یہ خاندان پنجاب میں آگیا اور وہاں سے پھر ہندوستان ہجرت کی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ترمذ سے سادات کے قافلہ میں آنے والے آپ کے خاندان کے افراد کون تھے مگر یہ بات واضح ہے کہ اس خاندان میں حضرت عبداللہ شاہ صاحب موصوف ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے خلیج کربلا کے قصبہ گھنٹھ گڑھ میں سکونت اختیار فرمائی ہے۔ آپ کے مشہور شاگرد میں مسٹر حفاتی مولانا مہدائت حفاتی گھنٹھ گڑھ میں مولوی کا نام گرامی زیادہ مشہور ہے حضرت موصوف ہی (۸۰) سال کی عمر پر اپنے مولیٰ حفاتی سے جا ملے آپ کے دو لڑکے محمد حسین شاہ اور حکیم محمد نوح شاہ اور تین لڑکیاں تھیں۔ حکیم سید محمد نوح شاہ کی ولادت ۱۲۷۵ھ میں گھنٹھ گڑھ میں ہوئی اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ۱۳۵۵ھ میں ۸۰ سال کی عمر پر انتقال فرمایا پسماندگان میں جن جن نے عبدالکریم، عبدالرحیم، مہدائتی، رحمن، بیباں اور ایک بیوہ چیموٹی ہیں۔

ان میں مفتی عبدالشکور ترمذی کے والد مفتی عبدالکریم گھنٹھ گڑھ میں جن کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ کو گھنٹھ گڑھ میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی، پھر عرصہ قضاوت جہون کے مدرسہ میں بھی پڑھا، پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور مولانا ظہیر احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اور دیگر علماء کرام سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، افرات فرات کے بعد آپ نے ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۵۵ھ تک مولانا شرف علی قانوی کی سرپرستی میں کام کیا، ان آپ نے بہت سی علمی، تحقیقی، تالیفی اور تصنیفی خدمات انجام دیں۔ جن کے بارے آپ کے پوتے مفتی سید عبداللہ شاہ ترمذی نے پانچ حصہ سے لائبریریوں پر منضبط سوانح "تذکرہ مفتی عبدالکریم گھنٹھ گڑھ" کے نام سے تحریر کی ہے ۱۵۸ بھی غیر منضبط ہے۔ ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴

مفتی عبدالغفور ترمذی کی ولادت اپنی صحیباں موضع اردن ریاست پنجاب میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ مطابق تاریخ ۱۹۲۳ء کو ہوئی آپ کی مائی محترمہ نے "عبدالغفور" نام رکھا اور فرمائی تھیں مجھے یہی نام اچھا لگتا ہے چنانچہ آپ نے اسی کو پسند کیا اور آپ کو اسی نام سے شہرت حاصل ہوئی آپ کا تاریخی نام "مرفوب النبی" ہے جس سے آپ کا سن ولادت ۱۳۴۱ھ ثابت ہے۔

تعلیم و تربیت

۱۹۳۰ء قاری، حفظ قرآن کریم، مجموعہ اذکار اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۶۵ھ میں مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر اہل علم و کام سے فیض یاب ہو کر اعلیٰ نصابوں میں سالانہ امتحان پاس کیا۔ ۱۳۰۰ھ ۱۹۰۰ھ ۱۹

بیعت و خلافت

آپ نے بیچپن ہی سے مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کا شرف حاصل کر لیا تھا، پھر حضرت کے خلفاء میں مفتی مسن امیر سرتی، مولانا غلام جالبھری سے اصلاحی تعلق قائم رکھا، بعد ازاں مولانا مظہر احمد عثمانی سے تعلق قائم کیا اور خلافت حاصل کی، ان کے بعد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے تعلق قائم فرمایا، تھانوی کی طرف سے بھی مجاز بیعت قرار پائی، اس طرح آپ نے بیچپن ہی سے مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کا شرف حاصل کر لیا تھا۔

جامعہ تھانیہ کا بانی مظہر

جامعہ تھانیہ کی بنیاد مفتی سید محمد اکرم گھنوی (م ۱۳۶۸ھ) نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مشورہ اور اجازت سے ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں قصبہ شاہ آباد مارکنڈھلی ضلع کرنال ہندوستان میں رکھی۔ ۱۳۵۶ھ میں اس مدرسہ کا قیام محلہ خدوم زادگان قصبہ شاہ آباد، جامع مسجد خدوم صاحب کے اس حجرہ میں عمل میں آیا کہ جس میں شیخ عبدالقدوس گھنوی ایک مدرسہ مقیم ہے، اسی نسبت سے ابتدا میں اس کا نام مدرسہ قدوسیہ رکھا گیا۔ ۱۳۶۱ھ میں یہ مدرسہ قصبہ شاہ آباد ضلع کرنال میں منتقل ہوا اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اس مدرسہ کا نام "مدرسہ تھانیہ" تجویز فرمایا یہ نام شیخ عبدالقدوس گھنوی کے شیخ الشیخ امجد محمد امجدی کے نام مبارک کی نسبت سے رکھا گیا اور پھر تقسیم ملک ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۷ء تک یہ مدرسہ اسی نام سے دینی و علمی و تہذیبی خدمات بہا کرتا رہا۔

تقسیم ملک کے بعد مفتی عبدالغفور ترمذی نے تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا پاکستان میں اگست ۱۹۴۹ء سے شہری مرکزی جامع مسجد میں مدرسہ "قاسمیہ" کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا جو ۱۹۵۳ء تک قائم رہا، ۱۹۵۳ء میں یہ نئے نئے کی تحریک چلی تو آپ گرفتار ہو گئے اور آپ کے بعد یہ مدرسہ بند ہو گیا، نئیل سے واپسی پر آپ نے مستقل عمارت میں مدرسہ کے قیام کا مزم فرمایا اور اس کی ابتداء یکم ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۵۵ء

مقلد تکرر والا میں ہوتی اور مولانا خیر محمد ہالندھری کے مطبوعہ سے شاہ آباہ کے ”مدرسہ عثمانیہ“ کے نام پر ہی اس کا نام ”مدرسہ عثمانیہ“ رکھا گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کو ۱۹۹۳ء سے قلب کا مارنہ لاحق تھا، آپ ۱۵ شوال المنکرم ۱۴۱۱ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۰۱ء بروز سوموار مغرب کی نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے، اسی وقت دل کا سخت دورہ ہوا تھوڑی ہی دیر میں عشار کی لڑائی سے قبل آپ انتقال فرما گئے۔ ۲۲ آپ کا جنازہ مولانا شرف علی عثمانوی مدظلہم نے پڑھایا، جزاروں افراد نے اس میں شرکت کی اور صرصرے قتل عثمانی قبرستان فرو کردہ سایہال (سرگودھا) میں آپ کی تدفین ہوئی۔ ۲۳

مفتی مہاشیخہ ترمذی کی اہم تصانیف میں احکام القرآن، جلیبہ الخیر فی جوامع القرآن، اشرف العارف، دعوتِ تبلیغ کی شرعی حیثیت، معارفِ دعویٰ، تذکرہ دعویٰ، حیاتِ انبیا، کرام و غیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی مختلف موضوعات پر تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں۔

تالیفات احکام القرآن کا تاریخی ارتقاء عرب و عجم میں احکام القرآن کی کاوشیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تفتیق کی جاہت کی کتاب بنایا، اس کتاب میں انسان کی رشد و ہدایت کیلئے احکامات الہی ذکر کئے، ان میں بعض احکام وہ ہیں جو مہارہ اہلس سے جاہت ہوتے ہیں، بعض اشارہ اہلس سے بعض دالہ اہلس اور بعض اکتھا اہلس سے جاہت ہوتے ہیں۔ اہل عرب کی چونکہ مادری زبان عربی تھی جن احکامات کے کتبے میں صحابہ کرام کو بت پیش آتی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے، اس طرح یہ سلسلہ جاری رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ادارہ فنی سے رحلت کے بعد بعض ایسے ایسے مسائل درپوش ہوئے کہ جن کا حل ایذا قرآن سے معلوم نہ ہوتا تو پھر صحابہ الہی، تا کم الرسول محمد وہ دہا لہام عربہ صومرا کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی حکم معلوم نہ ہو سکتا تو پھر ارشادِ خداوندی اور ارشادِ نبوی کے مطابق اجتہاد سے اس طرح کام لیا جاتا کہ قرآن و سنت سے مستحکم قواعد کلیہ کی بنیاد پر مسائل کا حل تلاش کیا جاتا تھا، صحابہ کرام میں بعض اوقات فقہی اختلاف رونما ہوا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس صحابی نے کسی آیت قرآنی کا جو مطلب و مہم سمجھا وہ اسے بیان کر دیا تھا، پھر اگر کوئی دوسرا صحابی ایسا مطلب و مہم بیان کرتا جو پہلے سے زیادہ واضح اور صحیح ہوتا تھا تو وہ اس کی طرف رجوع کر لیتے تھے، گویا جن وحدانیت کی برہمت جنہوں میں رہتے تھے حتیٰ کہ حق کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

مسائلک اربعہ کے دور میں فقہی تفسیر

جب مسلمانوں میں نئے نئے مسائل و حوادث ظہور پانے ہوئے اور ان کا حل حقد میں کی تحقیقات میں صراحت نہ

مل سکا تو پھر انہیں کرام نے قرآن و سنت کے اصول و قواعد کی روشنی میں ان کے احکامات مسجد فرمائے، ان حضرات کے قرآن و سنت سے مسجد اصول و قواعد میں اختلاف کی وجہ سے مسائل میں بھی اختلاف واقع ہوا لیکن اس اختلاف کے باوجود ان حضرات میں باہمی محبت و احترام بہت زیادہ تھا، حتیٰ کہ امام شافعی امام ابوحنیفہ کے بارے فرماتے ہیں کہ انہما علیٰ فی الفقہ الہی اور حنبلیہ میں (یعنی لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے متعلق ہیں امام شافعی اپنے شاگرد امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہیں کہ اذبح الحدیث عندک فاعلمنی بہ) میں (یعنی) اب آپ کے پاس سب صحیح حدیث ہوتی تھی آگاہ کر دیا کہ امام شافعی اپنے استاذ امام مالک کے بارے فرماتے ہیں کہ اذبح الحدیث فسالک النعم الثقلب حج (یعنی) اب حدیث نبوی کا ذکر کیا جائے تو امام مالک اور شمسو ستارہ ہیں۔ لیکن ان اثر کرام کے پیروکاروں نے ایک دوسرے پر نقد و جرح کا ایسا سلسلہ شروع کیا کہ جس میں دوسرے مسلک والے کو عقیدہ کا نشانہ بناتے حتیٰ کہ مخالف کی تردید میں اپنی انہما ملاحتیں صرف کر دیتے۔

یہودیہ نظام احمدیہ کہتے ہیں کہ مسلکی تعصب میں ملو کے باہم ایسے مقلدین کی بھی کمی نہیں جو انصاف سے کام لیتے تھے اور ان کے اقوال پر شرطانہ نقد و جرح کرتے تھے اگر ان کے قول کو دلیل و بیان سے ہم آہنگ بناتے تو تسلیم کرتے ورنہ جس بات کو حق سمجھتے قبول کرتے، قطع نظر اس سے کہ اس کا قائل کون ہے۔ یہ تاہم ان احکام القرآن میں عام طور پر ہمیں موضوعات سے بحث کی جاتی ہے، جس کی طرف متعلقہ توفیقی مثالی و علم کے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے۔

(۱) وہ احکام تو ایمین جو خاص اللہ کے حقوق سے متعلق ہیں جنہیں مفسرین ان کا میں خاص عبادات کہا جا سکتا ہے۔

(۲) وہ احکام تو ایمین جو خاص بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جنہیں ہم معاملات سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

(۳) وہ احکام تو ایمین جو بعض مشیت سے عبادت ہیں اور بعض مشیت سے معاملات ہیں۔

تفسیری مناجیح

ہم صحابہ کرام سے تفسیری روایات مروی ہیں یا جن کے تفسیری اجتہادات کا بعد کے تفسیری اب پر گہرا اثر ہے ان میں نمایاں دو صحابہ کرام سید علی بن ابی طالب اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ بات اس لئے یاد رکھنی ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کے جتنے روایات اور اسالیب مختلف اوقات میں سامنے آئے ہیں ان میں سے کسی اسلوب کے بارے میں یہ تصور کرنا درست نہیں ہوگا کہ وہ صحابہ کرام سے مروی ان روایات کے تسلسل سے باہر ہوتی کی چیز ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی تمام روایات کی سند صحابہ کرام کے اقوال و روایات سے ملتی ہے، ان سب اسالیب و مناجیح کی بنیادیں صحابہ کرام سے مروی روایات اور ان اجتہادات میں موجود ہیں جو صحابہ کرام

نے قرآن مجید کے بارے کے اور خاص طور پر ان صحابہ کرام کے قصیری اقوال و اجتہادات میں وہ سب خاص طور پر ہیں جن سے بڑی تعداد میں تابعین نے استفادہ کیا، ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے بعض مشہور تلامذہ ہیں۔ سیدنا علی اور ان کے قصیری رجحانات کے بارے میں بھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔ ان کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑی ہے جن سے خاص طور پر کوفہ اور مدینہ منورہ میں قصیری روایات عام ہو گئیں۔

یہ یقین تو قطعی طور پر کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کھل کھلے رجحانات پیدا ہوئے، اس لئے کہ جب تک انسانی ذہن کام کرتا ہے گانے لے لے رجحانات پیدا ہوتے رہیں گے، جب تک انسان روئے زمین پر موجود ہے اور قرآن مجید کے ماننے والے موجود ہیں وہ قرآن مجید کے لے لے مطالب اور معافی پر غور کرتے رہیں گے اور ان علم تفسیر کے لے لے اسباب، لے لے نتائج اور لے لے رجحانات سامنے آتے رہیں گے۔

ان رجحانات میں ایک رجحان تفسیر بالماثور جیسے علامہ ابن کثیر کی "تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر" اور علامہ جلال الدین سیوطی کی "الدر المنثور فی التفسیر بالماثور" کا ہے، دوسرا رجحان لغوی اور ادبی تفسیر جیسے ابو سعید مفسرین لہجی کی کتاب "مجاز القرآن" اور شیخ بن زیاد القراء کی کتاب "معانی القرآن" ہے، تیسرا رجحان تفسیر بالمائے جیسے مولانا ابن اسحاق اسلامی کی "تذکرہ قرآن" ہے۔

چوتھا رجحان کلامی یعنی لغویاتی و حکمانہ تفسیر جیسے امام ابو منصور ترمذی کی "تاریخات اہل السنۃ" اور قاضی عبداللہ مستزی کی "تذکرہ القرآن من الطامین" ہے، پانچواں رجحان صوفیانہ تفسیر جیسے علامہ آلوسی کی "روح المعانی" اور مولانا اشرف علی تھانوی کی "جوان القرآن" ہے، چھٹا رجحان سائنسی تفسیر جیسے علامہ ططاوی جوہری کی "جواہر القرآن" ہے۔ اسی طرح ایک نمایاں رجحان فقہی تفسیر کا ہے، اس میں قرآن مجید کی ان آیات کی خصوصی تفسیر کی گئی ہے جن میں احکام یا ان کے ہیں۔

فقہی تفاسیر کا تاریخی اعتبار سے مختصر جائزہ

- ۱۔ معراج احکام القرآن، شیخ بن آدم بن سلیمان (م ۲۰۳ھ) ۱
- ۲۔ احکام القرآن، محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان القرظی ابو عبد اللہ امام شافعی (م ۲۰۴ھ) ۲
- ۳۔ احکام القرآن، ابو داؤد باہجیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی (م ۲۲۰ھ) ۳
- ۴۔ اجاب المسک، باحکام القرآن، احمد بن محمد بن قسطنطنیہ الرومی (م ۲۲۴ھ) ۴
- ۵۔ احکام القرآن، شیخ ابوالحسن علی بن محمد اسعدی (م ۲۲۳ھ) ۵
- ۶۔ احکام القرآن، الحافظ ابومرثض بن عمر بن عبدالعزیز، ابوالفضل المعروف الضری البصری (م ۲۲۶ھ) ۶

- ٤- احكام القرآن، ابو عبدالله بن عبد القم المصري (م ٢٦٤هـ) ١٣
- ٨- احكام القرآن، ابو سليمان داؤد بن خلف الاسلماني البغدادي (م ٢٤٤هـ) ١٣
- ٩- احكام القرآن، قاضي امام ابو اسحاق اساميل بن اسحاق الكشمي الرازي البصري (م ٢٨٢هـ) ١٥
- ١٠- احكام القرآن، شيخ ابو الحسن علي بن موسى بن بزاد قمي الكوفي (م ٣٠٥هـ) ١٦
- ١١- احكام القرآن، ابو الاسود موسى بن عبد الرحمن الطحان (م ٣٠٦هـ) ١٤
- ١٢- احكام القرآن، شيخ امام احمد بن محمد بن سنان الرازي ابو نصر البخاري القفطي الكوفي (م ٣٢١هـ) ١٩
- ١٣- احكام القرآن، عبدالله بن احمد الطبرسي (م ٣٢٣هـ) ١٩
- ١٣- الجامع لاحكام القرآن، شيخ ابو القاسم بن اسحاق القرظي النوي (م ٣٢٣هـ) ٢٠
- ١٥- احكام القرآن، بكر بن محمد بن الطاهر، البصري (م ٣٢٣هـ) ٢١ ٢٢
- ١٦- احكام القرآن، شيخ مفيدان سعيد الملوحي القرظي (م ٣٥٥هـ) ٢٣
- ٤- احكام القرآن، محمد بن القاسم بن شعيبان (م ٣٥٥هـ) ٢٣
- ١٨- احكام القرآن، شيخ امام احمد بن علي بن ابى بكر محمد بن داؤد المعروف بهماص الرازي الكوفي (م ٤٤٠هـ) ٢٥
- ١٩- احكام القرآن، احمد بن علي بن احمد بن محمد الربيع ابو العباس الباقاني الاندلسي اشبلي (م ٤٠١هـ) ٢٦
- ٢٠- مختصر احكام القرآن، شيخ ابو محمد علي بن ابو طالب التميمي (م ٤٣٤هـ) ٢٤
- ٢١- احكام القرآن، شيخ ابو بكر احمد بن الحسين التميمي (م ٤٥٨هـ) ٢٩
- ٢٢- احكام القرآن، شيخ امام فخر الدين ابو الحسن علي بن محمد بن علي طبري المعروف ابي الهراي الشافعي (م ٥٠٢هـ) ٢٩
- ٢٣- احكام القرآن، قاضي ابو بكر محمد بن عبدالله المعروف ابن عربي اللانظ المالكى (م ٥٣٣هـ) ٣٠ ٣١
- ٢٣- احكام الكتاب المبين، علي بن عبدالله بن محمود شافعي (م ٥٥٥هـ) ٣٢
- ٢٥- احكام القرآن، شيخ عبد الصم بن محمد بن فرس الطبراني (م ٥٩٤هـ) ٣٣
- ٢٦- الجامع لاحكام القرآن، ابو عبدالله محمد بن محمد بن ابى بكر الانصاري القرظي الخزازي (٥٣٣-٥٥٣هـ) ٣٥
- ٢٤- القول الوجيز في احكام الكتاب، شهاب الدين ابو العباس احمد بن يوسف طولي السمين (م ٤٥٦هـ) ٣٤

۲۸۔ تلخیص الاحکام القرآن، جمال الدین محمود بن ابی المعروف ابن السراج القنوی الحلی (م ۷۷۷ھ)

۷۷

۲۹۔ تہذیب الاحکام القرآن، شیخ جمال الدین محمود بن ابی المعروف ابن السراج القنوی الحلی

(م ۷۷۷ھ) ۷۸

۳۰۔ شرح العسمة آية، حسین بن ابی انجرى (م ۷۷۷ھ ہجری) ۷۹

۳۱۔ تیسر بیان الاحکام القرآن، جمال الدین محمد بن علی بن عبداللہ المعروف ابن نور الدین (م ۸۰۹ھ)

۸۰

۳۲۔ الثمرات الباقیة والاحکام الواضحة المقاطعة، شمس الدین یوسف بن احمد عثمانی زیدی (م ۸۳۳ھ)

۸۱

۳۳۔ الاکتلیل فی استنباط التزیل، علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر اسماعیلی الشافعی (م ۹۱۱ھ)

۸۲

۳۴۔ کنز العرفان فی فقہ القرآن، ابو عبداللہ تقی الدین عبداللہ بن محمد امین بن ابی العلی الحلی الہامی

(م ۹۷۲ھ) ۸۳

۳۵۔ مئینہ المرام شرح آیات الاحکام، محمد بن حسین بن قاسم (م ۱۰۷۷ھ ہجری) ۸۴

پر صغیر پاک و ہند میں احکام القرآن کی کاوشیں

۳۶۔ التفسیرات الاحمدیة فی بیان آیات الشریعة، شیخ احمد بن ابی سعید صالحی الہامی الحلی (م ۱۱۳۰ھ)

۸۵

۳۷۔ تفسیر آیات الاحکام، شیخ ناصر بن نجی مہدی الہامی (م ۱۱۶۳ھ) ۸۶

۳۸۔ تفسیر آیات الاحکام، سید علی بن ولد علی الجند العلی الحنفی (م ۱۲۵۹ھ) ۸۷

۳۹۔ تقرب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام، شیخ محمد علی العلی الکنزوری (م ۱۲۶۰ھ) ۸۹

۴۰۔ تفسیر آیات الاحکام، مہدی علی انکرای (م ۱۲۹۶ھ) ۵۰

۴۱۔ دلیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام، سید صدیق حسن بن اولاد حسن السبئی القنوی (م ۱۳۷۷ھ)

۵۱ ۵۲

۴۲۔ تفسیر آیات الاحکام، سید نور علی ۵۳

۳۳۔ احکام القرآن، مولانا شرف علی بن مہدی اقصائی (علامہ فقیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، مفتی جمیل

احمد قانوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی سید عبدالغفور ترمذی)۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶

۵۷۔ ۵۸۔

۳۳۔ ذرائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن، مفتی محمد علی السابونی۔ یہ تفسیر ۱۳۹۱ھ میں مکمل ہوئی

۵۹۔

۴۵۔ احکام القرآن، ابو بکر بن خازم منداد۔ ۳۶۔ احکام القرآن، ابو فراس نبیر بن غالب۔

۴۷۔ احکام القرآن، ابو بکر بن کبیر۔ ۶۰۔ ۶۱۔ کتاب احکام القرآن، احمد بن مفضل۔

۴۹۔ کتاب احکام القرآن، یحییٰ بن روایت ابن مہاسن۔

۵۰۔ کتاب احکام القرآن، دلاویں علی۔

۵۱۔ کتاب الابحاح عن احکام القرآن۔ ۶۱۔

احکام القرآن مفتی عبدالغفور ترمذی کا تعارف و مآخذ

یہ ایک نہایت اہم تصنیف ہے جس کی تصنیف کی تجویز حضرت مولانا شرف علی قانوی کی تھی، اس تجویز کی صورت یہ ہوئی کہ تقریباً ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم دہلی بند میں یہ تجویز ہوئی کہ جس طرح حدیث کی اہم کتابوں کا دورہ ایک سال میں پڑھایا جاتا ہے اسی طرح دورہ تفسیر کے نام سے تفسیر کی اہم کتابیں ایک سال میں پڑھائی جایا کریں اور ساتھ ہی تجویز ہوئی کہ دورہ تفسیر کا افتتاح حضرت قانوی سے کرایا جائے اس کی درخواست کیلئے دہلی سے حضرات اکابر علماء کا ایک وفد جس کے امیر مولانا حسین احمد دہلی تھے حضرت قانوی کی خدمت میں تھا، جنہوں نے آج اور دورہ تفسیر کا نصاب مشورہ سے تجویز ہوا۔

دورہ تفسیر کا نصاب اور تجویز و دلائل القرآن

دورہ تفسیر کا نصاب درسی بیجاوی کامل، ابن کثیر کامل، تجویز ہوا چونکہ ان دونوں تفسیروں کے مصنفین اور جہانگیر کے بھی دونوں مصنف شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے تفسیر مدارک کا نصاب میں اضافہ کا تذکرہ ہوا کیونکہ اس کے مصنف علامہ ابوالہرکات نسفی حنفی ہیں، مولانا شرف علی قانوی نے فرمایا انکی آیات بہت کم ہیں جن کی تفسیر میں اثر کا اختلاف ہے اس لئے اس غرض کے واسطے پوری تفسیر مدارک پڑھانے کی بجائے اگر ان آیات کا انتخاب پڑھایا جائے تو بہتر ہوگا، سب حضرات نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور مولانا شرف علی قانوی نے اس تجویز

تصنیف کا نام بھی اسی وقت "دلائل القرآن علی مسائل العباد" تجویز فرمایا، مگر دو بند میں یہ کام انجام
 آیات کا نہ ہو سکا تقریباً تین سال کے بعد حضرت قانوی کو اس کام کی طرف اس کی افادیت اور ضرورت کے قائل نظر
 شدت سے توجہ ہوئی اور جس طرح "اعلاء السنن" میں فتاویٰ حنفیہ کے دلائل و شواہد حدیث سے جمع کرائے ہیں
 اسی طرح "دلائل القرآن علی مسائل العباد" میں دلائل حنفیہ قرآن کریم سے جمع کرائے جائیں اور اس کام کو
 خود اپنے انجام سے کرانے کا فیصلہ فرمایا مگر تقریباً ۱۳۵۳ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع کے پھر فرمایا تھا۔

حضرت قانوی نے اس اہم ترین تصنیف کیلئے اصول اور طریق کار خود چھین اور شخص فرمادے تھے، پوری سہ ماہ
 ہفتہ میں جس قدر آیات احکام اس تصنیف کے موضوع سے متعلق تھیں ان کی فہرست خود تیار فرمایا مگر مفتی محمد شفیع کے حوالہ
 فرمائی، مفتی محمد شفیع نے کام شروع کر دیا تھا لیکن دارالعلوم دو بند میں عہدہ افتاء اور دینی خدمات کی ذمہ داری کے
 ساتھ اس کام کیلئے فرصت بہت کم ملی اس لئے کام کی رفتار سست رہی اسی اثنا میں مولانا ظفر احمد عثمانی
 "اعلاء السنن" کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو حضرت قانوی کو خیال ہوا کہ اب یہ کام اگر مولانا ظفر احمد کے
 سپرد کر دیا جائے تو جلدی ہو جائے گا اس لئے یہ کام ان کے سپرد فرمایا گیا جیسا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی اپنی طوٹوشت
 سوانح میں مولانا اشرف علی قانوی کے حوالہ سے افسردہ ہیں

"الحمد لله الذي وفق بعد اشارتي ابن ابي الذي هو بلان الله تعالى لعلوم الدين بنوع و بمراد
 الحر من و هو العالم المشهور بالمولوي فخر احمد التاليف هذا المجموع الذي هو لتشيد مطبع الحنفية
 الاصول منه والفروغ والقران الحكيم موضوع كما ان اعلاء السنن الذي صنعه فرياً لعين هذا
 الغرض مؤلف و مصنوع و كلاهما بحمد الله تعالى مع التحقيق والتدقيق مقرون و منشوع
 و عند اعل البصيرة مقبول و مسعود و مرضى و مطبوع كمله الله تعالى و جعله لي و له ذخرا يوم
 يحاسب فيه الموصول من المقطوع و المرحوم من الممنوع بركة نبيه الكريم الذي قدره على
 و ذكره مرفوع و ان العبد الفقير الى رحمة ربه اشرف على فخره كل ما حان من غير المشروع -"

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے اشارہ پر میرے بھائی کو جو اللہ جلیم دین کا سرچشمہ ہیں اور
 ظاہرین غیر کے ناٹھا جو مولوی ظفر احمد کے نام سے مشہور ہیں اس کتاب کی تالیف کی پھر انھیں وہی جس کا موضوع
 قرآن کریم سے نہ سب حنفی کے اصول و فروع کی تائید ہے جیسا کہ اس سے پہلے قریب زبات میں اسی فرض کیلئے وہ
 اعلاء السنن تصنیف کر چکے ہیں، ان دنوں کتابیں بحوالہ تحقیق و تدقیق سے لکھی گئی ہیں اور اصل بصیرت کے نزدیک مقبول
 اور مسعود ہند ہے، اور مرغوب ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کو تکمیل تک پہنچائے اور میرے لیے اور ان کیلئے آخرت کا ذخیرہ
 بنائے جس دن موصول مطلق سے اور مرحوم مرحوم سے ممتاز ہو جائے گا اپنے نبی کی برکت سے جن کا مرجع بہت بلند
 اور ذکر جمیل مرفوع دہا ہے میں ہوں اپنے رب کی رحمت کا امیدوار "اشرف علی" اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف شرع

صاحب ہونے والے فضل کو عاف فرمائیں ۴

لیکن احقاق سے یکو عمر کے بعد ہی مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا احساہ کو نورانی میں اپنے استاد مولانا محمد احقاق صاحب برودانی کے حادقہ وقت کے بعد بطور پروفیسر تقرر ہو گیا وہاں اس تصنیف کا کام مستحب بنانا پڑا جاری نہ رہ سکا حضرت فتاویٰ رحمہ اللہ کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کام شروع کرنے کے بعد حضرت رحمہ اللہ کو اس کا بہت اہتمام ہو جاتا تھا کہ وہ مسلسل سبک خرام آگے بڑھے اور مکمل ہو جائے اس لئے حضرت رحمہ اللہ کو اس کی نگرانی کی کہ اب یہ کام کسی اور طرف منتقل کیا جائے چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب سے استفسار فرمایا گیا کہ وہ دارالعلوم دیوبند سے طویل رخصت لے کر اس کام کیلئے قاعدہ ہون قیام کر سکتے ہیں یا نہیں مگر دارالعلوم کے عہدہ افتاء کی ذمہ داری کی وجہ سے طویل رخصت لینے کی کوئی صورت نہ تھی تو یہ رائے ہوئی کہ اس کام کے چند حصے کر کے چند علماء کے سپرد کر دیا جائے اس طرح اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ چنانچہ اس تصنیف کو چار حصوں میں اس طرح تقسیم فرمایا کہ پہلی اور دو سری منزل مولانا ظفر احمد عثمانی کے سپرد فرمائی، تیسری اور چوتھی منزل مفتی جمیل احمد فتاویٰ کے سپرد فرمائی، پانچویں اور چھٹی منزل مفتی محمد شفیع صاحب کے سپرد فرمائی اور آٹھویں منزل مولانا محمد اور میں صاحب کا نہ معلوم کے سپرد فرمائی اور اس کا مقدمہ مولانا خیر محمد جالندھری کے ذمہ لگایا۔

مطلع و اسلوب

پہلے جن حضرات نے آیات احکام پر احکام القرآن کے نام سے مستقل تصانیف لکھی ہیں ان حضرات نے کسی سبب سے ان کو ضبط نہیں کیا یا اس لئے حضرت فتاویٰ کی رائے ہوئی کہ اس تصنیف کا موضوع وسیع اور عام کر دیا جائے یعنی صرف دلائل حدیث نہیں بلکہ معتقد احکام خواہ احکام ظہریہ ہوں یا عقانہ و صوف اور اخلاق و تمدن کے متعلق ہوں سب کو ضبط تحریر میں لایا جائے یا خصوصاً جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثرات سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے، یعنی امتیاز ہے اس احکام القرآن کو ان حضرات کی علماء کرام کی تصانیف سے جنہوں نے آیات احکام پر کلام فرمایا ہے۔

اول تو جن آیات سے احکام پر دلالت ہو رہی ہے ان حضرات نے سب آیات کو ضبط نہیں کیا جبکہ اس احکام القرآن میں عموماً بلا استیجاب آیات پر کلام کیا گیا اور تقریباً آیت سے احکام کا استخراج کیا گیا ہے۔ دوسرے انہوں نے صرف احکام ظہریہ پر ہی اہتمام فرمایا جبکہ اس احکام القرآن میں احکام ظہریہ کے ساتھ عقانہ و اخلاق و تمدن کے احکام سے بھی تعرض کیا گیا ہے نیز مغربی تمدن کے اثرات سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے اس وسعت موضوع کے لحاظ سے اس کا نام بھی احکام القرآن تجرید فرمایا جائے

تالیف احکام القرآن میں حضرت قنوی کے اہم اصول

اہم اصول جن کو اس تصنیف میں غلو رکھا گیا ہے کہ صرف اپنے عقد پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ حقد میں کی حقیقت پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ حاشا و فتح کے بعد اگر کوئی مسئلہ حقد میں سے ذیل نکتے کو پورا توہم فرماید اور اصول مسلم سے جو کچھ میں آیا اس کو بیان کرنے میں مضافاً نہیں سمجھا گیا۔ تفسیر بیان القرآن میں بھی حضرت قنوی نے اسی اصول کو پیش نظر رکھا ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر قوی لکھی جو خود میری کلمہ میں آئی لیکن جب تک اس کی تائید مسلم صالحین کی تفسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا اس صورت میں تفسیر باہرہ مسلم کی تفسیر سے ماخوذ معطوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت دوسرا نام خود حضرت قنوی ہی کی تفسیر ہے۔

ایک اصول اس احکام القرآن کی تصنیف کیلئے حضرت قنوی نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ جس مسئلہ فقہ پر بحث ہو اس کا حوالہ کتب فقہ سے ضرور ہونا چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ خود امام ہی کا قول ہو بلکہ مشائخ مذہب کے اقوال بھی کہنی ہیں جن میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت قنوی نے اسی حالت ضعف و مرض میں یہ التزام فرمایا کہ میں جو صورت لکھتا شروع کرتا تو آپ اس کو بار بار خود نکالتے فرماتے اور اس میں جس مقام سے کوئی حکم شرعی مستحب ہوتا نظراً اس کی تقریر احقر سے فرماتے اور جانتے فرماتے کہ اس کو کتب تفسیر وغیرہ میں حاشا کر لو، اگر کہیں مل جائے تو اس کے حوالے سے لکھ دو، ورنہ خود بھی غور کرو، اگر دل کو لگے تو جس سے تم نے سنا ہے اس کے حوالے سے لکھ دو۔

مفتی مہدی المظہر فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی حنفی کن کن آیات سے ماخوذ ہے اور علماء احناف سے کون کون سی آیات سے کون کون سے مسائل فقہ کا استنباط کیا ہے، احکام القرآن میں ان کو جمع کر دیا گیا ہے، اس طرح قرآن کریم سے فقہ حنفی کے دلائل کا ایک بہت عمدہ اور مستند مجموعہ عربی زبان میں یکجا جمع ہو گیا ہے، علم تفسیر میں مولانا (مظہر احمد عثمانی) کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، سورہ فاتحہ سے سورہ انعام تک کی دو جلدیں مولانا مرحوم نے تکمیل فرمائی تھیں یہ دو جلدیں بڑے سائز کے ۹۸ صفحات پر مشتمل ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، اس ہی از سالی اور ضعف عمر کے زمانے میں بھی مولانا نے سورہ المائدہ سے آگے لکھنا شروع فرمایا تھا مگر تکمیل نہیں ہو سکی، خدا کرے اس کی تکمیل کا اور پھر اس کی اشاعت کا انتظام جلد ہو جائے اور یہ علمی نوادرات کا ذخیرہ معظمام پر آ کر تکنگان علوم کو سیراب کر دے۔

منزل اول

مولا: مظہر احمد عثمانی (م ۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۲ء)

تکمیل حصہ متن: سورہ فاتحہ، سورہ البقرہ، تکمیل ۲۱، اشوال المکرم ۱۳۵۸ھ

سورہ آل عمران تکمیل ۱۸، اذکار لیلۃ المرام ۱۳۵۸ھ

سورہ انعام تکمیل ۱۸، اذکار لیلۃ المرام ۱۳۸۷ھ

جلد اول سورہ فاتحہ، سورہ البقرہ تکمیل ۲۱، صفحات ۸۳۰

مطبوعہ:

جلد اول حصہ دوم سورۃ آل عمران مکمل صفحات ۷۶۔

جلد دوم سورۃ النساء مکمل صفحات ۳۶۹۔

ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔ سال طباعت: ۱۹۸۷ء ۳

مفتی جمیل احمد قاناوی (م ۱۳۶۴ھ، ۱۹۹۲ء)

جلد اول سورۃ بقرہ تک مکمل صفحات ۳۳۱ بن اشاعت ۱۳۶۹ھ

جلد دوم سورۃ بقرہ تک مکمل صفحات ۳۱۶ بن اشاعت ۱۳۶۲ھ

جلد سوم سورۃ بقرہ تک مکمل صفحات ۳۳۷ بن اشاعت ۱۳۶۳ھ

ناشر: ادارۃ اشرف المصنفین والعلوم الاسلامیہ، لاہور۔

حصہ متن غیر مطبوعہ سورۃ اسراء تا سورۃ فرقان

ان دونوں حصوں کی حیثیت مولانا کے فرزند ڈاکٹر ظلیل احمد قاناوی نے رجب الاول ۱۳۶۳ھ کو مکمل کی اس پر ڈاکٹر ظلیل احمد نے لکھا کہ یہ مسودہ مفتی صاحب نے پچاس برس پہلے ۱۳۶۳ھ تا ۱۹۴۳ء میں لکھا تھا۔ غیر مطبوعہ حصے کی تالیف کی ابتداء رجب ۱۹۸۷ء تا ۱۳۸۸ھ کو اور تکمیل جنوری ۱۹۹۴ء رجب ۱۳۶۲ھ میں ہوئی۔ یہ تالیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں ادارۃ اشرف المصنفین کے پاس محفوظ ہے۔ ۱۲

منزل پنجم و ششم مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی (م ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۷ء)

سورۃ شعراء تا سورۃ نوس مکمل مہزی رجب ۱۳۶۳ھ تا ۱۳۶۴ء

سورۃ صافات تا حجرات مکمل ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ تا ۱۹۶۸ء

جلد اول سورۃ شعراء تا سورۃ نوس مکمل صفحات ۵۸۳

جلد دوم سورۃ صافات تا حجرات مکمل صفحات ۳۲۲

ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی سال طباعت: ۱۹۸۷ء ۳

منزل ہفتم مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۷ء)

سورۃ ق تا سورۃ الناس مکمل

بروز جمعہ المبارک ۷ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی صفحات ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱ھ تا ۱۹۸۷ء ۳

مفتی عبدالغفور ترمذی (م ۱۳۶۱ھ، ۲۰۰۱ء)

منزل دوم

مولانا اشرف علی قاناوی بن مفتی جمیل احمد قاناوی فرماتے ہیں کہ: احکام القرآن کی دوسری منزل کی تکمیل کیلئے

میں نے مفتی (میدانفقہ ترمذی) سے کہا، واقعہ کچھ یوں ہوا کہ میں حسب معمول جامعہ حقانیہ میں داخل ہو گیا تھا، میں نے کہا، بھیا کہ مٹھائی منگواؤ، حضرت مفتی صاحب یہ خلاف معمول بات سن کر چپے گئے کہ یہ کس وجہ سے منگوائی جا رہی ہے، بلا طریقہ میں شروع ہوا پہلے میں نے اپنے والد صاحب کی تیسری و چوتھی منزل کی کھیل کی رودانیا دیکھی، پھر کہا کہ: اب دوسرے مرحلہ کیلئے والد صاحب کی صحت اس قابل نہیں کہ ان سے اس کی کھیل کی درخواست کریں، میں چاہتا ہوں کہ مفتی صاحب شروع کریں، مفتی صاحب نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیت نہیں، تو میں نے عرض کیا کہ یہ سوچنا کہ آج سولہ ناظر امیر مٹھائی واپس آ کر اس کو کھیل کریں یہ ممکن نہیں، یا سولہ ناظر علی قانونی کو بت کر بیت وار شدہ کا مسئلہ شروع کریں تو یہ بھی ممکن نہیں، بلکہ جن کو ان حضرات نے اہارت عطا فرمائی ہے وہ شروع کریں، اسی طرح احکام القرآن کی کھیل کیلئے وہ بعد والے لوگ صحت کریں تو اہل تہائی ان کی رہنمائی فرمائیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ لَنَنصُرُهُمْ وَاَنصُرُهُمْ سَلَامًا﴾ ۵۵

یہ کہہ کر میں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ لکھن شروع کریں، میں نے یہ کہہ کر کاقدوہم حضرت مفتی صاحب کو یاد کیا کہ آپ شروع کریں، حضرت مفتی صاحب کی داتے ہوئے چکیاں بندھ گئیں، آپ نے ہم اللہ ہمیں تو میں نے کاقدوہم لیا اور کہا کہ بس اب شروع ہو گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور احکام القرآن مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہت بڑا کام لے لیا۔ ۱۹

مفتی عبدالقادر ترمذی بن مفتی عبدالغفور ترمذی فرماتے ہیں، حضرت والد صاحب قدس سرہ کو اس بات سے بہت ہی خوشی تھی کہ حضرت قانونی کی خواہش کے مطابق یہ تعمیر مکمل ہوئی اور اس میں انہیں بھی شرکت کی سعادت عطا ہو گی علیٰ تحقیق انصاری مفتی محمد تقی مدنی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جس ضعف اور جن امراض کے ساتھ انہوں نے ایسی مختلف کتاب لکھی وہ ان کی کرامت سے کم نہیں ۱۸ ۱۹

مکمل احکام القرآن سورۃ قیام والناس

سورۃ قیام والناس تک سولہ ناظر اور میں کا مدظلہ نے احکام القرآن لکھی، چونکہ اس میں اختصار سے احکامات کا استنباط کیا گیا تھا قیام آیات ایسی بھی تھیں جن کے مسائل کا استنباط ہی نہیں کیا گیا تھا، اس لئے مفتی عبدالغفور ترمذی نے قرآن کریم کی دوسری منزل کے علاوہ اس حصہ کی طرف بھی توجہ فرمائی اور آیات قرآنیہ سے تفصیلی احکامات مستنبط فرمائے، اس کی تعداد ۳۳ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ سے ہوئی اور تکمیل ۲۸ شعبان الاولیٰ ۱۳۱۵ھ کو ہوئی، یہ سورہ نخل ساڑھے ۳۳۵ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ بعض شدہ سورہ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ۲۸۸ مسائل کا استنباط ہے، اس کے علاوہ سولہ ناظر علی قانونی نے احکام القرآن کا مقدمہ سولہ ناظر خیرہ جامعہ صہری کے ذمہ لگایا تھا لیکن حضرت کو اس کا موقع نہیں ملا، بلا فریقہ عبدالغفور ترمذی نے اس کا آغاز فرمایا لیکن وہ مکمل نہ رہی کہ آپ اس دارقانی سے رخصت ہو گئے ۲۰

مکمل احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا تالیفی دور ایک نظر میں

احکام القرآن سورہ مائدہ کی ابتدا ۱۶، عبادی الاثری ۱۳۰۹ کو ہوئی ۳۲ اور ماہنامہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۱۱ کو ہوئی ۳۳ سورہ النعام کی ابتدا ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۱۱ کو ہوئی ۳۴ اور ماہنامہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۴ کو ہوئی ۵۵ سورہ اعراف کی ابتدا ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۴ کو ہوئی ۶۶ اور ماہنامہ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ کو ہوئی ۷۷ پہلی جلد سورہ مائدہ کی ابتدائی دس آیات پر مشتمل ہے، ڈاکٹر ظہیر احمد قاضی کی تحقیق کے مطابق اس جلد میں آیات احکام کے ۳۳۳ اور ۵۷۶ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے، یہ جلد ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے پہلی مرتبہ ۱۳۲۲ء میں طبع ہوئی۔ دوسری جلد سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱ سے سورہ کے آخر تک شامل ہے، اس میں آیات احکام کے ۱۱۰۵ اور ۳۸۵ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے، یہ جلد ۲۹۹ صفحات پر مشتمل ہے، یہ جلد ۱۳۲۵ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد مکمل سورہ النعام اور سورہ اعراف پر مشتمل ہے، اس میں ۱۲۸ آیات احکام کے ۱۲۱ اور ۳۶۰ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے جلد ۱۸۹ صفحات پر مشتمل ہے یہ جلد ۱۳۲۵ء میں طبع ہوئی یہ تینوں جلدیں ادارہ اشرف المحققین دہلوت الاسلامیہ لاہور کی زیر نگرانی طبع ہو چکی ہیں ۵۸

غیر مطبوعہ مکمل احکام القرآن المترجمی

احکام القرآن سورہ انفال کا سورہ مطبوعہ نمبر ۷۷۸۸۸ تک ۹۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا آغاز ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ کو ہوا اور تکمیل ۲۹ شعبان ۱۳۱۴ کو ہوئی ۶۹ احکام القرآن سورہ قہ کا سورہ مطبوعہ نمبر ۷۷۸۸۸ تک ۲۳۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا فرہ رمضان المبارک ۱۳۱۴ کو آغاز ہوا اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ کو تکمیل ہوئی ۷۰ احکام القرآن سورہ ق تا آخر قرآن ۲۲۵ صفحات پر مشتمل ہے جس کی ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۴ کو ابتدا ہوئی اور ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۵ کو ختم ہوئی ۳۲ ۳۳

مفتی عبدالشکور ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کتاب احکام القرآن میں تقریباً ۱۳۵۰ آیت سے شروع ہو کر ۱۳۱۴ تک اس کی ترمیم سے لے کر اس کی تکمیل تک ۶۳ سال کا عرصہ لگا چکا اس کی ترمیم ۱۳۵۰ء کے قریب ہوئی تھی اور ترمیم کا زیادہ بھی تقریباً ۵۹ سال کا ہے کیونکہ ۱۳۵۴ء میں اس کی ترمیم شروع ہوئی مگر مختلف مواقع کی وجہ سے اس میں تاخیر ہوئی رہی بلاخر دوسری منزل کے اختتام سے کتاب کا اختتام احقر کا کارہ کے ہاتھوں مقدر تھا یہ جو کچھ ہوا کھن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا ۳۳

احکام القرآن کی انواع

ڈاکٹر وحید زبیدی نے اصول الفقہ الاسلامی میں قرآن کے احکام کو درج ذیل چھ انواع میں تقسیم کیا ہے۔
 احکام اعتقاد یہ وہ احکام جن کا منکفر کو اختیار رکھنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ سزاگاہ کتابیں، رسول اور آفریت۔

احکام خلقیہ: وہ احکام جن کے بارے میں تکلف پر ضروری ہے کہ نفساں سے ٹوڑو آراست اور مذاہن سے اپنا عقیدہ کرے۔

احکام عملیہ: وہ احکام جن کا تعلق اقوال، افعال، معاملات اور تصرفات سے ہے جو تکلف سے صادر ہوتے ہیں اور یہی قسم فقہ القرآن ہے اور یہی اصول فقہ کے علم میں تصور ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) معاملات (۲) معاملات۔

معاملات کی درج ذیل سات فروعات ہیں

(۱) احوالِ مہمیہ کے احکام: جن کا تعلق خاندان سے ہے ابتداءً آفریقہ سے تاکہ میاں بیوی اور رشتہ داروں کے تعلقات استوار رہیں۔ (۲) احکامِ دینی: جن کا تعلق لوگوں کے معاملات اور باہمی چالنے سے ہو سکتا فریختگی، کرایہ داری، قرض کا اچھٹا قرض کی ضمانت، کاروبار میں اشتراک، باہر جاہل، وفادار، مہمہ وغیرہ اور اس سے متصور لوگوں کے مالی تعلقات کو منظم رکھنا اور صاحب حق کے حقوق کی حفاظت ہے۔ (۳) احکامِ دنیاوی: جن کا تعلق تکلف سے صادر ہونے والے جرائم اور ان سزاؤں سے ہے جن کا مجرم مستحق ہوتا ہے اور اس سے تصور لوگوں کی زندگی، اسواں، عزتوں اور حقوق کی حفاظت ہے اور جس پر جہالت ہوئی ہے اس کے مجرم اور باقی لوگوں کے ساتھ تعلق کی تحدید تصور ہوتی ہے۔ (۴) معاملات اور دنیاویات دینی یا دنیاوی کے احکام ان کا تعلق فیصلہ شہادت اور قسم وغیرہ سے ہوتا ہے اور ان کا مقصد لوگوں میں صلح قائم رکھنا ہے۔ (۵) احکامِ دستور: جن کا تعلق نظام حکومت اور اس کے اصول سے ہو اور اس کا مقصد عام اور محکم کے تعلق کی حد بندی اور افراد و معاشرے کے حقوق کی پختگی ہوتی ہے۔ (۶) احکامِ دولی: جن کا تعلق مملکت اسلامیہ کا دوسری مملکتوں کے ساتھ معاملے سے ہو یہ عام قانونِ دولی ہے۔ اور جن کا تعلق مملکت اسلامیہ میں رہنے والے غیر مسلموں سے ہو اور وہ خاص قانونِ دولی ہے۔ اور ان کا مقصد صلح اور لڑائی کے اعتبار سے مملکت اسلامیہ کا دوسری مملکتوں کے ساتھ اور دولت اسلامیہ میں مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلق کی تحدید کرنا ہے۔ (۷) احکامِ اقتصاد: وہ مالی: جن کا تعلق اطراف کے مالی حقوق، مالکیت، مال، حقوق مملکت، اس کے واجبات اور خزانہ کی تنجیوں کو منظم کرنا اور اس کے اخراجات سے جو ان سے تصور فقر، انضباط اور مملکت و افراد کے مابین مالی تعلقات کا استوار کرنا ہے اور یہ دولت خاصہ اور عام دونوں کو شامل ہے جیسے شخصیں، مغل کے طور پر دیا جانے والا مال، مشربان، زمین کی کانوں سے نکلنے والا مال اور باہمی اسواں جیسے ذکاوت، صداقت، شہیں، قرض، اور خاندانی اسواں جیسے تعلقات، وراثت، وصیتیں، اور افرادی اسواں جیسے تجارت، اہلکار اور شرفکوں کے مباح، اور نظر و بصورتی وغیرہ کے اسباب اور خواہات مابہ جیسے کھارات، دینیں اور فدیہ۔ ص ۳۲

اصولی مسائل: (۱) قواعد فقہیہ (۲) مسائل کلامیہ

قواعد فقہیہ: اس کے تحت مفتی صاحب نے بعض قواعد فقہیہ کا استنباط فرمایا ہے جیسے سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۰۹ "وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فِسْهُمُ اللَّهُ عَدُوٌّ لَكُمْ وَلَكُمْ عَدُوٌّ" کے تحت سد ذرائع کے حکم کا استنباط فرمایا ہے۔ اور ایک قاعدہ فقہیہ یہ بھی ذکر فرمایا کہ مفاسد کی وجہ سے ترک مصلحت کا راجح ہوتی ہے۔ جیسے علامہ ابن کثیر کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے اپنے والدین کو سب و شتم کیا وہ ملعون ہے، تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی شخص کیسے اپنے والدین کو کالی گلوچ کر سکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ کسی شخص کے والد کو کالی دے گا تو وہ دوسرے شخص اس کے والد کو بھی کالی دے گا یہ اس کی ماں کو کالی دے تو یہ شخص بھی اس کی ماں کو کالی دے گا۔ معلوم ہوا کہ کسی مباح کام کی مصلحت کو مفاسد کی وجہ سے ترک کر دینا چاہئے۔ اسی طرح جب امر بالمعروف و نہی منکر سے کسی فساد کا خوف ہو تو اس کا وہ جو ب ساقط ہو جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی طاعت معصیت کی طرف لے جائے تو اس کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ ایک اہم اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کو بدعت کے اقتراں کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا لہذا جناح جنازہ نوحہ کرنے والیوں کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں انتظام میں خلل آئے گا لہذا نوحہ کرنے والیوں کو جبر کیا جائے گا، لیکن ولیمہ میں لہو و لعب کی وجہ سے حاضر نہ ہونا جائز ہے ایسے ہی قبرستان میں حاضری اس وجہ سے ترک نہیں کی جائے گی کہ وہاں مرد و عورت مخلوط ہوتے ہیں بلکہ ان بدعات کے زائل و غیرہ کی حتی التوسع کوشش کی جائے گی۔

مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کی تحقیق

مفتی صاحب قبرستان میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی وجہ سے زیارت قہور کیلئے حاضر ہونے اور نوحہ کرنے والیوں کی وجہ سے جناح جنازہ کے مسئلہ میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ: اس حال میں جناح جنازہ نوحہ نوحہ کرنے والیاں مرد ہوں اس میں جناح چھوڑ دینے سے عدم انتظام لازم آئے گا لہذا زیارت قہور میں مرد و عورت کے اختلاط کی وجہ سے ترک زیارت قہور سے کوئی ایسا غلط یا نساہد واقع نہ ہوگا اور کسی مصلو کا ارتکاب بھی لازم نہیں آئے گا معلوم ہوا کہ جناح جنازہ کے مذکورہ مسئلہ کو زیارت قہور کے مسئلہ پر تجانس نہیں کر سکتے۔ اس طرح مفتی صاحب نے مختلف آیات سے بعض قواعد فقہیہ کا بھی استنباط فرمایا جیسا کہ سورت المائدہ کی آیت نمبر ۵۷ کے تحت نماز میں عمل جمیل کی اہمیت کا اصولی مسئلہ ذکر فرمایا، اسی سورت المائدہ کی آیت نمبر ۷۷ کے تحت یہ اصولی مسئلہ ذکر فرمایا کہ "نهی من المنکر" کا فریضہ

انہام دینے والے کیلئے معصیت سے ہر اہم شرط نہیں ہے۔

مسائل کلامیہ: مفتی صاحب نے قرآن مجید کی کسی آیت سے کسی باطل فرقہ کی تردید پوری ہو تو اس کی بھی مدلل طریقہ سے وضاحت فرمائی ہے، ان فرقوں کے اسما و ذکر کئے جاتے ہیں: (۱) معتزل (۲) خوارج (۳) یہود (۴) نصاریٰ (۵) جبریہ (۶) قدریہ (۷) جہمیہ (۸) گرامیہ (۹) مجسمہ (۱۰) مشبیہ (۱۱) حشویہ (۱۲) طولیہ (۱۳) روانش (۱۴) مگلاسنہ (۱۵) ٹکاہریہ (۱۶) ذنود (۱۷) قادیانیت (۱۸)

صویت (۱۹) مستشرقین (۲۰) نالی صوفیاء

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا تفسیری اسلوب

اس فصل میں احکام القرآن الترمذی کے تفسیری اسلوب کے عنوانات سے چند نمونے ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے آخری عنوان کی مثال بطور نمونہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ص ۶۰

۱۔ الفاظ کے معانی ۲۔ صدق آیات ۳۔ شان نزول ۴۔ اختلاف قراء ۵۔ مسئلہ فقہیہ میں مذاہب ائمہ ۶۔ ناسخ و منسوخ ۷۔ شرع اختلاف ۸۔ مفتی بہ قول کی نکتہ بندی ۹۔ اہمائی مسائل ۱۰۔ حضرت مفتی صاحب کی تحقیقات و آراء ۱۱۔ مسائل جدیدہ ۱۲۔ آیات کے ماہین تطبیق ۱۳۔ مسئلہ تلخیص میں احتیاط ۱۴۔ اکابر اہلسنت والجماعت کی تحقیقات پر ۱۵۔

سورۃ مائدہ کی آیت "قال عيسى ابن مريم اللهم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا الاولنا و آخرنا" ص ۳ کے تحت بحث فرماتے ہوئے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ذکر فرمایا کہ: حدیث مبارکہ "لا تشدوا الرحال الا الى ثلاثة مساجد" ص ۳۰ سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا کہ زیارت قبور کیلئے سفر کرنا جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے مزید نلو کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کی طرف سفر کرتے ہوئے مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہئے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس استدلال کی تردید میں اکابر علماء اہل سنت والجماعت کی تحقیقات پیش فرمائیں جن کا خلاصہ "المہمد علی المفہم" میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو "شدو حال" بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے حبر کہ کی بھی نیت کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جموعا من اہم نام نے فرمایا ہے کہ: "خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے" ص ۹ اس کے بعد احادیث سے

بھی استدلال فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب حدیث مذکورہ کا حقیقی جواب ذکر فرماتے ہیں:

”یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہئے اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل لانا مردود ہے، اس لئے کہ حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ صاحب فہم اگر گورہ کریں تو یہی حدیث جلائے اہلسنن جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو طے مساجد کے دیگر مساجد اور مقامات سے مستحکم ہونے کی قرار پائی ہے وہ ان مساجد کی فضیلت ہی تو ہے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بھروسہ شریف میں موجود ہے، اس لئے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجر کہ کوس کے ہونے سے دو طے الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ عرض اور کسی سے بھی افضل ہے، چنانچہ فقہانے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب فضیلت خاصہ کی جگہ سے تمیں مسجد میں عموم نبی سے مستحکم ہو گئیں تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ ہفتہ مبارک فضیلت عامہ کے سبب مستحکم ہو“ یہی اس تصریح کے بعد مفتی صاحب اکابر کے حقیقی مقالات کا حوالہ دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ”اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گلگوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”زبدۃ المسائل“ کی فصل ”زیارت مدینہ منورہ“ میں فرمائی ہے اور جہاں باطنی ہو چکا ہے نیز اسی بحث میں ہمارے شیخ الشیخ مولانا مفتی صدیق الدین دہلوی قدس سرہ کا ایک رسالہ ”احسن العقول فی شرح حدیث لا تشدوا الوحال“ بھی بار باطنی ہو چکا ہے“ ۳۱

مفتی صاحب اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالہ سے اس حدیث کی تصریح بھی نقل فرماتے ہیں کہ ”اصل کا مدہ یہ ہے کہ مستحکم مستحکم مذکی جنس سے ہوتا ہے، اس حدیث میں مستحکم مساجد ہے، اس لئے مستحکم مذکی مسجد ہی مقدر ہونا چاہئے کیونکہ مذکی جنس قریب ہے، اس طرح حدیث کی مہارت ہوں گی ”لا تشدوا الوحال ہی مسجد الاہلی ثلاثہ مساجد ہی اس طرح اس حدیث سے زیارت ثور کے مسئلہ سے تعرض نہیں ہوگا اور زیارت ثور خصوصاً روضہ اطہری زیارت کا احتساب باقی رہے گا۔“ پھر ان میں ساری بحث کا خلاصہ ذکر فرماتے ہیں کہ ”اگر مضامین کی نیت سے تمیں مساجد مسجد حرام، مسجد انصاری اور مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا جائز ہے البتہ اس اثر مضامین کے اعتقاد کے ساتھ ان تمیں مساجد کے علاوہ کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے اور دینی و دنیاوی اغراض جیسے طلب علم و تجارت وغیرہ کیلئے سفر جائز ہے لہذا اس حدیث سے زیارت ثور کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔“ ۳۲

تقابلی جائزہ

احکام القرآن للعھد نوری کا صحیح و اسلوب پیچکے منظر اور بہت جامع ہے اس کی انگریزی اور جامعیت کا اندازہ کرنے کیلئے چند دیگر احکام القرآن کے مباحث پر ہونے والی تالیفات کے ساتھ جائزہ لیا جاتا ہے۔

تقابلی جائزہ کیلئے مفتی عبدالغفور رزوی کے احکام القرآن سے پانچ آیات کا انتخاب کیا گیا جس میں وہ آیات قرآن مجید کی دوسری منزل کے مضمون حصہ سے لی گئیں اور ان کا تقابل دیگر مذکورہ بالا تالیفات کے اسی حصینہ سے کیا گیا بلکہ تمیں آیات قرآن مجید کی آخری منزل یعنی المال غیر مضمون مسودہ کی صورت میں جامعہ حقانہ ساجد پال

مرکب کے کتب خانہ میں موجود ہے سے لی گئیں اور ان کا نقل صرف مولانا محمد امجد علی صاحب مدظلہ کے تالیف کردہ حصہ سے کیا گیا تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ متعلق عبدالمکثور ترمذی نے مولانا محمد امجد علی صاحب مدظلہ کے جس مندرجہ حصہ کا حوالہ لکھا اس میں کتنا اضافہ فرمایا۔

احکام القرآن متعلق عبدالمکثور ترمذی

آیت (۱) بیعت الہند ما بیعت فی الارض لہربہ کیف فاصبح من الثمین ۱۱

آیت (۲) قل لا اجد فیما الوحي الی محرر ما علی طاعم حیثہ او حما صلیفو ما: ۱۵

تجاویز: آیات بالا کے تحت مسائل مستحدثہ کی تعداد کا تقابلی جائزہ ذیل میں یوں ہے:

تالیف	آیت (۱)	آیت (۲)
احکام القرآن للترمذی	۱۰ مسائل، ۱۰ افواہ	۱۹
احکام القرآن للشافعی	کوئی نہیں	۰۳
الجامع لاحکام القرآن للقرطبی	۰۵	۰۳
احکام القرآن للجصاص	۰۳	۰۳
احکام القرآن لابن العربی	۰۷	۰۷
التفسیرات الاحمدیہ ملا جیون	کوئی نہیں	۰۵
الاکلیل فی استنباط التزیل للسیوطی	۰۱	۰۵
نبیل العوام من تفسیر آیات الاحکام للقبوچی	۰۱	۰۳
روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام للصابونی	کوئی نہیں	کوئی نہیں

احکام القرآن متعلق عبدالمکثور ترمذی اور دیگر تالیفات احکام القرآن سے موازنہ کا حاصل جو احکام القرآن متعلق عبدالمکثور ترمذی نے تالیف فرمایا ہے اس میں استنباط مسائل کا اندازہ علامہ قرطبی کی المباح لاحکام القرآن اور علامہ ابن العربی کے احکام القرآن سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ علامہ ابن العربی کی تفسیرات احمدیہ کی طرح الفاظ کے معانی و صدق بھی ذکر فرماتے ہیں۔

دیگر احکام القرآن کے حوالہ سے تالیفات میں احکام سے متعلق آیات کو زیر بحث لایا گیا جبکہ متعلق عبدالمکثور ترمذی کے احکام القرآن میں صرف ان احکام ہی سے متعلق آیات کو زیر بحث نہیں لایا گیا بلکہ قصص، امثال وغیرہ سے متعلق وہ آیات جن سے مواضع مسائل مستحدثہ نکالے گئے ان سے بھی قرعہ فرمایا ہے۔ بعض ایسے مسائل جن کے بارے میں حنفیوں کی کتب میں بحث نہیں ملتی، متعلق عبدالمکثور صاحب ترمذی نے ان پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

احکام القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور محمد ادریس کاندھلوی، مفتی عبدالغفور ترمذی
 تامل: سورۃ حمد کی آخری آیت کے تحت مسائل صحیحہ کی تعداد کا تقابلی جائزہ ذیل میں یوں ہے کہ
 احکام القرآن الترمذی میں مسائل صحیحہ کی تعداد (۱۸) جبکہ احکام القرآن کاندھلوی میں (۱۶) ہے۔

احکام القرآن الترمذی کا دیگر اجزاء سے تقابل

مفتی عبدالغفور ترمذی کے تالیف کردہ حصہ احکام القرآن میں جہاں علامہ ظفر احمد عثمانی کے حصہ احکام القرآن
 کی طرح صراحتاً اور حکماً نہ رنگ نظر آتا ہے وہاں مفتی محمد شفیع اور مفتی جمیل احمد کے حصہ احکام القرآن کی طرح مقیماً نہ
 رنگ زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ مفتی عبدالغفور صاحب اپنے شیخ علامہ ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع کی طرح بعض
 مقامات پر الفاظ کی لغوی تشریح بھی فرماتے ہیں، البتہ انکشاف قراءت کے ذکر کرنے میں مفتی عبدالغفور ترمذی زیادہ
 نمایاں ہیں، جبکہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لغوی تشریح اور انکشاف قراءت کے بارے میں غفلت کرنے کی بجائے آیت نقل
 کر کے یا کسی تفسیر یا بحث کے احکام پر بحث فرماتے ہیں۔

مفتی صاحب نے دیگر مؤلفین کی طرح بعض مسائل میں تمام فقہاء کرام کے دلائل ذکر فرماتے ہیں، جبکہ مولانا محمد
 ادریس کاندھلوی صرف احکام کے دلائل ذکر کرنے پر اکتفا فرماتے ہیں۔

مفتی صاحب نے دیگر مؤلفین کی طرح علم الکلام کے مسائل پر بھی مختصر فرمائی البتہ مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد
 ادریس نے بہت کم علم الکلام پر بحث فرمائی ہے۔ مفتی صاحب کی مہارت میں مفتی محمد شفیع کی طرح سادگی اور تسلسل
 ہوتا ہے جبکہ علامہ ظفر احمد عثمانی کی مہارت مفتی صاحب سے کچھ ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کے حصہ میں ایسا نہیں بلکہ احکام
 القرآن کے مٹیچ واسطوں کے پیش نظر ضروری دہاگر برہنہات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ مفتی صاحب نے دیگر مؤلفین کی
 بہت سے اکیڑوں، اہل سنت والجماعت کی علمی تحقیقات کو زیادہ نقل فرمایا ہے۔

احکام القرآن، مفتی عبدالغفور ترمذی کے مصادر و مراجع

مفتی عبدالغفور ترمذی نے احکام القرآن کی تالیف میں قرآن کریم، تفسیر، حدیث، لغت اور احکام القرآن کے
 موضوع پر ہونے والی تالیفات میں سے مضبوط اور مستحکم مصادر اور مراجع کو بنیاد بنایا۔ کمزور اور غیر مستحکم ماخذ کو بنیاد
 بنانے سے احتیاط ہی نہیں کیا بلکہ جن حضرات نے ان ماخذ کی بنیاد پر کسی مسئلہ کا علاوہ استنباط کیا ان کی علمی و تحقیقی اعزاز
 میں ترویج و اصلاح فرمائی اور کچھ مسائل کی طرف رجوع فرمائی، کچھ مسئلہ ماخذ و مصادر کے انتخاب پر کس و تا کس کا کام
 نہیں بلکہ اس کیلئے ایسی خاص قسمی بصیرت ہاگر ہوئی ہے، مفتی صاحب چونکہ بنیادی طور پر ایک تفسیر سے اس لئے وہ
 ماخذ و مصادر کے انتخاب میں اسی قسمی بصیرت کو بروئے کار لائے۔ ماخذ و مصادر کی فرسٹ ہاقتراہ موضوعات اور ذیل

کتاب علم فقہ - علم حدیث - علم فقہ - اسما، الرجال - اصول حدیث - علم قرأت - علم کلام - علم تصوف - ہجرت - حفرق

خلاصہ بحث

ابتداءً مؤلف احکام القرآن کی شخصیت کا مختصراً تعارف کرایا گیا، حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات میں سے احکام القرآن بہت اہم مقام کی علمی و تحقیقی تفسیر ہے، جو کہ قرآن مجید کی دوسری منزل سے متعلق ہے اور ایک حصہ سورۃ قی سے آخر قرآن تک کا بھی ہے، اسی حوالے سے احکام القرآن کے موضوع پر عرب و ہنم اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں ہونے والی تالیفات کا صدی بھری کے اعتبار سے الگ الگ تذکرہ ہوا، اب یہ بات حتمی نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ تصدیان مؤلفات کی درجہ کی ہے اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا بلکہ ممکن ہے مزید تحقیقات کی روشنی میں اس موضوع پر ہونے والی تالیفات میں اضافہ ہو جائے۔ احکام القرآن کے موضوع پر چودھویں صدی بھری میں ہونے والی کاوشوں میں ایک کاوش مولانا اشرف علی تھانوی کی زیر نگرانی تالیف احکام القرآن کی ہے، اس کا آغاز ۱۳۵۰ھ اور تکمیل ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۷۵ء میں ہوئی۔ اس احکام القرآن کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پہلے جو احکام القرآن لکھے گئے ان میں عمومی طور پر صرف آیات احکام ہی پر بحث نہیں کی گئی بلکہ دیگر آیات جو شخص و امثال سے متعلق تھیں ان میں بھی غور و خوض کر کے مسائل کا استنباط کیا گیا، اس طرح اس کا مقصد صرف امام ابوحنیفہ و مراد اللہ کے مسائل کے دلائل فراہم کرنا ہی نہیں بلکہ قرآن کی جس آیت سے کسی بھی موضوع سے متعلق مسئلہ کا استنباط ہو، یا ہوا اس کو ذکر کیا ہے، مولانا صاحب احکام فقہیہ سے متعلق ہو یا عقائد و تصوف اور اخلاق و تقویٰ اور جدید تعلیم کی وجہ سے پیدا شدہ شکوک و شبہات کا جواب ہو، اس کا استنباط و استخراج کیا ہے۔

احکام القرآن مفتی عبدالغفور ترمذی کے تنبیح کے حوالے سے اس مقالہ میں ایک اہم باب کا اضافہ کیا گیا کہ جس میں آیات سے کوئی اہم فقہی اصول مستنبط ہوا یا کسی فرقے کی تردید ہو رہی تھی اس کا بھی ذکر کر دیا گیا، ان کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ تھی لیکن اس مقالہ میں بطور نمونہ چند فرقوں کا ذکر کر دیا گیا ہے، اس مقالہ میں احکام القرآن للترمذی کا "۶" مختلف تالیفات احکام القرآن سے تھیل بھی پیش کیا گیا ہے اس کے بعد مفتی عبدالغفور ترمذی کے احکام القرآن میں استنباط احکام کے دوران جن امور کا موصلاً اور کلاماً پر التزام کیا ان کا بھی تذکرہ کر دیا گیا، اس کے علاوہ اس تالیف کے دقت حضرت مفتی صاحب کے پیش نظر جو مصادرو مانا مذہبے ان کی نوسٹ بھی ذکر کر دی گئی ہے۔

مصادر و مراجع بابت مفتی عبدالقادر ترقی کا خانقاہی پس منظر

- ۱۔ تذکرہ مفتی عبدالکریم گھسولی (مخلوط) مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۲۔
- ۲۔ حیات ترقی، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۱۳۔
- ۳۔ ایضاً
- ۴۔ تذکرہ مفتی عبدالکریم گھسولی (مخلوط) جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۳۶، ۳۷۔ ملاقات مفتی عبدالقادر ترقی۔
- ۵۔ ایضاً ص ۸۔
- ۶۔ مختلف حالات، مفتی عبدالقادر ترقی ص ۳۰، تذکرہ مفتی عبدالکریم گھسولی (مخلوط) جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا، ص ۳۷۔ مخلصہ الفتاویہ بابنامہ مفتی عبدالکریم نمبر، خبرتہ نومبر ۲۰۰۷ء ص ۲۰۱۲۔
- ۷۔ مخلصہ تذکرہ مفتی عبدالکریم گھسولی (مخلوط) ص ۱۳۲، ۱۳۳، الفتاویہ بابنامہ مفتی عبدالکریم نمبر، خبرتہ نومبر ۲۰۰۷ء ص ۲۰۱۲۔
- ۸۔ پاک و ہند کے نامور علماء مشائخ، حافظ اکبر شاہ بخاری، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۰۔
- ۹۔ الفتاویہ بابنامہ مفتی عبدالکریم نمبر، خبرتہ نومبر ۲۰۰۷ء ص ۹۔
- ۱۰۔ تذکرہ مفتی عبدالکریم گھسولی (مخلوط) ص ۳۰۹، الفتاویہ بابنامہ مفتی عبدالکریم نمبر، خبرتہ نومبر ۲۰۰۷ء ص ۱۶۰۔
- ۱۱۔ ملاقات مفتی عبدالقادر ترقی۔
- ۱۲۔ حیات ترقی، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۲۰۰، ۲۰۱ ص ۹۸۔
- ۱۳۔ ملاقات مفتی عبدالقادر ترقی۔
- ۱۴۔ حیات ترقی، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۲۰۰، ۲۰۱ ص ۱۰۶۔
- ۱۵۔ ضلع سرگودھا کی علمی و ادبی شخصیات، امیر شاہ، مقالہ نمبر ۲، ۲۰۰۲ء، جامعہ پنجاب لاہور ص ۱۵۲۔
- ۱۶۔ حیات ترقی، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۲۰۰، ۲۰۱ ص ۱۱۳۔
- ۱۷۔ ملاقات مفتی عبدالقادر ترقی۔
- ۱۸۔ تذکرہ اولیائے دوجہ ہند، حافظ اکبر شاہ بخاری، مکتبہ رحمانیہ لاہور ص ۸۳۔
- ۱۹۔ دینی مدارس کے قیام میں خدمات، الفتاویہ، خبرتہ اکتوبر ص ۵۶۔
- ۲۰۔ مخلصہ فتاویہ و جائزہ تاریخی پس منظر جامعہ فقانیہ، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۳۶۔
- ۲۱۔ حیات ترقی، مفتی عبدالقادر ترقی، جامعہ فقانیہ ساجیوال سرگودھا ص ۲۰۰، ۲۰۱ ص ۱۱۳۔
- ۲۲۔ تذکرہ اولیائے دوجہ ہند، حافظ اکبر شاہ بخاری، مکتبہ رحمانیہ لاہور ص ۸۲۔

مصادر و مراجع بابت تالیفات احکام القرآن کا تاریخی ارتقاء

۱۔ ایضاً ۵۹: ۷۔

۲۔ مقدمہ علماء السنن، مولانا فقیر احمد عثمانی، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، حصہ سوم ص ۱۰۔

۳۔ تاریخ تفسیر مفسرین، بہار فیسرفہ نام احمد عمر بریلوی، ملک سنز پبلیشرز فیمل آف، ۱۹۸۶ء، ص ۵۶۲۔

۳۔ ایضاً ۵۔

۶۔ علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ علوم کراچی، ص ۳۱۸۔

۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۸۹ء، ۲۳، ۲۸۔

۸۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۶۶ء۔

۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۸۹ء، ج ۶۵، ۷۔

۱۰۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۶۶ء۔

۱۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۱۲۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۱۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۱۸۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۱۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۲۰۔ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۲۱۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۲۲۔ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۲۳۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۲۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

۲۵۔ تاریخ تفسیر مفسرین ص ۵۹۸، ۵۹۹، کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون ۵، ۷۔

۲۶۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۲۷۔ مقدمہ احکام القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۷۔

۲۸۔ کشف الظنون من اسامی الکتب و الفنون، سمائی ظلیف مصطفیٰ بن عبداللہ عثمانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ۱۹۷۵ء۔

۳۹۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۶۰۵، مقدمہ احکام القرآن، از مفتی محمد تقی عثمانی ص ۷۔

۴۰۔ احکام القرآن، از ابن العربی، ماجہ کریم بن عبداللہ، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۲ھ، ص ۱۷۰۔

۴۱۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۶۰۹، کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، ص ۸۷۱۔

۴۲۔ ایضاً، ص ۵۹۵۔

۴۳۔ کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ نجفی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ص ۸۷۱۔

۴۴۔ مقدمہ المباح احکام القرآن، للقرطبی، ابو عبداللہ محمد بن عمر، دار الکتب العربیہ مصر، طبع سوم ۱۳۸۷ھ، اردو ترجمہ۔

۴۵۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ابو فیض غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۶۱۵۔

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ نجفی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ص ۳۱۸، ۶۔

۴۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول، ۱۹۷۸ء، ص ۱۶، ۱۷، ۵۹۸۔

۴۹۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ابو فیض غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۵۹۵، ۵۹۶۔

۵۰۔ کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ نجفی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ص ۲۱۵، ۳۔

۵۱۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ابو فیض غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۶۲۳، ۶۲۴۔

۵۲۔ کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ نجفی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ، ص ۱۶۷، ۱۶۔

۵۳۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۶۱۸، کشف الخفون من اسامی الکتب، والقنون، ص ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵۔

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱۳۸، الاطلام میں فی تاریخ الہند، من الاطلام، ص ۲۳۶، ۶۔

۵۶۔ الاطلام میں فی تاریخ الہند، من الاطلام (زبد القواطع)، مہدائتی بن خیر الدین الحسنی، طبیب اکادمی ستان،

۳۶۸، ۶۔

۵۷۔ ایضاً

۵۸۔ فتاویٰ اسلامیہ فی الہند، مہدائتی بن خیر الدین الحسنی، دمشق، ص ۱۳۰، ۳۰۴، ص ۱۷۱۔

۵۹۔ الاطلام میں فی تاریخ الہند، من الاطلام (زبد القواطع)، مہدائتی بن خیر الدین الحسنی، طبیب اکادمی ستان، ص ۱۷۱۔

۵۰۴۔

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ نکل الرام فی تفسیر آیات الاحکام، صدیق حسن بن ادہ، القلوبی، مکتبہ جمالیہ انجمنی مصر، طبع

دوم، ۱۳۸۳ھ، الاطلام میں فی تاریخ الہند، من الاطلام، ص ۲۰۶، ۸۔

۵۲۔ فتاویٰ اسلامیہ فی الہند، مہدائتی بن خیر الدین الحسنی، دمشق، ص ۱۳۰، ۳۰۴، ص ۱۷۱۔

۱۵۴۔ ایضاً

- ۵۴۔ تذکرۃ العظماء، مفتی عبدالغفور ترمذی، مکتبہ مطبوعات طہی کمالیہ، ۱۹۷۷ء، ص ۵۲۷۔
- ۵۵۔ مقدمہ احکام القرآن، محمد غزالی، ادارہ اشرف التحقیق والکتب الاسلامیہ لاہور، ص ۲۷۔
- ۵۶۔ تذکرۃ اولیاء ربیع بند، حافظ اکبر شاہ بخاری، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
- ۵۷۔ مشاہیر علماء ربیع بند، قاری فیض الرحمن، مکتبہ الرحمن، لاہور، طبع سوم ۱۳۸۷ھ۔
- ۵۸۔ حیات ترمذی، مفتی عبدالقدوس ترمذی، جامعہ خانہ صاحب علی سرگودھا، ص ۹۳۔
- ۵۹۔ دلائل البیان فی تفسیر آیات الاحکام من القرآن، شیخ محمد علی صاحبی، مکتبہ الغزالی، مفتی، ۱۳۷۸ھ۔
- ۶۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ۱۶، ۱۹، ۵۹۸۔
- ۶۱۔ مقدمہ تفسیرات احمدیہ، صاحبان (مترجم) محمد عادل، مکتبہ رحمانیہ، دہلی، ص ۱۱۔

مصادر و مراجع بابت احکام القرآن مفتی عبدالغفور ترمذی کا تعارف و منبع

- ۱۔ تالیف احکام القرآن عربی، بلعینان (ماہنامہ)، غزوی ۱۹۹۳ء۔
- ۲۔ انوار العظماء مولانا غفر امروٹالی، مجلس میلان المسلمین لاہور، ۱۳۸۸ھ، حصہ دوم، ص ۱۳۹۔
- ۳۔ تالیف احکام القرآن عربی، بلعینان (ماہنامہ)، مارچ ۱۹۹۳ء۔
- ۴۔ ایضاً
- ۵۔ اشرف السوانح، خواجہ عزیز الحسن مجددی، انکار، پرنس لاہور، طبع سوم ۱۹۷۸ء، ص ۹۵، ۱۰۳۔
- ۶۔ خاصیت السوانح، خواجہ عزیز الحسن مجددی، انکار، پرنس لاہور، طبع سوم ۱۹۷۸ء، ص ۹۵۔
- ۷۔ ایضاً
- ۸۔ تذکرۃ العظماء، مفتی عبدالغفور ترمذی، مطبوعات طہی کمالیہ، ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۳۔
- ۹۔ احکام القرآن للعقلمانی، مولانا غفر امروٹالی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۸۷ھ، ص ۲۱۔
- ۱۰۔ ایضاً،
- ۱۱۔ ایضاً ص ۳۸۳۔
- ۱۲۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تفسیری خدمات، ڈاکٹر محمد سعید صدیقی، ۱۹۹۳ء، ص ۳۸۳۔
- ۱۳۔ احکام القرآن مفتی محمد شفیع ربیع بند، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۷۷ھ، ص ۵۱۔
- ۱۴۔ احکام القرآن، علامہ عظیمی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۷۷ھ، ص ۱۲۵۔ اشکبورت ۱۹۷۹ء۔
- ۱۵۔ خطوط مولانا شرف علی قانوی۔
- ۱۶۔ خطوط مفتی عبدالقدوس ترمذی۔
- ۱۷۔ خطوط مفتی محمد تقی عثمانی حیات ترمذی۔
- ۱۸۔ تعارف احکام القرآن لغزلی، ڈاکٹر ظہیر احمد، ادارہ اشرف التحقیق لاہور، مسودہ احکام القرآن لغزلی سوداقتی

- ۱۹۔ مکتوبات مفتی سید عبدالقادر ترقی۔
- ۲۰۔ مکتوبات مقدمہ احکام القرآن للترغی و الترہی، جامعہ عقابہ ساجیہ ال سرگودھا۔
- ۲۱۔ احکام القرآن للترغی و ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور ۲۰۰۳ء۔
- ۲۲۔ ایضاً
- ۲۳۔ ایضاً
- ۲۴۔ ایضاً
- ۲۵۔ ایضاً
- ۲۶۔ تصانیف احکام القرآن، ذاکر ظہیر احمد ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور۔
- ۲۷۔ مکتوبات احکام القرآن للترغی و ترہی سورۃ انفال ص ۹۷ تا ۱۰۸، جامعہ عقابہ ساجیہ ال سرگودھا۔
- ۲۸۔ ایضاً
- ۲۹۔ ایضاً، جامعہ عقابہ ساجیہ ال سرگودھا۔
- ۳۰۔ تصانیف احکام القرآن ذاکر ظہیر احمد ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور ص ۵
- ۳۱۔ تالیف احکام القرآن مرثی، الصیانت (ماہنامہ) مارچ ۱۹۹۳ء۔
- ۳۲۔ اصول الفقہ الاسلامی، ذاکر وجہہ دینی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ۱۳۷۱ھ۔
- ۳۳۔ احکام القرآن للترغی و ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور، ۱۳۳۱ھ۔
- ۳۴۔ تالیف احکام القرآن مرثی، الصیانت (ماہنامہ) مارچ ۱۹۹۳ء۔
- ۳۵۔ المائدہ ۵: ۵۴۔
- ۳۶۔ سورۃ البقرہ، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجدک والصدقۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجدک والصدقۃ حافظ ابن حجر عسقلانی، ص ۱۷۵، ۱۷۶۔
- ۳۷۔ المہدی علی المنہد، مولانا ظہیر احمد سہارنپوری ادارہ اسلامیات لاہور ص ۳۳۔
- ۳۸۔ احکام القرآن للترغی و ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور، ۲۰۰۳ء۔
- ۳۹۔ زیادۃ المناقب، مولانا رشید احمد گنگوہی
- ۴۰۔ اسن الثقال فی شرح حدیث لائتھ الرجال، مفتی صدر الدین دہلوی
- ۴۱۔ احکام القرآن للترغی و ادارہ اشرف التحقیق و التعمیر الاسلامیہ لاہور، ۲۰۰۳ء۔
- ۴۲۔ المائدہ ۳: ۵۰۔
- ۴۳۔ الخاتم ۶: ۱۲۵۔

میان القرآن
مصنفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی
کا ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین علی ☆

مفسر کا مختصر تعارف

آپ کا نام محمد اشرف علی تھا۔ دو صحابی نام عبداللہ اور عبدالرحمن نام کرم عظیم تھا۔ مستشرقین آپ کو مجدد ملت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تھانوی قصبہ قند بھون کی طرف منسوب ہے جو یوپی کے مشہور شہر ضلع مظفرنگر کا ایک مردم خیز قصبہ ہے۔^(۱)

آپ کی ولادت بروز جمعہ ۱۸۶۳ء مطابق ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ء میں ہوئی۔^(۲) قرآن کریم انھوں نے اور حافظ حسین علی سے دس سال کی عمر میں حفظ کیا۔^(۳) پھر نومبر ۱۸۷۸ء مطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۹۵ء دارالعلوم دہلیہ میں داخل ہوئے۔^(۴) پانچ سال میں مولانا یعقوب خان تھانوی، مولانا ملا محمود، شیخ الطیب محمود الحسن وغیرہ سے درس تھانوی کی تعلیم حاصل کی اور مولانا قاسم خان تھانوی سے تفسیر جلالین پڑھ کر ۱۸۸۳ء مطابق

☆ ڈاکٹر محمد کورنٹ کالج، لہات آباد، کراچی

۱۳۹۹ھ (۵)۔ ۲۰ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔ (۶) ۱۸۸۴ء۔ سلطان ۱۳۰۱ھ میں جاتی امداد اللہ مساجد کی سے بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت حاصل کر کے برصغیر میں سلسلہ تصوف کو فروغ دید۔ ۶۶ ہجری ہجرت اور ۹۸ ہجری بیعت یعنی خلیفہ پھولز کر ۲۰ جون ۱۹۴۳ء سلطان ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ اس دہائی سے ۸۴ سال تین ماہ کیلئے دن گزار کر رخصت ہو گئے۔ (۷)

تصانیف

شیخ ابو نعیم نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

قد زادت تالیفه علی الف مزلف وکل ذالک بحفظ الوقت وانما يعرف

قيمة الوقت والز من النواذر الموفقون فبما تون في اعمارهم القصيرة

بالاعداد الهائلة من التالیف الكثيرة

لیکن آپ کی تصانیف ایک ہزار تک اسی صورت میں پہنچی ہیں جبکہ آپ کے خطبات کو الگ الگ کتاب شمار کیا جائے۔ آپ نے پہلی کتاب ۱۸ سال کی عمر میں ۲۰ جلدوں میں مشغول رہے وہم کے نام سے لکھی۔ (۸) اس کے بعد مشوع موضوعات پر لکھتے رہے لیکن قرآنک لزیچ کے حوالہ سے جو تصانیف دوران تحقیق میرے سامنے آئیں ان کی تعداد ۶۸ ہے۔ (۹) جس میں حضرت قسطلانی کی ۹ کتابیں و حواشی قرآن بھی شامل ہیں۔

پہلی تفسیر "امیان" ہے اپنی اس تفسیر کا تصدق کرتے ہوئے حضرت قسطلانی خود لکھتے ہیں یہ اس کی اصل تقریرات کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو میرے ہمشیرہ زانو مولوی سعید احمد نے مجھ سے تفسیری مقالات پڑھتے وقت ضبط کر لی تھیں مگر ان کی وفات ہونے سے اس کی تکمیل کی نعمت نہیں آئی۔ (۱۰) حضرت قسطلانی نے کثرت سے اس تفسیر کا بیان القرآن میں ذکر کیا ہے۔ (۱۱)

دوسری تفسیر "دس قرآن" ہے ڈاکٹر رحمان لکھنوی ہیں: حضرت قسطلانی تصدق

ہوں میں باقاعدہ لوگوں کو درس قرآن دیا کرتے تھے جسے بعض لوگوں نے قلمبند کر لیا تھا یہ
بھی شائع نہیں ہوا۔ (۱۲)

تیسری تفسیر "تقریر بعض الہیات فی تفسیر بعض الآیات" ہے۔ اس تفسیر کا تصدق
سوانح نگاروں نے تذکرہ کیا ہے، علامہ نذیر سلیمان عدوی لکھتے ہیں، حضرت قلاوٹی کے
تلامذہ کی بعض لڑکیوں نے مولانا سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا تھا اور اکثر آیات کی تفسیر
و تقریر کو تحریر میں ضبط کر لیا تھا، ایک مجموعہ ہو گیا تھا مگر شائع نہیں ہوا۔ (۱۳)

چوتھی تفسیر "اشرف الہیان فی علوم اللہ عیث والقرآن" ہے۔ اس تفسیر کا تذکرہ
نذیر سلیمان عدوی سمیت دیگر حضرات نے بھی کیا ہے۔ یہ تفسیر دراصل حضرت قلاوٹی کے
مواظع سے تزیین دی گئی ہے۔ حضرت عموماً اپنے مواظع کا آغاز قرآنی آیات سے کیا کرتے
تھے اور دورانِ وقت آیات کی تفسیر کے طبعی نکات بیان کیا کرتے تھے، ان نکات کو اس میں
جمع کیا گیا ہے، جمع کتبہ، نامعلوم ہے۔ (۱۴)

پانچویں تفسیر "تفسیر المواظع" ہے۔ مولانا عبدالرحمن لکھنوی لکھتے ہیں: اسے
مولانا صاحب نے حضرت کے مواظع میں موجود آیات تفسیر کے جمع و تالیف کر دیا
ہے۔ (۱۵)

چھٹی تفسیر "تفسیر سورہ يوسف" ہے۔ یہ بیان القرآن کے علاوہ ایک ترجمہ
و تفسیر کی شکل میں شائع ہوئی ہے۔ (۱۶)

ساتویں تفسیر "حواشی تفسیر علی القرآن" ہے۔ یہ دراصل مولانا حبیب الرحمن
کیراٹوی کی تفسیر ہے۔ آپ نے تفسیر لکھنے کے بعد حضرت قلاوٹی کی خدمت میں پیش کی۔
حضرت قلاوٹی نے اس کا مطالعہ کر کے اس پر جگہ جگہ حواشی کا اضافہ کیا ہے۔
حضرت قلاوٹی خود لکھتے ہیں تفسیر پر میرے حواشی بھی لکھیں گے جن میں بعض حواشی سے
میرا جوش و خروش ظاہر ہو گا جو غایت استحسان سے ناشی ہوا۔ (۱۷)

آخری تفسیر "حواشی تفسیر جلالین" ہے۔ اس حاشیہ کا تذکرہ صرف ماہنامہ انعام

دیوبند میں ملا ہے۔ (۱۸)

نویں تفسیر " بیان القرآن " ہے اس میں ہر دسے قرآن کی تفسیر و ترجمہ حضرت قاضی نے لکھا ہے، ہرے مقالہ کا مرکزی موضوع بھی یہی تفسیر ہے۔

تفسیر بیان القرآن کا تحقیقی و تفصیلی جائزہ

بیان القرآن سے حلقہ مباحث کا پانچ لاکھ لاکھ حصوں میں جائزہ پیش کروں گا تاکہ بیان القرآن کی خوبیوں و خامیوں خوب کھر کر سامنے آسکیں۔ پہلی بحث تصنیفی کیفیت ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن لکھنے کی وجہ کا جائزہ پیش کر رہا ہوں۔

مولانا کے بعض معاصرین نے قرآن کے تراجم لکھے، یہ تراجم خلف و جہات کی مدافعت پر درست نہیں تھے، حدود لوگوں نے تنقیدات لکھیں۔ (۱۹) حضرت قاضی سے بھی اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ ان میں سے کچھ تراجم یہ ہیں:

الف۔ اصلاح ترجمہ دہلوی۔ یہ دراصل ڈپٹی ڈیر احمد دہلوی کا ترجمہ تھا اس میں جدید عقائد کے ساتھ اڈالین حوجہ لونی اردو کی جانب مبذول رکھی گئی تھی جس کی وجہ لوگوں میں تحریف تو حاصل ہوئی لیکن فلا عقائد اور فلا ترجمہ کے رد میں پانے کا امکان تھا جس کے پیش نظر مولانا نے مستقل رسالہ اس کی تالیف کی اصلاح پر کھلا (۲۰) دوسرا ترجمہ مرزا حیرت دہلوی کا سامنے آیا مولانا نے اس کی اصلاح پر بھی رسالہ تحریر کیا۔

ب۔ اصلاح ترجمہ حیرت کے نام سے کھلا موصوف عربی سے نقل تھے جس کی وجہ سے یہ بات بھی مشکوک تھی کہ یہ ترجمہ کس نے کیا ہے؟ (۲۱)

ج۔ اللہی لکھنؤ فی دہلوی تحصیل الہیوں۔ اسی طرح مولانا ذوالفقار علی دہلوی نے قرآنی اڈالیکس مع ترجمہ تحصیل الہیوں فی مقاصد القرآن کے نام سے چھپا دیا تھا مولانا کی درخواست پر آپ نے ترجمہ اڈالیکس کی اصلاح کی اور اللہی لکھنؤ فی دہلوی تحصیل الہیوں کے نام سے رسالہ کھلا (۲۲) لیکن ان تراجم کی اصلاح کے باوجود مقصد حاصل

نہیں ہو۔

حضرت تھانوی خود لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے محض تہمت کی فرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنے شروع کیے جن میں بھڑت مضامین خلاف قواعد شریعہ بھر دیئے جن سے عام مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا، ہرچند کہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان معزقوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا رجحان پھیل گیا ہے۔ وہ رسالے اس فرض کی تکمیل کے لیے کافی محنت نہ ہوئے اور عقیدہ لٹائے نہایت کو کوئی ترجمہ بھی نہ لکھایا جائے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم جتدہ سے بے انتھاکت ہو جاویں۔^(۲۳) (جب

حضرت تھانوی نے دیگر تراجم کی طرف لوگوں کو راغب کیا تو محض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا خدشہ لوگوں نے پیش کیا لہذا تامل و مشورے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ پیش کیا جائے جس کی زبان و طرز بیان میں لوگوں کے مذاق کا پورا لحاظ رکھا جائے۔^(۲۴) لہذا آپ نے قرآن کریم کا نیا ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ کب لکھنا شروع کیا اور کب مکمل ہوا اس بارے میں نہ بیان القرآن میں کوئی صراحت ملتی ہے نہ کسی اور محقق نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ بیان القرآن کا مطالعہ کرنے سے شبہ ہو تا ہے شاید ترجمہ و تفسیر دونوں ایک ساتھ لکھے گئے ہیں^(۲۵) لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

سب سے پہلے یہ ہے کہ ترجمہ پہلے لکھا گیا ہے، پھر تفسیر لکھی گئی ہے اس کی تائید علامہ طہوی صاحب کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ تفسیر مولانا نے ترجمہ کے بعد تحریر فرمائی تھی۔^(۲۶) دوسرے موقف کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ۱۹۰۸ء (۱۳۲۵-۲۶ھ) میں پہلی مرتبہ "ترجمہ قرآن" کے نام سے مطبعہ جہانگیر دہلی سے شائع ہوا^(۲۷) دوسری مرتبہ بھی ۱۹۱۴ء-۱۳۳۳ھ میں "ترجمہ اشرفیہ لوریہ" کے نام سے محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوا^(۲۸) تیسری مرتبہ ۱۹۲۴ء-۱۳۴۲ھ میں "ترجمہ اشرفیہ

نور یہ " کے نام سے نور محمد مالک کارخانہ تہذیب کتب دہلی سے شائع ہوا (۲۹) جنہیں مرتبہ
 صرف ترجمہ شائع ہوا بلکہ تفسیر ۱۹۱۲ء-۱۹۲۲ء کے ایڈیشن میں مرزا محبوب بیگ کی
 تھی۔ (۳۰) ۱۹۲۲ء-۱۹۲۲ء کے ایڈیشن میں نور محمد چشتی کی تھی۔ (۳۱)
 ۱۹۳۸ء-۱۹۵۷ء میں فرید وہدیٰ مصری کی تھی۔ (۳۲) لیکن نام حضرت قاضی کا لکھا گیا

تھا

۲۔ تفسیر کہنے کی وجہ

حضرت قاضی نے تراجم کی طرح تفسیر کی اصلاح پر بھی رسالے لکھے مثلاً
 التفسیر فی التفسیر (۳۳) توجیہ الحق (۳۴) رسالہ طالع البیان فی فصحاء القرآن (۳۵)
 وغیرہ مگر کوئی خاص مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ دوسری طرف ستم بھائے ستم یہ کہ حضرت
 قاضی کی طرف سے اپنی جملہ کتب کا حق تصنیف محفوظ نہ رکھنے کا قاعدہ اٹھاتے ہوئے
 متعدد مطابع نے حضرت قاضی کے ترجمہ کے ساتھ مختلف حواشی لکھ کر حضرت قاضی
 کے نام سے پھیلائے شروع کر دیے۔ (مطالع کی چیز دستوں اور ہاتھ کی منافی سے تو ہر
 صاحب تصنیف آگاہ ہے) لہذا مجبوراً تفسیر کہنے کا لہوہ کیا۔ حضرت قاضی خود کہتے ہیں:

بہت روز سے خود بھی نور انہب کے امرار سے بھی گاہ بگاہ خیال ہوا کرتا تھا
 کہ کوئی ظفر تفسیر قرآن لکھی جائے جو ضروریات کو حاوی اور زائدہ سے خالی
 ہو مگر تفسیر و تراجم کی کثرت کو دیکھ کر اس کو امر زائدہ سمجھتا تھا۔ اسی اثناء
 میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے مجلس تہذیب کی غرض سے
 نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کر دیئے جن میں
 حضرت طہا بنی خلاف قواعد شروع ہو گئے جن سے عام مسلمانوں کو بہت
 ضرر پہنچا۔ لہذا ۱۳۲۰ء میں تفسیر لکھنا شروع کی۔ (۳۷)

۳۔ تفسیر کا آغاز و اختتام

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ترجمہ کے آغاز و اختتام کا کوئی سرعہ نہیں مگر صرف آغاز اختتام ہی ہے کہ تفسیر سے پہلے لکھا گیا ہے۔ البتہ تفسیر کے ہر حصے میں مکمل رہنمائی ملتی ہے کہ ۱۹۰۲ء-۱۳۲۰ھ میں لکھنؤ شروع کی مگر صرف ربع پارہ تک لکھ سکے تھے کہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دوبارہ ۱۹۰۵ء-۱۳۲۳ھ سے لکھنا شروع کیا اور ۱۹۰۸ء-۱۳۲۵ھ میں (۳۸) دعائی سال کے عرصہ میں مکمل کیا۔ (۳۹)

۴۔ تفسیری ماخذ

مولانا نے اپنی تفسیر لکھنے میں جن تفسیر سے مدد لی ہے وہ اہول آپ کے یہ ہیں:

تفسیر بیضاوی، تفسیر رحمانی، معالم القرآن، روح البیان، مدارک، خازن، تفسیر حنائی، کن کثیر، لہب، درمنثور، تفسیر کشف کے ساتھ بعض تراجم قرآن اور الاطمان، قاموس القرآن وغیرہ سے بھی مدد لی ہے۔ (۴۰) لیکن زیادہ احمد اگری کی روح البیان پر کیا ہے۔ (۴۱)

۵۔ ترجمہ و تفسیر کی زبان

ترجمہ و تفسیر کی زبان اگرچہ اردو ہے لیکن تفسیر میں عربی و فارسی کا قلبہ ہے جبکہ ترجمہ کے ہر حصے میں مولانا محمد عبداللہ چیمبرلوی کی رائے ہے:

یہ ترجمہ باقاعدہ زبان و مادہ کے نہ تو خاص دہلوی ہے اور نہ لکھنؤی چہرہ پرانی بھاری بھاری سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔ (۴۲) جبکہ بیان القرآن کے مقدمہ نگار کے مطابق اس میں یونانی کی اردو استعمال کی گئی ہے مثلاً پدیں کے، ہرے گا، نکلا وغیرہ۔ (۴۳)

دوسری صفحہ طباعتی تفصیلات پر مشتمل ہے

۱۱۳۳ تصانیف نے اپنی جملہ تصنیفات کے طباعتی حقوق عام کر رکھے تھے جو چاہے
شائع کر سکتا تھا اس کے نتیجہ میں ہر جہل ذکر مطبع نے اسے شائع کیا جس کی صحیح تعداد کا
اندازہ لگانا دشوار ہے البتہ اس کا نام بدل بدل کر شائع کیا گیا جیسا :

۱۔ مطبع جہانپوری دہلی سے ۱۹۰۸ء۔ ۱۹۲۵ء میں "زیر قرآن" کے نام پر جلدوں میں
پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ (۳۴)

۲۔ محبوب المطبع دہلی سے ۱۹۱۲ء۔ ۱۹۲۲ء میں "زیر اثریہ مجید" کے نام سے شائع
ہوئی۔ (۳۵)

۳۔ نور محمد مالک کارخانہ تہمت کتب دہلی سے ۱۹۲۲ء۔ ۱۹۲۲ء میں "زیر اثریہ نور" کے
نام سے شائع ہوئی۔ (۳۶)

۴۔ مجید پریس دہلی سے ۱۹۳۶ء۔ ۱۹۵۵ء میں "حواصیہ زیر دلا قرآن مجید مصلیٰ" کے
نام سے شائع ہوئی۔ (۳۷)

۵۔ قدوسی پریس دہلی سے ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۵۷ء میں "اچھا لہا قرآن مجید" کے نام سے شائع
ہوئی۔ (۳۸)

۶۔ نور محمد اصح المطبع کراچی سے ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۶۸ء میں "مجلد لہا حواصیہ قرآن شریف
جدو تہمیر" کے نام سے شائع ہوئی۔ (۳۹)

۷۔ قرآن عمل کراچی سے ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۷۲ء میں "نور افواہ حواصیہ قرآن شریف صحیح
حواشی" کے نام سے شائع ہوئی۔ (۵۰)

۸۔ اظہار سے ۱۹۶۳ء۔ ۱۹۸۲ء میں انوار الہیہ فی فہم القرآن کے نام سے شائع
ہوئی۔ (۵۱)

۹۔ صحیح کتبھی لاہور سے ایک دفعہ "القرآن العظیم" کے عنوان سے دوسری دفعہ "القرآن
العظیم تہمیر و تفسیر اتحاد شہدائیان القرآن" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ (۵۲)

۱۔ ملاحظہ اس تفسیر کا صحیح نام "بیان القرآن" ہے اور اس نام کے ساتھ جمل ڈاکٹر محمد نسیم جٹلی ۱۹۱۶ء۔ ۱۹۳۳ء میں (۵۳) ایک رائے کے مطابق ۱۹۱۸ء۔ ۱۹۳۶ء میں (۵۴) درجہ ہیلو گرائی کے مطابق جو کہ زیادہ صحیح رائے ہے ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۳۳ء میں چھپائی پر جس دلی سے ۱۲ جلدوں میں شائع ہوئی۔ (۵۵) اور اس کی ہر جلد اعلیٰ پادہ پر مشتمل تھی۔ (۵۶)

مصنف کی بعض تراجم کے جو پہلی دفعہ ۱۹۳۵ء۔ ۱۹۵۳ء میں (۵۷) دوبارہ فتاویٰ الطحاوی تھانہ بھون سے شائع ہوئی۔ (۵۸) پاکستان میں بیچ کئی نے ۱۹۵۳ء میں پہلی دفعہ مکمل لکھ کر شائع کیا مگر یہ مکمل نہیں تھا۔ (۵۹) مکمل ۱۹۷۸ء میں شائع کیا اس کے علاوہ ایچ ایم سید نے مکمل شائع کیا ہے۔ (۶۰)

تیسری صفحہ "ترجمہ" بیان القرآن پر مشتمل ہے

جہاں تک مولانا فتاویٰ کے ترجمہ قرآن کا تعلق ہے تو میں بیان کر چکا ہوں یہ تفسیر سے پہلے لکھا گیا ہے لیکن اس کے آغاز و اختتام کے بارے میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی ہے اور ترجمہ و تفسیر کے اسلوب میں بھی بہت فرق ہے ترجمہ عام فہم و آسان زبان میں ہے جبکہ تفسیر میں عربی فتاویٰ الفاظ کے ساتھ بجز اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔

ترجمہ کی خصوصیات

۱۔ ترجمہ میں الفاظ نقل کیا گیا ہے اور حاشیہ میں توضیحی ترجمہ بھی دیا گیا ہے جس سے آیت کا مضمون تقریباً واضح ہو جاتا ہے۔ توضیحی مہدت و یکت میں رکھتے ہوئے ترجمہ کو لکھیں کرنے کے لیے اس پر لائن کھینچ دی ہے۔

۲۔ جمل مولانا فتاویٰ اس ترجمہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ آسان اور عام فہم ہے اور تحت لفظی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے۔

۳۔ ترجمہ میں خالص عبارت استعمال نہیں کیے گئے اس لیے کہ عبارت ہر طاقہ کے جدا جدا ہوتے ہیں۔ (۶۱)

۴۔ ترجمہ میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے۔ (۶۲)

۵۔ ترجمہ میں مراد اردو زبان کا لفظ رکھا گیا ہے۔

ترجمہ پر اہل علم کی آراء

بیان القرآن کی حقولیت کا ایک اہم سبب اس کا ترجمہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن لکھتے ہیں: "ہم نے کے احباب میں مولوی عاشق لہی اور مولانا اشرف علی نے جو ترجمہ کیا ہے اس پر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جو خرابیوں سے پاک صاف اور عمدہ ہیں۔" (۶۳)

شیخ سلیمان عدوی لکھتے ہیں: "اس ترجمہ میں زبان کی سلاست کے ساتھ بیان کی صحت کی احتیاط ایسی کی گئی ہے جس سے حقیر کی نظر میں جڑے جڑے ترجمے خالی ہیں۔ اور اس ترجمہ میں ایک خاص بات یہ رکھی گئی ہے کہ کم طبعی یا ترجموں کی عدم احتیاط کی وجہ سے جو شکوک قرآنی آیت میں عام پڑھنے والوں کو معلوم ہوتے ہیں ان کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے کہ پھر کسی سبب کے وہ شک ہی نہیں نہ آئے۔" (۶۴)

مولانا عبدالماجد دریا گدوی لکھتے ہیں: "ترجمہ ہاملاورہ و مطلب خیر ہے اور باقی ترجموں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔" (۶۵)

مولانا عبدالغفور ترمذی لکھتے ہیں: "ترجمہ ہاملاورہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ زبان کی سلاست اور بیان کی صحت میں بھی وہ جڑے تراجم سے بہت لے گیا ہے، ترجمہ صحیح الفاظ سے پاک ہے اور زبان فصیح ہے۔" (۶۶)

ڈاکٹر صالحہ اپنے پی ایچ ڈی مقالہ میں لکھتی ہیں: "مولانا ترجمہ میں خوب توفیق کی جدت طریقوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے ترجمہ کا کمال ان کا انحصار اور ایجاز ہے۔"

ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ عام فہم بھی ہو اور قرآنی الفاظ کی ترتیب زیادہ الٹ پلٹ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اردو کی لونی زبان استعمال کی ہے کھلائی محاوروں سے گریز کیا ہے اس لیے کہ فن کے سمجھنے والے مقامی اور محدود ہوتے ہیں جبکہ عام فہم لونی زبان سے مددے اردو دیں مستفید ہو سکتے ہیں۔ آپ کے ترجمہ میں کھلی جانہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس سے عوام شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں۔ (۶۷)

چوتھی صحت "تفسیر" بیان القرآن پر مشتمل ہے۔

اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے تفسیر کا تعارف پیش کر رہا ہوں تاکہ تفسیر کے جملہ پہلوؤں کے سامنے آجائیں۔ پھرے پیش نظر ایچ ایم سید کراچی کا مطبوعہ "بیان القرآن" ہے۔

۱۔ تفسیر کے جملہ اجزاء کا تعارف۔

اس تفسیر کو مولانا قاضی نے ۱۹۰۲ء-۱۳۲۰ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۱۹۰۸ء-۱۳۲۵ھ میں مکمل کیا، یہ تفسیر چھ جلدوں کو بچھا کر کے ۱۱ حصوں میں پہلی دفعہ ۱۹۲۵ء-۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی۔ طبع اول کے بعد مولانا قاضی نے متعدد مرتبہ خود مطالعہ کیا اور اپنے احباب مولانا عبدالکریم (۶۸) اور مولانا حبیب احمد کیرانوی کے تعاون سے ۱۹۳۵ء-۱۳۵۳ھ میں نعلی زائیم کے ساتھ دوبارہ شائع کیا (۶۹) اس کے تفسیری اجزاء آگ آگ عنوانات کے تحت اس طرح ہیں۔

۱۔ پہلا حصہ ہیں السورہ ترجمہ کے بعد چوتھی ترجمہ دیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ چوتھی مہارت و دیکھ میں دی ہے اور ترجمہ کو مزید نہیں کرنے کے لیے اس پر لائنیں بھی کھینچی دی ہیں۔

۲۔ دوسرا حصہ لفظ "ف" لکھ کر مختلف آیات کی مفسر تفسیر بیان کی گئی ہے۔

۳۔ تیسرا حصہ تفسیر میں ۱۱ قسم کے عنوانات مستفاد لگانے گئے ہیں۔ پہلا حصہ میں مضمون قرآنیہ کا ہے یعنی اگر چند آیات ایک ہی مضمون کی ایک ساتھ آئی ہیں تو ان کا مستقل

مذہب قائم کر دیا ہے مثلاً سورہ فرقہ کی آیت ۲ تا ۳ ھدی للمتقین سے یوقنون تک مسلمانوں کی سنت بیان کی گئی ہے تو اس کا عنوان "سنت المؤمنین" لکھ دیا ہے۔ (۷۰)

دوسرا عنوان "عظائم قصیر" کی جگہ پر لکھا گیا ہے مثلاً قصہ حضرت موسیٰ و خیرہ۔
چوتھا جاشیہ ہر صفحہ پر "حکات" کے نام سے ہے جس میں اہم حکات القرآن بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ پانچواں جاشیہ بلاغت و فصاحت کے عنوان سے قائم ہے جس میں حلقہ آیت کے حوالہ سے بحث کی ہے۔

۶۔ چھٹا جاشیہ "حکات الترمذ" کے عنوان سے ہے جس میں ترمذ کی وجہ اور ترکیب بیان کی ہے۔

۷۔ ساتواں جاشیہ "مکالم" کے عنوان سے ہے جس میں حلقہ آیت سے جو عقیدہ واضح ہوا ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔

۸۔ آٹھواں جاشیہ "اہادیث" کے عنوان سے ملتا ہے جس میں قصیری روایات کے طرق و مروی حد کو بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ نویں جاشیہ قصیری صفحہ کے بالکل نچلے حصہ میں "حواشی" کے عنوان سے قائم کیا ہے اس میں عموماً ترمذ و قصیر پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ (۷۱)

۱۰۔ دسواں جاشیہ "الگو" کے عنوان سے ہے اس کے ذیل میں کسی خاص آیت کی ترکیب بیان کی گئی ہے۔ (۷۲)

۱۱۔ بارہواں جاشیہ "رہا" کے عنوان سے قائم ہے یعنی ایک سورہ کا دوسری سورہ سے یا ایک آیت کا دوسری آیت سے رہا کسے ضمناً بیان کر دیا ہے کسے باقاعدہ عنوان دے کر بیان کیا ہے۔ (۷۳)

۱۲۔ بارہواں جاشیہ "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" کے عنوان سے پہلے عربی میں پھر "درغ الملوک ترمذ مسائل السلوک" کے عنوان سے اردو ترمذ کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۲۰ء اور ۱۳۳۸ھ میں لکھا تھا۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۳۳۹ھ میں اس کا ترمذ

کر کے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۵۲ء میں بیان القرآن کے حواشی پر شلک کر دیا (۷۴) اس میں تصوف کے مسائل کا قرآن سے اثبت کیا گیا ہے۔

۱۳ پھر ہوں ماشیہ بر جلد کے آخر میں شلک کیا گیا ہے اس کا نام ہے "وجہ العالیٰ مع توجیہ الھیات والعالیٰ" اس میں قرآنی ترتیب پر ہر جلد کے حلقہ قرأت سبعہ کی قرأتیں جمع کر دی ہیں، اصل کتاب عربی میں ہے پھر اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے اسے بھی تفسیر کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے۔

۱۴ پھر ہوں ماشیہ بعض رسائل منیہ کی شکل میں جلد کے آغاز میں ملحق کر دیا گیا ہے مثلاً "رسالہ رفع الہیاء فی تفسیر السورہ (۷۵)" اس میں ایک سالک کے سوال آہن سے کیا فائدہ ہیں؟ کا جواب دیا گیا ہے۔

۱۵ پھر صوفیوں نے کہ ہر جلد کے ساتھ دو فلداں شلک ہیں۔ پہلی "مضامین تفسیر" کی دوسری "مضامین مضمومہ قرآنیہ" کی جس میں اوسطاً ہزار سے پندرہ سو تک عنوانات ہیں۔

۲۔ مصنف کی اپنی تفسیر کے بارے میں رائے

مولانا قاضی نے ایک دفعہ خود اپنی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ بیان القرآن میں سب الہامی مضامین ہیں یہ تفسیر میں نے کامل شرح صدقہ کے ساتھ لکھی ہے اس کی قدر تو ان لوگوں کو ہوگی جنہوں نے کم از کم جس معتبر تفسیر کا مطالعہ کیا ہو۔ (۷۶)

تفسیر کے بعض مقالات لکھنے سے نقل میں کوہ کوہ کھنڈہ ملتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا تب کہیں جا کر شرح صدقہ ہوا اور جن مقالات کے حعلق پھر بھی شرح صدقہ نہ ہوا وہاں اس کا صاف اظہار کر دیا اور لکھ دیا اگر اس سے پھر تفسیر کہیں مل جائے تو اس کو اتقید کیا جائے۔ چنانچہ تفسیر میں دو مقالات ایسے ہی ہیں ایک سورہ برات میں ایک سورہ حشر میں۔ (۷۷)

مولانا نے تفسیر لکھتے ہوئے یکم اصولوں اور خصوصیات کو مد نظر رکھا ہے۔ وہ یہ

ہیں۔

۳۔ مصنف کے اصول تفسیر و تفسیری خصوصیات

۱۔ پہلا اصول اگر تفسیر کسی روایت کی جیدہ پر کی ہے تو کو حلقہ کی گئی ہے کہ وہ روایت صحیح ہو لیکن اگر قرآن سے تفسیر واضح تھی تو اس کی مزید وضاحت یا تائید میں قرآن کی جانے والی حدیث کی صحت پر زیادہ توجہ نہیں دی۔

۲۔ دوسرا اصول شہادت کو جس تفسیر سے ملے وہ کہہ کر واضح کیے ہو کر دیا ہے۔ صرف ان شہادت کو ذکر کر کے جواب دیا ہے جن کی جیدہ حلقہ یا نقلی دلیل پر تھی۔

۳۔ تیسرا اصول آسانی مذہب سے حلقہ تفسیر حلقہ سے لے کر آسانی لے کر اس موضوع پر اہل مصنف ان کا مطالعہ نہیں تھا۔

۴۔ چوتھا اصول جو مضامین حدود تک آئے ہیں ان پر کسی جگہ مضملاً لکھ کر توجہ منکالت پر حوالہ دے دیا گیا ہے۔

۵۔ پانچواں اصول شرحین کے مختلف اقوال کی صورت میں روایت اور ذوق عربیت کے جو زیادہ قریب نظر آیا صرف اسے نقل کر دیا جہاں دونوں رواہ رواہ تھیں وہاں دونوں نقل کر دیے۔

۶۔ چھٹا اصول تفسیر میں حلقہ نتائج کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

۷۔ ساتواں اصول جہاں کسی کتاب سے کن و کن عبارت لی ہے وہاں صرف نام لکھ دیا ہے، جہاں متن میں تفسیر کر کے لیا ہے یا صرف مضمون اخذ کیا ہے وہاں کتاب کے نام کے ساتھ لفظ "من" لگا دیا ہے۔

۸۔ آٹھواں اصول جس تفسیر کے علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر تفسیر کی وضاحت موقوف ہے یا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے تو صرف "کہہ کر واضح کر دیا ہے۔

۹۔ نویں اصول لطائف، نکات، نکات اور نفاک کے ذریعہ تفسیر کو طویل نہیں کیا حضور صرف حل القرآن رکھا گیا۔

- ۱۰۔ دسواں اصول تفسیر اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ربط خود ظاہر ہو جائے اور کہیں ربط لکھ کر بھی واضح کیا ہے۔
- ۱۱۔ گیارہواں اصول اختلافی مذاہب میں صرف مذہب شفی کو لیا گیا ہے، دوسرے مذاہب کو ضرورت کے تحت حاشیہ میں لکھ دیا ہے۔
- ۱۲۔ بارہواں اصول طہی مہانت قرأت، لغت، بلاغت وغیرہ کی زبان عربی رکھی ہے تاکہ عام اس طرف توجہ ہو کر مشغول نہ ہوں۔
- ۱۳۔ تیرہواں اصول تفسیر میں جہاں استہزیٰ لکھا ہے مراد مولانا محمد یعقوب ہیں جہاں مرشدی لکھا ہے مراد مولانا لدو اللہ صاحب کی ہیں۔ جہاں لکھ نہیں لکھا وہاں ذاتی پیدائش ہیں۔
- ۱۴۔ چودھواں اصول ربط ہر سورت کا بلا لفظ لکھا گیا ہے اور آغاز سورہ میں سورہ کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔
- ۱۵۔ چودھواں اصول مسائل فقہیہ کا ہے۔ ان مسائل پر اجماعی حقیقتیں کی ہے جس پر ہم کلام اللہ موقوف ہے۔
- ۱۶۔ سولہواں اصول جن آیت کی تفسیر میں حدیث مرفوعہ ہے۔ اس جگہ کسی کا قول نہیں لیا ہے۔ (۷۸)

۳۔ تفسیر پر اہل علم کی آراء

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: مولانا نے اپنی تفسیر میں روایات صحیحہ اور اقوال سلف صالحین کا احترام کیا ہے فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ شہادت اور شکوک کو حل کیا گیا ہے۔ صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کیے گئے ہیں تمام کتب ظاہر کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی قول کو دلائل سے ترجیح دی گئی ہے۔ یہ تفسیر تیرہویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے اس لیے تمام قدماء کی تصانیف کا خلاصہ ہے اور مختلف دستخط حقیقتات اس میں یکجا مل جاتی ہیں۔ (۷۹)

مولانا ابور شاہ کشمیری نے فرمایا: میں سمجھتا تھا یہ تفسیر عوام الناس کے لیے لکھی گئی ہے لیکن تفسیر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سے علماء بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ (۸۰)

مولانا ابورسید کاندھلوی نے فرمایا: جو مضامین کئی صفحات کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ حضرت فتاویٰ امین پندرہ سطروں میں حل کر دیتے ہیں۔ (۸۱)

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: اس کی قدر و قیمت تو صرف وہی علماء جان سکتے ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن کے پورے ذخیرے کو چھانا ہو اور مشکل مقامات پر مختلف مفسرین کی تفسیریں پیش نظر ہوں۔ وہ دیکھیں گے کہ بلاے بلاے اختلافات کو وہ چھانکوں میں حل کر دیا گیا ہے۔ (۸۲)

اسی قسم کی کرامت کا مولانا احتشام الحق فتاویٰ، عبدالہدی عادی (۸۳)، مولانا عبدالواحد دریا آبادی مولانا امجد سید دہلوی، مولانا محمد بانگ کاندھلوی اور قاضی محمد زاہد الحسینی نے کیا ہے۔ (۸۴)

۵۔ بیان القرآن کے سلسلہ بعض امور کی نشاندہی و تجلویز

بیان القرآن کے سلسلہ میں امور کی نشاندہی و تجلویز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے:

۱۔ فرستہ مضامین ۲۲ ہیں جن کی وجہ سے مطالعہ کرنے میں وقت ہوتی ہے اور وہ بھی قدیم طرز پر ہیں۔ اس میں سطر اور سطر کے درمیان نشاندہی کی گئی ہے جو کہ اکثر مقامات پر لگا ہی مظاہرین کے سامنے م ۳، سطر ۹ پائی ہے، سطر ۱۰ ہے، سطر ۳ ہے۔ (۸۵)

۲۔ سورتوں اور آیات کا نمبر پوری تفسیر میں ملتا ہے۔

۳۔ پوری تفسیر میں ہر سطر پر دس سے بارہ حواشی ہیں اور ہر حاشیہ ایک ایک عنوان کے تحت لکھا گیا ہے لیکن ہر حاشیہ نمبر میں ہیں پھر قدیم طرز کے نکات ("م"، "م"، "م" استعمال کیے گئے ہیں جو کہ باہم بہت ملتے جلتے ہیں۔ پہلے اس کتاب کو ذہن میں محفوظ کرنا پڑتا ہے پھر حواشی میں تلاش کرنے میں وقت صرف ہو ۲۰ ہے۔

- ۳۔ بعض مقالات پر حواشی کتب فقہ کی طرز پر ہیں، انہیں ملاحظہ کرنے کے لیے فقیر کو
تعملاً پڑانا ہے یا بعد کو خود گھومنا پڑتا ہے۔^(۸۶) یہ قدیم طرز ہے۔
- ۴۔ فقیر کے آغاز میں تو کئی زبرد نظروں سے چھے چھے فقیر آگے لا سکتا ہے، تو کئی زبرد
وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے جس سے فقیر میں یکسانیت باقی نہیں رہتی۔^(۸۷)
- ۵۔ اسی طرح مولانا قاضی نے جن فقیری خصوصیات کا اظہار فرمایا ہے ان کا فقیر کے
آغاز میں التزام کم ہے، البتہ سورہ نامہ سے التزام ہے۔^(۸۸)
- ۶۔ مولانا قاضی کے لکھ میں عربی فقہی کا استعمال بہت قابلہذا آپ نے فقیری مقالات
میں بکثرت یہ ناپائیدار استعمال کی ہیں مثلاً قوم فرعون پر قبلی تھی اس کا ذکر کرتے
ہوئے مقالات قائم کیے ہیں۔

بداندیشی قبطیان باسبطیان و تحزن ایشان اروتسلیہ موسیٰ
علیہ السلام ایشان را

دوسرا عنوان غلط ہے :

تسلیط بلایات بر قبطیان باز اعلیٰ ایشان

پھر جلد چہارم کے تقریباً تمام مقالات عربی و فارسی میں ہیں۔^(۸۹) آج کے دور میں
یہ دور غیر مستعمل ہو چکی ہے۔

۷۔ اسی طرح مولانا نے فقیر میں بھی اقتدار کو ٹوٹا رکھتے ہوئے اور اعتراضات و شکوک کو
پیش نظر رکھتے ہوئے عربی انداز اختیار کیا ہے اور جہالت کو غصہ رکھنے کے لیے جانچ
و باج الفاظ کا استعمال کیا ہے جو کہ عام میں مستعمل نہیں اور ان کی کچھ سے بلا تاز ہیں
اس کے نتیجے میں فقیر کا دائرہ محدود ہو گیا۔^(۹۰)

لہذا مناسب ہو گا کہ بیان القرآن کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے اسے اپ نوٹس کیا
جائے، تمام جلدوں، حواشی، سورہ، آیت میں مسلسل نمبر ڈالے جائیں۔ عربی فارسی مقالات
پر اصطلاحات کو اردو زبان میں لکھا جائے، تو زبرد قرآن کی طرح فقیری ملاحظہ کا دائرہ
بھی وسیع ہو جائے گا۔ کچھ حضرات نے یہاں انہی اسباب کی وجہ سے بیان القرآن کے
غلام سے تپ کے ہیں جس سے میرے موقف کی تائید ہوتی ہے، مثلاً :

۶۔ بیان القرآن کے خلاصے

۱۔ ایک "خلاصہ بیان القرآن" کے نام سے مولانا محمد عیسیٰ اور آبدی نے کیا ہے، اس میں بیان القرآن کے تمام مضامین مختصراً جمع کر دیئے ہیں، یہ قابلِ طبع ہے چکا ہے۔ (۹۱)

۲۔ دوسرا خلاصہ - "تفصیل و تفہیم تفسیر بیان القرآن" کے نام سے مولانا دھرمی اللہ خان اعظم گڑھی (اور آبدی) نے کیا ہے، یہ بانک انتظامی پریس کالج سے شائع ہوا ہے۔ (۹۲)

۳۔ تیسرا خلاصہ - "کسی القرآن حکیم مع ترجمہ و تفسیر بیان القرآن" کے نام سے مولانا فقیر احمد عثمانی نے کیا ہے اور یہ لوارہ القرآن کراچی سے شائع ہوا ہے۔ اس کی صحیح مولانا کے صاحبزادہ نے کی ہے اس میں تفسیری فوائد من و من شامل کر دیئے گئے ہیں۔ (۹۳)

۴۔ چوتھا خلاصہ - "قرآن حکیم مع مکمل تفسیر بیان القرآن" کے نام سے حاجی کبھی سے ۱۹۵۲ء سے شائع ہو رہا ہے اس کی تفہیم کتبہ کا نام نامیہ ہے۔ اس میں جو حصے عربی پر مشتمل تھے وہ نکال دیئے گئے ہیں۔ (۹۴) لیکن اس مسئلے کا صحیح حل یہ ہے کہ مکمل بیان القرآن کو اردو میں تبدیل کر دیا جائے تو اس کی اہمیت وہ چند ہے جانے کی۔

ان کزادوں کے باوجود اس ترجمہ و تفسیر کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

پانچویں صحت بیان القرآن کی مقبولیت اور قرآنی لٹریچر پر اس کا اثر

پر مشتمل ہے۔

مولانا قادیانی کی کتابیں متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ ان میں سندھی، اردو، گجراتی، پشتو، بنگلہ، انگریزی (۹۵)، عربی، ہندی (۹۶)، سینیگالی (۹۷)، اور بری زبانیں شامل ہیں لیکن ترجمہ قرآن کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا۔ مثلاً:

- ۱ ایک ترجمہ کنزری زبان میں ۱۹۶۶ء میں دارالاشاعت گلگور سے شائع ہوا (۹۸)
- ۲ دوسرا ترجمہ مع تفسیر نگار میں "تفسیر اثریہ بیان القرآن" کے نام سے ہوا (۹۹)
- ۳ تیسرا ترجمہ دلی زبان میں ہوا ہے۔
- ۴ چوتھا ترجمہ و تفسیر انگریزی زبان میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے لکھا ہے اس میں ہول آپ کے ترجمہ شیخ الہند حضرت قاضی سے نقل وادلی گئی ہے۔ (۱۰۰)
- ۵ پانچواں ترجمہ و تفسیر پنجاب زبان میں کام خاں نے کیا ہے اور ترجمہ میں حضرت قاضی کے ترجمہ سے وادلی ہے۔ (۱۰۱)
- ۶ چھٹا ترجمہ گجراتی میں ہوا ہے جو کہ مولانا حس الدین بدودی نے شیخ الہند اور حضرت قاضی کے ترجمہ کی مدد سے تیار کیا ہے مگر مولانا عبدالرحیم صادق کے نام سے شائع ہوا ہے یہ دو جلدوں میں ۱۳۶۰ء میں پیشکش ہے۔ (۱۰۲)
- ۷ ساتواں ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اردو میں ۵۷ فیصد حضرت قاضی کے ترجمہ کی مدد سے کیا ہے۔ (۱۰۳)
- ۸ آٹھواں ترجمہ مولانا سلیم الدین حسنی نے اردو میں شیخ الہند اور حضرت قاضی کے ترجمہ کو ملا کر مرجع المصنفین کے نام سے کیا ہے اور ہول حرم انہوں نے اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ اس ترجمہ میں حرم نے صرف زبان تبدیل کر کے اسے اردو میں کیا ہے۔ یہ دو جلدوں میں مکتبہ دلی کراچی سے شائع ہوا ہے۔
- ۹ نویں ترجمہ ہول مولانا سلیم الدین حسنی مرجع المصنفین کا گجراتی میں ہوا ہے۔ (۱۰۴)
- ۱۰ دسواں ترجمہ مجید الدین اثر زبیری لکھنؤی نے دو جلدوں میں حکوم اردو ترجمہ کیا ہے اور اس میں حضرت قاضی کے ترجمہ سے وادلی ہے۔ یہ ترجمہ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ (۱۰۵)

یہ ترجمہ قرآن اسی کیفیت میں متعدد ظاہر کے پمپ چکا ہے مثلاً:

- ۱ تفسیر کنز میں اس کے ساتھ ۱۹۶۸ء میں کراچی سے (۱۰۶)

- ۳۔ قصیر ابن کثیر کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں دیوبند سے (۲۰۷)
- ۴۔ قصیر علی القرظی کے ساتھ ۱۹۶۰ء میں دیوبند سے (۲۰۸)
- ۵۔ صدف القرظی مفتی محمد شفیع کے ساتھ "توضیحی ترجمہ" اردو میں شائع ہوا ہے۔ (۲۰۹)
- ۶۔ صدف القرظی مفتی محمد شفیع کے ساتھ "توضیحی ترجمہ" انگریزی میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ (۲۱۰)

بیان القرظی کی تفسیر سے بھی متعدد حضرات نے مدد لی ہے جن میں سے مولانا محمد امجد کا درس قرآن^(۱۱۱) اردو میں اور مولانا جس الدین ملاحوی کا گجراتی میں اس کے علاوہ بری اور بھگلی ظاہیر کی تصنیف میں بھی اس سے مدد لی گئی ہے۔ جو کہ بیان القرظی کی قبولیت کا واضح منظر ہے۔

اس منظر اور جامع جائزہ کے بعد "بیان القرظی" پر بحث سے آپ کے سامنے آیا ہے۔ انہی الفاظ میں اپنا یہ موضوع مکمل کرتا ہوں۔

حواشی و حوالہ جات

- ☆ میں نے یہ تفسیر محدث محمد رشیدی ہاشمی پور پبلسر ڈاکٹر ابو اقبال صاحب (قاسم) دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی لکھا تھا اور جملہ تصنیفات اسی تفسیر میں مندرج ہیں۔ نیز یہ تفسیر ہندو غیر منسوب ہے۔
- ☆☆ یہ تصنیفات مذکورہ تفسیر ہی سے لے کر لیں۔
- ۱۔ اشرف السوانح - مولانا عزیز الحسن ہندوبادشاہ تالیفات اشرفیہ مکان (اکتوبر ۱۹۸۵ء) ج ۱ء ص ۱۰۱۔ اور نوحۃ الخواطر و نوحۃ المسامح والنواظر۔ مولانا علی الحسنی (مندی) (نور محمد اشرفیہ کراچی) ۱۹۷۶ء ص ۵۶/۸۔ اور تاریخ دارالعلوم دیوبند۔ نیاں صاحب رضوی (ادارہ اشرفیہ دارالعلوم دیوبند) اپنی اشرفیہ اشرفیہ (۱۹۷۸ء) ص ۵۱/۲
- ۲۔ اشرف السوانح ۱/۱۰۰ اور پورہ نظام۔ نیاں سلیمان مندی (پبلس کثرت اسلام کراچی) ۱۹۸۳ء ص ۲۵۳۔ اور صحیح طبرہ۔ ڈاکٹر لے علی اشرفیہ (مترجم) پبلس کثرت اسلام (۱۹۸۱ء) ص ۶۶/۱

- ۳۔ اٹھ طاہر دیہہ۔ محمد اکبر شاہ قادری (لواء اسلامیات لاہور) میں ۳۳، اور پورنٹھان میں ۳۵۳ اور دم اشرف کے چراغ سید احمد (مہاجر اکیڈمی جامعہ اشرفیہ لاہور) میں ۱۶ (۱۹۹۲) میں ۵۔
- ۴۔ اشرف السوانی (۱۹۶۱) اور جس کے سلسلے میں۔ عبدالرشید ارشد (کتبہ رشیدیہ لاہور) میں ۳۰۲ اور فضلاء دارالعلوم لاہور کی قرآنی خدمات۔ چھ صدی دہائی (پینچل پریس دیہہ) میں ۱۶، سہ جلدی سلطان جہر تھوہب، ضیاء الدین لاہوری (قائم پریس لاہور ۱۹۸۳ اور ۲۰۰۳)۔
- ۵۔ اشرف السوانی (۱۹۶۳) مشاعر طاہر (۲۲/۱) پندرہ اگست لاہور، حضرت فتاویٰ نمبر (۱۹۸۷) اور ۱۹۸۷ء میں ۳۰۱۔ ۱۹۸۲ء میں فراغت لکھا ہے جو کہ درست نہیں اس لیے کہ پندرہ سال سے زائد ہو جاتی ہے تاریخ دارالعلوم دیہہ ۱/۲ اور فضلاء دارالعلوم لاہور کی قرآنی خدمات میں ۱۶ کے مصنفین نے میری بیان کردہ تاریخ لکھی ہے۔
- ۶۔ پندرہ جلدی کا مشق اعظم پاکستان نمبر (مشہور آئٹم کراچی) میں ۲۱۳، اور مشاعر طاہر (۲۲/۱) جس کے سلسلے میں ۳۰۲ پندرہ اگست ۱۹۶۱ء۔
- ۷۔ اشرف السوانی (۱۹۷۱/۲) اور ۱۹۷۲ء میں ۳۲۲ اور ۱۳۸/۲ اور ۱۳۲ جس کے سلسلے میں ۳۰۲ پورنٹھان میں ۲۵۳ اور دم اشرف کے چراغ سید احمد صاحب نے اپنی کتاب میں ۹۷، نظام و ہدایت کے نام جو کرائے لاہور کے تصنیفی احوال لکھے ہیں۔
- ۸۔ حکیم الامت کے نقوش و نثرات۔ عبدالباہر دیوان لکھنؤ (۱) میں جس الدین صاحب نے کتب لاہور، طبع اول ۱۹۵۲ء) میں ۵۹۲ اشرف السوانی (۸۳/۳) نیزہ الخاطر (۵۶/۸) پندرہ جلدی کا مشق اعظم پاکستان نمبر میں ۲۲۶ نیزہ دیکھئے مولانا اشرف علی فتاویٰ اور تحریک آزادی۔ پرنٹس احمد سید (خانہ کتب عالی کینٹونمنٹ لاہور) میں ۱۵۹ طاہر دیہہ اور مولانا سید عبداللطیف حیدر لکھنؤ (کتبہ مجلس کام الصوف دیہہ) حضور بیان القرآن مطبوعہ سراج کتب خانہ طبع اول ۱۹۵۳ء (اقبال لاہور طاہر پاک، دیہہ) اور اہل حق قدوسی (اقبال لاہور پاکستان لاہور ۱۹۷۷) میں ۱۶، پندرہ جلدی دیہہ۔ دارالعلوم دیہہ نمبر (۱۹۸۰) میں ۳۰۵ تاریخ دارالعلوم دیہہ ۱/۲۔ فقیر پاکستان لاہور طاہر دیہہ۔ مشق عبدالرحمن (مطبوعہ لاہور)۔ ترجمہ انیس دارالعلوم۔ عبدالرحمن لاہور کتب المطبوعات الاستاذہ لبنان طبع اول ۱۹۸۷ء میں ۸۔ آپ کے طلبات ۲۶ جلدوں میں لواء تعلیمات اشرفیہ سے تاریخ ہو چکے ہیں اور شہری میں ۲۰ جلدوں میں ۱۵۷ سے پہلے تاریخ ہو گئی ہے، تحصیل دیکھئے پندرہ اگست میں ۱۶ اشرف السوانی (۲۲/۳) آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۶۶ بیان کی گئی ہے اور قرآن

تھیم کے لئے تمام۔ ڈاکٹر صالح عبدالحکیم (مستاد بی ایچ ڈی علی گڑھ یونیورسٹی، قریبی کتب خانہ کراچی) میں آٹھ ۲۳ ۲۳۶ میں ۳۲۶ لکھی ہے۔

۹۔ دیکھئے The Quranic Contributions of Ulama-e-Deoband

غیر منسلکہ 1866 to 1988- p.57 to 90

۱۰۔ عمل بیان القرآن۔ اشرف علی تھانوی (انجیلیم سید کتبھی کراچی) ۲/۱۔

۱۱۔ ہمارے نمونہ دیکھئے عمل بیان القرآن (انجیلیم سید) ۱/۳ پر ۱۱ جگہ حواشی میں حوالہ موجود ہے۔

۱۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کا تحقیقی جائزہ (مستاد بی ایچ ڈی علی گڑھ یونیورسٹی)۔ ڈاکٹر ریحانہ ضیاء صدیقی (علی گڑھ ڈی پے پرنسپل علی گڑھ) ۱۹۹۵ء میں ۲۶۳

۱۳۔ ماہنامہ اہلسن حضرت تھانوی نبر میں ۱۲۲ مزید دیکھئے جس سے مسلمان ۳۳۳

۱۴۔ فرسٹ پبلیکیشن تھیم لاسٹ۔ ڈاکٹر عبداللہ (کتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی علی گڑھ) ۱۴۰۷ء

میں ۶۰۱ مزید دیکھئے ماہنامہ اہلسن میں ۱۲۲ اور جس سے مسلمان ۳۳۳ اس کام کو مزید

لوگوں نے بھی کیا ہے مگر مختصر ہے اسے مزید پھیلا جا سکتا ہے دیکھئے ضلالت۔ اشرف علی

تھانوی (ادارہ اشرفیہ ۶۶ ج)۔

۱۵۔ فرسٹ پبلیکیشن تھیم لاسٹ میں ۵۹۹ انقلاب الاسلام میں السنہ عبداللہ کتبھی

(منسلکہ و مطبع ۱۹۵۸ء) میں ۱۷۰ اسی قسم کا کام قرآن کریم کے حقوق کے نام سے بھی ہوا

ہے۔ اہلسن میں ۶۱۷

۱۶۔ فرسٹ پبلیکیشن تھیم لاسٹ میں ۵۹۹

۱۷۔ تفسیر علی القرآن۔ صوبہ اہم کیرانوی (ادارہ تھانوی دہلیہ علیا ۳ ج) غلط کچھ

مختصر۔ حضرت تھانوی۔

۱۸۔ میں نے اس حاشیہ کا تذکرہ کسی اور جگہ نہیں دیکھا ہے، مولانا صوبہ الرحمن اعظمی نے یہ ماہنامہ

دارالعلوم دہلیہ کی ذاتی لائبریری میں اس کا تذکرہ موجود تھا وہیں سے مولانا ماہنامہ نظام دہلیہ

ستمبر۔ جولائی ۱۹۸۱ء نقل کیا گیا ہے۔

۱۹۔ مولانا محمد عبداللہ بھٹوی (المرکز عالم) نے اپنی کتاب البیان قرآن (منسلکہ اور

پریس نبر ۶ ٹیل ماہنامہ سینی ٹیٹے علی گڑھ ۳۳۶ء)۔ میں ۵۲۸ اور ۵۲۸

۲۰۔ جس سے مسلمان ۳۳۳ اور ماہنامہ اہلسن حضرت تھانوی نبر میں ۱۲۱ اور ۲۳۰ علی گڑھ

مولانا اہلسن نے بھی اس ترجمہ پر تنقید کی ہے۔ دیکھئے مقدمہ تفسیر عثمانی (منسلکہ مطبعہ عبیدی

۱۰ منسلکہ علی گڑھ لہ ظہیر المصنف الشریف سعودی عرب) پانچ تمام قرآنی اور سالم

کا می ص ۳۰ (مجلس سلف القرآن دہلیہ ۱۹۶۸ء)

- ۲۱۔ مہتممہ الحسن حضرت قتادہ زہری میں ۱۲۱ اور ۲۳۰۔ جس سے مسلمان ص ۳۳۳ بیان
تراجم القرآن ص ۵۱۵ ۵۲۔ جسے اس ترجمہ پر شبہ ہے یہ ترجمہ مولانا عبدالغفور کھوسو کا نہ
ہو، ان کا بھی ایک ترجمہ قادیان خطوط کی شکل میں دہلی پبلشر صاحب ہو گا۔
- ۲۲۔ فرست جلیفات حکیم الامت ص ۳۳۲ اور مہتممہ الحسن ص ۱۲۲ جس سے مسلمان ص ۳۳۳
- ۲۳۔ مقدمہ مکمل بیان القرآن (مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱۳۵۳) ج ۱ ص ۱۰۱
حوالہ اور میں تفسیری لب لباب ایک جدید نسخہ و تخریجی ہائے۔ ڈاکٹر محمد نسیم حنی (مدرسہ ملیہ اسلامیہ
مدرسہ اہلک ٹرسٹ گلشن اقبال کراچی ۱۹۹۳ء) ص ۲۹۵۔
- ۲۴۔ ایضاً
- ۲۵۔ دیکھئے مقدمہ بیان القرآن مطبوعہ۔ ایچ ایم سعید ج ۱ ص ۱۰ ج اور ۳/۱۲۷ اشرف السوانی
۳/۳۲۲ اور ۳۳۸ اور قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۲۷۸۔
- ۲۶۔ علماء دارالعلوم لدہن کی قرآنی خدمات ص ۲۳

27. WORLD BIBLIOGRAPHY OF TRANSLATIONS OF THE
MEANINGS OF THE HOLY QURAN 1515 TO 1980 BY RE-
SEARCH CENTER FOR ISLAMIC HISTORY
(ISTAMBUL FIRST ED.1986) P.546

اس میں صرف ترجمہ کا ذکر ہے ڈاکٹر ابو خان نے قرآن کریم کے اردو تراجم (تفہیمات)
(مکتبہ قوی زبان اسلام آباد طبع اول ۱۹۸۷ء) میں ص ۵۱ پر اسی عنوان سے لکھا ہے لیکن
دخالت کرتے ہوئے تفسیر قتادہ کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ نہ کوئی حوالہ دیا ہے نہ خود نام لکھ
سے کوئی اشارہ دیا ہے نہ کسی نسخہ کی نشاندہی کی ہے۔

۲۸۔ بیان تراجم القرآن ص ۶۳

۲۹۔ بیان تراجم القرآن ص ۶۳

۳۰۔ بیان تراجم القرآن ص ۶۳۔ اس نسخہ میں ترجمہ قتادہ کا تفسیر میں مضامین خوب لکھی
مسائل تفسیر و غیرہ شامل ہے جسے مرزا محبوب بیگ نے ترتیب دیا تھا۔

۳۱۔ بیان تراجم القرآن ص ۶۳۔ اس نسخہ پر مرتبہ قتادہ لکھا تھا حالانکہ اس پر حاشیہ مولوی
نور محمد چشتی نے تفسیر کبیر بن کبیر و غیرہ سے خلاصہ کر کے لکھ دی تھی۔ اس نسخہ میں ترجمہ
بھی یکے تبدیل کیا گیا تھا، حتیٰ کہ حضرت قتادہ نے بھی لکھا کہیں ترجمہ میرا ہے، کہیں دوسرا
کہہ دیا ہے۔ ص ۶۹ حاشیہ میں قال ہمارے، خوب وار غلط تاریخ حدیث لکھ دی تھی ص ۶۷

۳۲ اس قصیر کا ترجمہ روشنی باندھ شہری نے کیا تھا اور یہ اظہارِ قرآن مجید کے نام سے قدوسی نے دہلی سے شائع ہوا تھا۔ دیکھئے قرآن کریم کے اردو تراجم ص ۵۰ اور

WORLD BIBLIOGRAPHY, P. 543

۳۳ اس میں لفظ قرآن غیر مناسب انداز میں بیان کیا گیا تھا یہی حال یہاں مسلمان کے استخراج کا قلم شدہ ہے یہ ۱۹۳۳ء خدیجی ڈاکٹر علی شامی نے ہے دیکھئے ص ۵۷۷ مسلمان ص ۳۳۳ فرسٹ چیفٹنٹ مجیم کاسٹ قرآن مجیم کے اردو تراجم ص ۱۳۷ اور دہلیہ الرشید دارالعلوم دہلیہ نمبر (۱۹۵۰) ص ۵۷۷۔

۳۴ یہ تمام تصانیف کی قصیر کا ترجمہ کے نام سے ہے۔ اردو تصانیف ۶/۶۵۶ اور دہلیہ انیس ص ۲۳۱ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی طرح دیگر مذاہب میں بھی لفظ ہے۔

۳۵ یہ تمام تصانیف میں اللہ کی اس لفظ قرآنی ہے اور ہے کہ قرآن کے اصل لفظ صرف اللہ کے لیے غیر مناسب ہیں اور اللہ اللہ اللہ اللہ کے معنیوں کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ دیکھئے دہلیہ انیس ص ۲۳۱ اور تصانیف ۲/۳۵۷۔

۳۶ انہی تراجم انگریزی ص ۶۳-۶۴ صرف یہی نہیں ہے ترجمہ بھی تہذیب کرید

۳۷ خضر علیہ السلام اور انگریزی مکتبہ مدنیہ ص ۱۰۱ ص ۱۰۱

۳۸ مکمل بیان انگریزی ایچ ایم سید ج اس ایچ ج ۳/۱۳۷-۱۳۸ اور سالہ نے اپنے ہی ایچ ڈی علیہ السلام قرآن مجیم کے اردو تراجم میں تخیل کی بدولت ۱۹۵۵ء بیان کی ہے جو کہ لفظ ہے ص ۷۸۔ اسی طرح سبب و مستند ترجمہ (صحبت القلاح مشہور آئینٹ کراچی ۱۳۸۷ء) میں ۲۳۷-۱۹۱۵ لکھی ہے، یہ بھی لفظ ہے۔

۳۹ غلطیہ دارالعلوم اور ان کی قرآنی تصانیف ص ۱۶، ۱۳ میں لکھی ہے جو کہ لفظ ہے دیکھئے انگریزی ۳/۲۸۸ اور مکمل بیان انگریزی ایچ ایم سید ج ۱/۱۶۰۔

۴۰ خضر علیہ السلام اور انگریزی ایچ ایم سید ج ۱، ص ۱۰۱

۴۱ جس کے مسلمان ص ۳۳۲

۴۲ انہی تراجم انگریزی ص ۶۳

۴۳ خضر علیہ السلام اور انگریزی ایچ ایم سید

۴۴ قرآن کریم کے اردو تراجم ص ۵۰ اور **WORLD BIBLIOGRAPHY, P. 543**

۴۵ انہی تراجم انگریزی ص ۶۳

۴۶ انہی تراجم انگریزی ص ۶۳

- ۳۷۔ قرآن کریم کے اردو تراجم میں ۵۳۔ WORLD BIBLIO GRAPHY. P.544
- ۳۸۔ ایضاً
- ۳۹۔ ایضاً
- ۵۰۔ ایضاً
- ۱۶۰۔ WORLD BIBLIO GRAPHY. P.520
- ۵۲۔ ایضاً میں ۵۳۲ اور قرآن مجیم کے اردو تراجم میں ۲۷۸
- ۵۳۔ اردو میں قصیری لوب میں ۲۹۶
- ۵۴۔ تاریخ قرآن شریف۔ ماری شریف امرو (کتبہ رشیدیہ کراچی) میں ۲۲۹
- ۵۵۔ WORLD BIBLIO GRAPHY. P.544
- ۵۶۔ حضور بیان القرآن۔ ایچ ایم سعید ج ۱، ۱۱ میں لکھ
- ۵۷۔ حضور بیان القرآن ایچ ایم سعید ج ۱ میں اب اور اردو میں قصیری لوب میں ۲۹۶
- ۵۸۔ گنگ نام اشرف الطبع قدس لہون ہے۔ حضور بیان القرآن ایچ ایم سعید میں اب اور اردو میں قصیری لوب میں ۲۹۶
- ۵۹۔ تفسیر کا نام "قرآن المجیم" ج مکمل بیان القرآن، ترجمہ "ذکر مجیم" نامت ۱۹۷۷ اشرف علی صاحب جہاں کبھی لیکچر شیخ اعلیٰ (۱۹۵۳ء) بجگہ قصیر میں سے عربی حدیث مساجد اسلامک ڈیپارٹمنٹ لکھنؤ ہے۔
- ۶۰۔ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ مکمل ایڈیشن ۵۷ کبھی ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے اور ایچ ایم سعید کا شائع کردہ بیان القرآن اصل نسخہ کے میں مقالہ ہے مگر خود عبارت مذکور نہیں ہے۔
- ۶۱۔ حضور مکمل بیان القرآن (سطور، ایچ ایم سعید)
- ۶۲۔ حضور بیان القرآن (سطور، جہاں کبھی کراچی)
- ۶۳۔ حضور قصیر مکتبی
- ۶۴۔ ایضاً اہلسن حضرت قتادہ بنی نیر میں ۱۱۹ عربی دیکھئے اور دیکھانہ نے علیہما بنی عدی (مجلس تشریحات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء) میں ۳۵۳
- ۶۵۔ قرآن مجیم کے اردو تراجم میں ۲۹۰
- ۶۶۔ ایضاً اہلسن حضرت قتادہ بنی نیر میں ۲۳۳
- ۶۷۔ قرآن مجیم کے اردو تراجم میں ۲۸۳۔ عربی ترجمے دیکھئے میں ۲۸۸، میں ۲۷۸ اور میں ۲۹۰ اور جہاں تراجم قرآنی میں ۵۰

- ۶۸۔ حضور بیان القرآن (ایچ ایم سید) ج ۱/۱ اب
- ۶۹۔ علامہ مظہر العلوم کی تصنیفی و تحقیقی خدمات۔ مہ شہد سید چندی (کتب خانہ اشاعت العلوم
نئی ممبئی سید چندی پبلشرز، ممبئی ۱۱۹/۲)
- ۷۰۔ بیان القرآن (ایچ ایم سید) ۳/۱
- ۷۱۔ خطبہ ۱/۱، مباحث چندی کے مغل و عربی خطبات پر اعتراضات جو انہوں نے اپنی کتاب
الہیان قرآن القرآن کے ص ۵۰۶-۵۰۷ پر لکھے تھے اس کے جوابات ہیں۔
- ۷۲۔ خطبہ دیکھئے ۷/۳۵-۳۲
- ۷۳۔ خطبہ دیکھئے ۱۳/۱۱۹-۱۱۷-۱۱۶ لے رہا ہے سنی تعلیمات فی نقل آیات کے ص ۳۱۶ سے ۳۱۹ اب بھی
مستقل کتاب لکھی ہے۔
- ۷۴۔ حضور بیان القرآن (مسلوہ جمع کئی کراچی)
- ۷۵۔ بیان القرآن (مسلوہ ایچ ایم سید) ۱/۱-۱۷۷
- ۷۶۔ ماہنامہ الحسن (حضرت قاضی نسیر) ص ۱۳۱
- ۷۷۔ ایضاً ص ۱۳۲
- ۷۸۔ حضور بیان القرآن
- ۷۹۔ تفسیر بیان القرآن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ص ۳۲۱ اور ماہنامہ الحسن ص ۱۳۰
- ۸۰۔ تاریخ دارالعلوم دہلیہ ۲/۲۰۶ اور ص ۷۷-۷۸ مسلمان ص ۳۳۲
- ۸۱۔ ماہنامہ الرشید (دارالعلوم دہلیہ نسیر) ص ۵۷۴
- ۸۲۔ قرآن حکیم کے لفظ قرآن ص ۲۸۸ اور علوم القرآن۔ مجلس سورہ نقل خطبہ
(مسلوہ دارالعلوم کورنگی کراچی) ص ۵۰۷
- ۸۳۔ قرآن حکیم کے لفظ قرآن ص ۲۸۸ اور بیان قرآن ص ۵۰
- ۸۴۔ لفظ ہی تفسیری نوٹ ص ۳۹۷-۳۹۸
- ۸۵۔ بیان القرآن (ایچ ایم سید) ۷/۱
- ۸۶۔ خطبہ دیکھئے ایضاً ۳/۲
- ۸۷۔ خطبہ دیکھئے ایضاً ۹/۷۳ اور ۳۸۸ تا ۳۸۹ مباحثہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے
ص ۲۸۰
- ۸۸۔ خطبہ دیکھئے ۲/۱، یہاں قرآن کا ترجمہ سے لیا گیا ہے۔
- ۸۹۔ خطبہ دیکھئے ۳/۳۵

- ۹۰۔ ڈاکٹر رحمت نے بھی اپنے حوالہ میں ان کتابت کی طرف کچھ اشارے کیے ہیں۔ دیکھئے
 ۱۹۷۶ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء
- ۹۱۔ فرسٹ ایڈیشنات حکیم الامت میں ۵۹۹
- ۹۲۔ ایضاً۔ میں ۶۲۰
- ۹۳۔ یہ حاکم سہارنوں کی نقل میں اور ایک جلد میں ۵۵۲ میں ہے، یہی اس لہجہ سے مسلسل شائع
 ہو رہا ہے طبع اول میں سچ فراموشی کا نام قائم رکھا گیا۔
- ۹۴۔ حاکم کے پاس "سچ مکمل" کا نسخہ تھا ہے جس سے مکمل فقیر کا نسخہ ۲۰۰ ہے۔ دیکھئے
 حوالہ بیان القرآن (۵۷۱ کئی کراچی ۱۹۵۲ء)
- ۹۵۔ اشرف الاولیٰ ۳/۳۶۲ ۳۶۷
- ۹۶۔ فرسٹ ایڈیشنات حکیم الامت میں ۶۱۳
- ۹۷۔ قرآن مجید کے تراجم جنوبی ہند کی زبانوں میں۔ مطبعہ قرآنی (مدیر) پبلیکیشنز کراچی
 (۱۹۹۰ء) میں ۱۳۲
- ۹۸۔ جائزہ تراجم قرآنی میں ۱۳۶ اور ۱۹۸۸ء جگہ کراچی ۸ جنوری ۱۹۸۸ء۔
- ۹۹۔ فرسٹ ایڈیشنات حکیم الامت میں ۶۲۰ اس زیر کہ ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء میں مباحثہ مباحثین اور
 علوم الحق نے زیر کر کے شائع کیا ہے۔ اور العارف مجلہ طبعی (۱۹۸۸ء) میں ۸۱
- ۱۰۰۔ ۱۹۸۸ء اور ان کتابت اسلام آباد۔ حوالہ حاکم لیلیٰ الرحمن قادری میں ۴۱
- حکیم الامت نقوش و جہازات میں ۲۳۹
- ۱۰۱۔ قرآن مجید کے تراجم جنوبی ہند کی زبانوں میں میں ۱۳۲
- ۱۰۲۔ جائزہ تراجم قرآنی میں ۱۳۸، ۱۳۷
- ۱۰۳۔ جائزہ تراجم قرآنی میں ۶۴
- ۱۰۴۔ کتبہ دہلی کراچی میں نے ۱۹۸۳ء سے بلاشبہ یہ معلومات حاصل کی ہیں۔
- ۱۰۵۔ مزید تحصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے World Bibliography, p547
- اور قرآن حکیم کے اور تراجم میں ۱۶۱ جلد ۱۹ جنوری (قرآن نمبر) ۲/۲۰۵
- ۱۰۶۔ یہ بھی جلد میں طبعی سید قرآن گل کتبھی سے شائع ہوئی ہے اس ی فقیر کا ترجمہ مولانا علی
 الرحمن کاندھلوی نے کیا ہے۔
- ۱۰۷۔ یہ پانچ جلدوں میں کتبہ فیض القرآن دہلی سے ۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا اس میں
 زیر میں کتبہ مولانا اختر شاہ کتبھی کا نقل۔

- ۱۰۸۔ یہ ۱۱ جلدوں میں ۱۹۶۰ء میں ادارہ قاضی کتب تکہ ادویہ دہلی سے شائع ہوئی ہے اس میں پہلے ۱۱ جیب اور کیرٹری کا زیر شامل تھا بعد میں اس کا زیر شامل کر حضرت قاضی کا زیر شامل کیا گیا ہے دیکھئے خصوصاً فقیر زاد۔
- ۱۰۹۔ یہ سنی مہ فقیح صاحب کی آٹھ جلدوں میں سہ ماہی القرآن کے نام سے دہراعلوم کراچی سے ۱۹۶۶ء شائع ہوئی ہے اس میں زیر شیخ ابو موسیٰ زیر حضرت قاضی کا ہے اور فقیر سنی فقیح صاحب کی ہے۔
- ۱۱۰۔ سہ ماہی کا انگریزی زیر حصہ حرمین کی مدد سے ۱۱۱۱ھ سنی مہلی کی زیر مگر ۱۹۹۷ء سے شائع ہو رہا ہے اس کی پہلی جلد چھپ کر کراچی سے شائع ہو گئی ہے۔
- ۱۱۱۔ یہ ۱۱ قرآن ادارہ اشاعت القرآن کراچی سے پہلی دفعہ ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا شروع ہوا اور کچھ جلدوں میں ۱۹۸۹ء میں مکمل ہوا۔



تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب :	حضرت حکیم الامت، مہر ملت مولانا اشرف علی تھانوی کے طبعی اور عملی مہرمان کارنامے
موضوع و مؤلف :	محمد اقبال قریشی
نام کتاب :	حضرت حکیم الامت، مہر ملت مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی خدمات
موضوع و مؤلف :	داتا محمد اشرف
ناشر :	ادارہ تالیفات اشرفیہ، جامعہ مسجد قاسمہ دہلی، ہریانہ آیا، طبع بیادول گرج
سال اشاعت :	۱۹۳۷ء اور ۲۰۰۶ء
صفحات :	پانچ سو ۲۲۰ اور ۷۷
قیمت :	پانچ سو ۱۰۵ روپے اور جوتی نہیں
تبصرہ نگار :	ڈاکٹر سید اختر

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳-۱۹۴۳) ہندی قریب کے بلند پایہ عالم دین اور شیخ طریقت تھے، انہوں نے دارالعلوم دہلی کے ابتدائی دور میں ایک طرف اس کے پچھلے مدرس مہاراجہ محمد سے استفادہ کیا تو دوسری جانب دارالعلوم کے تالیفیں طالب علم مولانا محمد حسن (جو تعلیمی مراحل سے گزر کر اپنی بارہ طبعی میں پڑھانے لگے تھے، پھر وہیں صدر المدرس بن گئے، اور آخر حیات میں "شیخ الحدیث" کے لقب سے معروف ہوئے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ ۲۱ برس کی عمر میں مولانا تھانوی مرہٹہ دہلی تعلیم سے فارغ ہوئے تو مولانا رشید احمد گلگوشی نے ان کے سر پر دستار فضیلت رکھی۔

مولانا تھانوی نے عملی زندگی کا آغاز ۱۰ سالہ ہی میں پڑھا تھا، اسے پڑھانے سے کیا اور مدرسہ فاضل عام کالج دہلی میں تدریسی خدمات اہم دینے لگے۔ اسی مدرسے کے ایک جلسہ تقسیم امداد میں مجلس مدرسہ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا، اور جدید و قدیم نظام ہائے تعلیم میں باہمی ہونی چاہئے کو پانڈے کے بارے میں سوچا گیا تھا۔ یہی سوچ اکتف مراحل سے گزرتی ہوئی دارالعلوم مدرسہ العلماء کنگو کی تالیفیں پر منتج ہوئی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مدرسہ فاضل عام کالج دہلی میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اسی شہر میں مدرسہ جامع العلوم میں منتقل ہو گئے، ۲۵ مئی ۱۸۹۸ء میں ان کا ۱۳ برسوں پر عرصہ تدریسی دور اس

وقت انعام کو پہنچ گیا، جب وہ اپنے شیخ طریقت حامی امداد اللہ مہاجر تہلی (م ۱۸۹۹ء) کے مشورے پر خانقاہ امدادیہ خانقاہ ہون (شیخ مظفر نگر-نیر پوریل) میں چلے گئے، اور پھر یہ خانقاہ کم و بیش ۲۵ برس تک ان کی جملہ علمی و ادبی، اسلامی اور تہذیبی خدمات کا مرکز بنی رہی۔

مولانا قنوی ایک مصلح ہے۔ انہوں نے زبان و قلم سے اہل اور بحیثیت جمہوی معاشرے کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ ان کی علمی خدمات میں تفسیر ”بیان القرآن“ سرپرست ہے جو آراء و زبان کے تفسیری سرمایے میں ممتاز ہے۔ اسی طرح تصوف و اخلاق اور علم کلام میں ان کی حدود جائزات ہیں۔ فقہی و اسلامی حوالے سے ان کی جائزات — ”بہشتی زیور“، ”اصلاح الارواح“، ”التعمیم الدینی“ اور ”الہدایۃ الی اللہ“ — کو جو پڑھائی حاصل ہوئی ہے، اس کے اثرات برصغیر کے مسلم معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہر طبقہ زندگی سے متعلق رکھنے والے ہزاروں افراد ان سے براہ راست استفادے کے لیے خانقاہ امدادیہ خانقاہ ہون آتے تھے۔ خانقاہ کی مشیخہ زندگی اور اہل قلم کے ہر وقت وہیں حاضر رہنے کے نتیجے میں مولانا قنوی کے فرمودات، مواضع اور طلبات ساتھ ساتھ ہی گھر لے جاتے تھے، اور محض عرصے میں عرب و مدائن نقل میں شایع ہو جاتے تھے، اگر یہ کہا جائے کہ ان کے معاصرین میں کسی دوسرے عالم دین یا شیخ طریقت کے فرمودات و مکتوبات کو اس قدر اہتمام سے منظر لکھیے کیا گیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ مزید برآں مولانا قنوی نے برصغیر کے مختلف حصوں سے متعلق رکھنے والے اپنے تربیت یافتہ مستفیدین کو غلامت و اہانت و بیعت سے نوازا، اور یوں ان کا لیسانہ وسیع سے وسیع تر بننے تک پہنچا چلا گیا، اور یہ سلسلہ اب ان کے علاوہ کے پانچویں کے ذریعے بدستور جاری ہے۔

مولانا قنوی کے مواضع و فرمودات میں ان کی زندگی اور مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ موجود ہے، تاہم ان کے عقیدت مندوں نے ان کی حدود سوانح عمری بھی لکھی ہیں اور ان کی خدمات دینی پر کئی کتب و مقالات شایع ہوئے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجددی کی ”اشرف سوانح“، مولانا مہدیاری ندوی کی ”جامع الہد دین“ اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی ”تکسیم اہمات: نقوش و آثار“ وہ چند سوانح عمری ہیں جن سے مولانا اشرف علی قنوی کی زندگی اور علمی و دینی مساعی پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

بدون آراء کے جناب مر اقبال قریشی، مولانا قنوی اور ان کے ملاحظین کے سرمایہ تحریر پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور گزارش کی برسوں سے مولانا قنوی کی تصنیفات کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

انہوں نے مولانا قانوی کے فرمودات و خطبات اور مواہب و خطبات، نیز ان کے سوانح نگاروں کی تصانیف سے باخبر چند کتابیں مرتب کی ہیں۔ ان کی جازہ زمین کا اول "صورت نسیم الامت، مہر ملت مولانا اشرف علی صاحب قانوی کے علمی اور عملی مہدوان کارنامے" ہمارے قلم نکر ہے۔

کتاب کا مہسوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ بنیاد ہم اقبال قریشی نے آغاز کتاب (۲۱ ص ۳۳) میں مولانا قانوی کے مختصر سوانح حالات درج کیے ہیں، اور مختلف محاسروں نے ان کے بارے میں جن جاڑات کا اظہار کیا ہے، انہیں اپنے ذوق کے مطابق ذیلی سرخیوں کے تحت نقل کیا ہے۔ بعد ازاں مولانا قانوی کی متعینہ زندگی میں اپنی صحت، حقوق العباد کی اورنگی کے احکام، معاملات کی منافی، اصلاح معاشرت کی نگیں، نیز ان کے طریق اصلاح وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ یہ ساری گفتگو خود مولانا قانوی کی تقریروں، ان کے فرمودات و مواہب یا ان کے حوالین کے حوالے سے ہے، اور ہر ایک روایت و اقتباس کا امتداداً حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ بنیاد ہم اقبال قریشی نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا قانوی "سمن اہل داؤد" کی اس حدیث: ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائتۃ سنۃ من بعدہ لہا دیبا (بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا کہ اس کے لیے دین کو نیا کر دے گا) کے تحت "مہر کائنات" ہے، ان خطبات میں انہوں نے مولانا قانوی کے خطبات "الافاضات العسیبہ" سے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

ایک صاحب نے خود نسیم الامت سے دریافت کیا کہ کیا مہر کا مہر ہوا کسی دلیل قطعی سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں، دلیل قطعی سے، یعنی علامات اور آثار سے۔ ایک اور مولوی صاحب نے ہم سے کہے یہ سوال کر دیا کہ کیا حضرت، مہر ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ احتمال تو مجھ کو بھی ہے، مگر اس سے زائد نہیں۔ ہزام اوروں کو بھی نہ کرنا چاہیے، جن کے دہر میں کھانٹاں ہے، باقی قطعی یقین تو کسی مہر کا نہیں ہوا جس پر بتانا اور جس دہر کا فضل ہو چاہے: ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (ص ۷۹)۔

اس روایت کے بعد ایک بزرگ کے خواب اور مولانا قانوی کی جانب سے دی گئی تعبیر درج کی گئی ہے اور نتیجہ یہ اخذ کیا گیا ہے: "صورت نسیم الامت کے بعد اب حضرت امام مہدی ہی آئیں گے اور آپ آخری مہر ہیں" (ص ۸۰)۔

بنیاد ہم اقبال قریشی نے مولانا قانوی کے مہدوان کارناموں کو علمی اور عملی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ علمی کارناموں میں ان کے آخر حیات کی تصنیفی مصروفیات اور ان کے ایسے پانچوہ مہسوعات پر روشنی ڈالی ہے، جن پر وہ مستقل کتابوں کی تالیف و ترتیب چاہتے تھے۔ ان ہی کتابوں میں سے ایک

مولانا غفر اللہ عثمانی کی مرتبہ "اعلاء السنن" ہے۔ "الذمات الیومیہ" کی روایت کے مطابق: "اعلاء السنن" لکھتے ہی مجاہد کتاب ہے، جس کی پہلی زبیر اہل کے بھی حدود تھے کہ دینے کے ہیں۔ مذہب حنبلی کی ضرورت میں یہ کتاب اہل شافعیہ کے لیے تھی۔ ہر برس اس کے حقیقی امداد کے معنی کر دی گئی ہیں" (ص ۱۸۸)۔

حکلی تہذیب کے تحت ۱۱۱۳ھ قادیانی کی ان خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انہوں نے طریقت، معاشرت اور سیاست کے میدانوں میں انجام دیں۔ "سیاسی خدمات" کے ضمن میں تحریک ترک مولاات سے ۱۱۱۳ھ قادیانی کے الگ تھک رہنے، شرعی قوانین کے اجراء کی خواہش رکھنے، اور آل اہل اسلام ایک کی حمایت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے (صفحات ۳۶۹-۳۷۹)۔ اس سلسلے میں یہ لکھا گیا ہے کہ جون ۱۹۱۸ء میں مولانا قادیانی نے یکم دسمبر کو سے کہا: "اہل یوں چاہتا ہے کہ (۱) ایک اہل ۲ اسلامی حکومت ہو، جہاں (۲) سارے قوانین کا اجراء، احکام شریعت کے مطابق ہو۔ (۳) بیت المال ہو۔ (۴) نظام زکوٰۃ قائم ہو۔ (۵) شرعی عدالتیں قائم ہوں" (ص ۳۷۵)۔ اس روایت پر سب ذیل تبصرہ لکھا گیا ہے:

گویا تصور پاکستان سب سے پہلے حضرت حکیم الامت ۱۱۱۳ھ قادیانی نے پیش کیا، سوائے اس کے کہ اس میں لفظ پاکستان استعمال نہیں کیا۔ اس کے قریب اڑھائی سال بعد شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے مشہور خطبہ "آباد میں فرمایا" میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک "مظہم اسلامی ریاست" کا مطالبہ کرتا ہوں" (ص ۳۷۵)۔

پھر یہ روایت "حکیم الامت: نقوش و تاثیرات" اور "سیرت اشرف" وغیرہ سے نقل کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بتاب محمد اقبال قریشی نے دونوں کتابوں کے ساتھ ساتھ ریکارڈ روایت نقل کی ہے، یا آخر الذکر کتاب "سیرت اشرف" پر ہی اصرار کیا ہے جس میں اہل الذکر کتاب سے ایک اقتباس درج کیا گیا ہے (مثنوی مہاراجن خان، "سیرت اشرف"، لاہور: شیخ اکبری، ۱۹۷۹ء، جلد دوم، ص ۲۰۰)۔ ۱۱۱۳ھ مہاراجن صاحب دریا ہادی نے یہ سب کچھ تصور پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے نہیں لکھا، بلکہ جس اس حوالے سے تحریر کیا کہ ۱۱۱۳ھ قادیانی پہلی اور سیرت حق میں کسی سے کم نہ تھے۔ یہ مثنوی مہاراجن خان مثنوی کا قافیہ رہے کہ انہوں نے مولانا قادیانی کو تصور پاکستان کا خالق بنا دیا۔ خود مولانا دریا ہادی نے "سیرت اشرف" کی دیکھی ہے امتدادوں سے اعتبار نا توئی کیا ہے۔ ایک مکتوب میں مولانا علامہ محمد حیدر ہادی کو لکھتے ہیں: "مثنوی صاحب نے 'سیرت اشرف' میں غلطیوں کو اور باطل یا ضرورت اقبال کو

۱۹۵۱ء (قانونی) سے گرا دیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں کتنے کتنے میں کیا نصف آتا ہے" (کلام محمد میدر آبادی، "رقعات ماہی"، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۵۳)۔

کیا ۱۹۵۱ء قانونی کے حوالے سے برصغیر کی تنظیم و دیگرہ جیسی کوئی بات ۱۹۴۸ء میں عام آدمی کے کان میں پڑی تھی، اس دور کی کسی قریر سے اس کی جانچ ہوتی ہے، یا ۱۹۵۱ء قانونی نے "اسلامی حکومت" کی جدوجہد کے لیے کوئی علم و دیگرہ قائم کیا تھا؟ جب ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو ان کے دینی جہل اور ہندسے کے حوالے سے جان کی گئی اس روایت پر انہیں سب سے پہلے تصور پاکستان فٹن کرنے کا اعزاز کیسے دیا جا سکتا ہے! علامہ اقبال بھی پہلے سیاست دان نہ تھے جنہوں نے برصغیر میں ہندو-مسلم مسئلے کے لیے ہندوستان کی تنظیم کی تجویز پیش کی تھی، بلکہ ان سے پہلے متعدد دوسرے اہل دانش بھی ایسی تجاویز پیش کرتے رہے تھے، لہذا علامہ اقبال کی تجویز کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ ایک سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم سے نکلی پار فٹن کی گئی تھی۔

۱۹۵۱ء قانونی کی "عملی جدوجہد" کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی حاضر جمالی، شعراء اور اب سے دلچسپی اور ان کی سمن مزاج کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ان کی اپنے بزرگوں، معاصر علماء و زعماء، شعراء اور بزرگانِ ملت میں ہند ایک کے بارے میں آراء یکے جا کی گئی ہیں۔ یہ آراء جہاں تحقیق و مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہیں، وہیں اہل حق و بائز کا عنصر بھی ان میں نمایاں ہے۔ علامہ شعلی نعمانی نے جب "تحریکِ ہفت علی ۱۹۵۱ء" شروع کی تو ۱۹۵۱ء قانونی کو سخت ناگوار گزرا اور انہیں گھس "مدعیانِ غیر خودی قوم" میں شمار کیا (ص ۲۰۲)۔ علامہ شعلی نعمانی کی سماجی تشفیات کو بن کے ۱۹۵۱ء "المامون"، "الامانی" و دیگرہ ہیں، ایسا خیال نہ کرتے تھے: "لہذا کہ ال مجربیت کی ۱۹۵۱ء ہے، پتا چلے نام رکھیں گے تو افریق، المامون، اگر صرف فاروق یا مامون رکھتے تو کیا ہرج تھا۔" "سیرۃ النبی" کی تالیف پر فرمایا: "آج کل اس قدر مذاق بگڑ گیا ہے کہ جہاد کی تصنیف سے اہل کمال کی تصنیف کا سہارا کرنا چاہتے ہیں، مادکہ اس میں حضور ﷺ کی شانِ بادشاہی تو ملے گی، مگر کمالاتِ نبوت کے ذکر کے اہتمام سے خالی ملے گی" (ص ۲۰۳)۔

اس ضمن میں ۱۹۵۱ء عیاض سلمی، ۱۹۵۱ء سند الہیاتی موسوی اور بعض دوسرے معاصرین کے بارے میں بھی ان کی آراء درج کی گئی ہیں۔ ۱۹۵۱ء قانونی کے زمانہ حیات میں شیخ الاسلام امام ابن جیبہ اور ان کے شاگردوں کے بارے میں اہل علم، بالخصوص علامہ شعلی نعمانی اور ان کے حلقہ اثر کے افراد نے نہایت جہش و ہند سے گھسا شروع کیا تھا، اور امام ابن جیبہ کی کتابیں ترجمہ ہونے لگی

تھیں۔ مولانا قاضی کے ملفوظات میں کہا گیا ہے:

اسی لیے اور اس اہم باہم اتحاد شاکرہ ہیں، مگر تیر بہت ہیں۔ باقی ہیں اچن اور سلطان
اقصم بہت تیر چلے ہیں، موثر سے بھی زیادہ تیر، مگر نہیں دیکھتے کہ سڑک میں بچے سے یا
جانور، بس اڑتے ہاتے ہیں، ایسا ہی کہتے ہیں دوسرے کی فہم بننے، مگر یہ طرز
شان تحقیق نہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ شیخ اس اہم کو مباحثت بہت ہیں، وہاں تک میں سے نہیں بہت۔
فرمایا کہ میں اس لیے کا اتنا مسئلہ نہیں جتنا اس اہم کا ہوں، کیوں کہ وہ صوفی بھی ہیں،
مگر چوں کہ اس اہم اس کا بڑا ادب کرتے ہیں، اس واسطے اس فہم کی جہ سے اس کا
ادب کرتے ہیں۔ یہ سب ایک نئے اور نئے سب کی حفاظت دین صحیح (ص ۳۸۹)۔

کتاب کے آخر میں مولانا قاضی نے اپنی بعض تفسیلات و جاہلیات کو جس طرح دیکھا ہے،
اس کا بیان ہے۔

بناں ہر اقبال قریشی کی اس جاہلیہ کی وثق گروانی کرتے ہوئے نہیں احساس ہے یا ہے کہ
انہوں نے حلف اوقات میں چند عبادت کے تحت مولانا قاضی کے ملفوظات و مواضع اور اس کی
سوانح عمیریوں یا معاصرین کی تقریروں سے اقتباسات یکے جا کیے اور سب ضرورت انہیں کتابچوں کی
صورت میں مرتب کرتے ہوئے اس کی فرض و غایت تھی، اور انہیں ایک نام بھی دیدیے۔ مثال کے
طور پر صفحہ ۳۰ پر یہ تحریر نظر سے گزرتی ہے: "آج کل رسالہ اشرف اور اشرف فی حقوق اہل ہذا زر تزیین
ہے۔۔۔۔۔۔ بندہ ہر اقبال قریشی خادم مجلس میاں آسٹینین۔ اردن آہا۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۳۰ پر یہ نذر دکھائی دیتا
ہے: "اس محضر مضمون میں چند واقعات کی روایت میں واضح کیا گیا ہے کہ خود صاحب احادیث آداب
معاشرت پر کس قدر عمل چلا ہے۔" مولانا قاضی کی اس سوانح کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے،
اس کے عنوان "اشرف لطائف فی اہل اشرف" اور اس کے ابتدایہ سے تو پاگل واضح ہے کہ ایک
بہت مرتب کرنا قصور ہے۔

ذکرہ احساس کے ساتھ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ ایک عقیدت مند کی کاوش ہے جو نہ
صرف صاحب سوانح کی ہر بات کو من و دمن سو لید جگج کہتا ہے، اور اس کی تائید کرتا ہے، بلکہ آراء
کی صحت کی چھان بین نہیں کرتا (جیسا کہ قصور پاکستان کے حوالے سے ہم نے بیان دیا کی ہے)۔
کتاب میں مزائف کے اس ذہنی روڈیے کے ساتھ حلف اوقات میں لکھے ہوئے مطالبات کو محض

یک چاکر نے کاٹا بھی موجود ہے، چوں ایک ہی موضوع پر "طومات لفظ طومات کے تحت کھری ہوئی ہیں۔

داتا مہ اشرف کے کتابچے "صغرت حکیم اوست، مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب قانونی کی تعلیمی خدمات" کا زور پڑ نظر بھی دہاں ہم اچھل کر بیٹھی جیسا ہے۔ اس کتابچے میں مولانا قانونی کا فخر سوانہائی خاکہ دینے کے بعد ان کے اس شاگردان رشید کا تعارف لکھا گیا ہے۔ قصیم و محکم کے حوالے سے طلبہ سے مولانا قانونی کے آفس اور لکڑا، ان کے طریق تربیت، آداب قصیم و محکم اور حقوق مسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتابچے کا مآخذ مولانا قانونی کے مکتوبات و مواہات اور ان کے بارے میں دستیاب سوانہائی کتب ہیں۔

"ادارہ جلیفانہ اشرفیہ-پارلن آباد" کی دونوں کتابوں "نزد پرنت پر لکھی ہیں۔ پہلی کتاب جلد ہے، اور دوسری کی جلد کارا ہوا کی ہے۔ کتابت کی اطلاع، اگر زیادہ احتیاط سے درست کر لی جائے تو قاری کی کوہت خاصی کم ہو جائیگی۔ تاہم امید ہے کہ آئندہ اشاعتوں کو بدامی نظر پڑنا جائے گا، اور دونوں کتابوں خوب تر انداز میں شائع ہوں گی۔

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب :	حضرت حکیم الامت، مہر ملت مولانا اشرف علی تھانوی کے طبعی اور عملی مہرمان کارنامے
موضوع و مؤلف :	محمد اقبال قریشی
نام کتاب :	حضرت حکیم الامت، مہر ملت مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی خدمات
موضوع و مؤلف :	داتا محمد اشرف
ناشر :	ادارہ تبلیغات اشرفیہ، جامعہ مسجد قاسمہ دہلی، ہریانہ آیا، طبع بیادول گرج
سال اشاعت :	۱۹۳۷ء اور ۲۰۰۶ء
صفحات :	پانچ سو ۲۳۰ اور ۷۷
قیمت :	پانچ سو ۱۰۵ روپے اور جوتی نہیں
تبصرہ نگار :	ڈاکٹر سید اختر

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳-۱۹۴۳) ہندی قریب کے بلند پایہ عالم دین اور شیخ طریقت تھے، انہوں نے دارالعلوم دہلی کے ابتدائی دور میں ایک طرف اس کے پچھلے مدرس مہاراجہ محمد سے استفادہ کیا تو دوسری جانب دارالعلوم کے لائبریرین طالب علم مولانا محمود حسن (جو تعلیمی مراحل سے گزر کر اپنی بارہ طبعی میں پڑھانے لگے تھے، پھر وہیں صدر المدرسین بنے۔ اور آخر حیات میں "شیخ الحدیث" کے لقب سے معروف ہوئے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیجے۔ ۲۱ برس کی عمر میں مولانا تھانوی مرہٹہ دہلی تعلیم سے فارغ ہوئے تو مولانا رشید احمد گلگویی نے ان کے سر پر دستار فضیلت رکھی۔

مولانا تھانوی نے عملی زندگی کا آغاز ۱۰ بجے پڑھا تھا، اسے پڑھانے سے کیا اور مدرسہ فاضل عام کالج دہلی میں تدریسی خدمات اہم دینے لگے۔ اسی مدرسے کے ایک جلسہ تقسیم امداد میں مجلس مدرسہ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا، اور جدید و قدیم نظام ہائے تعلیم میں باہمی ہونی چاہئے کو پانٹنے کے بارے میں سوچا گیا تھا۔ یہی سوچ اکتف مراحل سے گزرتی ہوئی دارالعلوم مدرسہ العلماء گلگویی کی تاسیس پر منتج ہوئی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مدرسہ فاضل عام کالج دہلی میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اسی شہر میں مدرسہ جامع العلوم میں منتقل ہو گئے، ۲۵ نومبر ۱۸۹۸ء میں ان کا ۱۳ برسوں پر عرصہ تدریسی دور اس

وقت انعام کو پہنچ گیا، جب وہ اپنے شیخ طریقت حامی امداد اللہ مہاجر مکی (م ۱۸۹۹ء) کے مشورے پر خانقاہ امدادیہ خانقاہ ہون (شیخ مظفر نگر-نیر پوریل) میں چلے گئے، اور پھر یہ خانقاہ کم و بیش ۲۵ برس تک ان کی جملہ علمی و ادبی، اسلامی اور تہذیبی خدمات کا مرکز بنی رہی۔

مولانا قنوی ایک مصلح ہے۔ انہوں نے زبان و قلم سے اہل اور بحیثیت جمہوی معاشرے کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ ان کی علمی خدمات میں تفسیر ”بیان القرآن“ سرپرست ہے جو آراء و زبان کے تفسیری سرمایے میں ممتاز ہے۔ اسی طرح تصوف و اخلاق اور علم کلام میں ان کی حدود جائزات ہیں۔ فقہی و اسلامی حوالے سے ان کی جائزات — ”بہشتی زیور“، ”اصلاح الارواح“، ”التعمیم الدینی“ اور ”الہدایۃ الی اللہ“ — کو جو پڑھائی حاصل ہوئی ہے، اس کے اثرات برصغیر کے مسلم معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہر طبقہ زندگی سے متعلق رکھنے والے ہزاروں افراد ان سے براہ راست استفادے کے لیے خانقاہ امدادیہ خانقاہ ہون آتے تھے۔ خانقاہ کی مشیخہ زندگی اور اہل قلم کے ہر وقت وہیں حاضر رہنے کے نتیجے میں مولانا قنوی کے فرمودات، مواظب اور طلبات ساتھ ساتھ ہی گھر لے جاتے تھے، اور مختصر عرصے میں عرب و مدینہ نقل میں شایع ہو جاتے تھے، اگر یہ کہا جائے کہ ان کے معاصرین میں کسی دوسرے عالم دین یا شیخ طریقت کے فرمودات و مکتوبات کو اس قدر اہتمام سے منظرہ نہیں کیا گیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ مزید برآں مولانا قنوی نے برصغیر کے مختلف حصوں سے متعلق رکھنے والے اپنے تربیت یافتہ مستفیدین کو غلامت و اہانت و بیعت سے نوازا، اور یوں ان کا لیسانہ وسیع سے وسیع تر بننے تک پہنچا چلا گیا، اور یہ سلسلہ اب ان کے علاوہ کے پانچویں کے ذریعے بدستور جاری ہے۔

مولانا قنوی کے مواظب و فرمودات میں ان کی زندگی اور مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ موجود ہے، تاہم ان کے عقیدت مندوں نے ان کی حدود سوانح عمری بھی لکھی ہیں اور ان کی خدمات دینی پر کئی کتب و مقالات شایع ہوئے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجددی کی ”اشرف سوانح“، مولانا مہدیاری ندوی کی ”جامع المجد دین“ اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی ”تکسیم اہمات: نقوش و آثار“ وہ چند سوانح عمری ہیں جن سے مولانا اشرف علی قنوی کی زندگی اور علمی و دینی مساعی پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

بہارن آباد کے جناب مراد علی قریشی، مولانا قنوی اور ان کے ملاحظین کے سرمایہ تحریر پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور گزارش کی برسوں سے مولانا قنوی کی تصنیفات کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

انہوں نے مولانا قانوی کے فرمودات و خطبات اور مواہب و خطبات، نیز ان کے سوانح نگاروں کی تصانیف سے باخبر چند کتابیں مرتب کی ہیں۔ ان کی جازہ ترین کاوش ”صورت نسیم الامت، ہمدانیت مولانا اشرف علی صاحب قانوی کے علمی اور عملی ہمدان کا راستہ“ ہمارے قابلِ نظر ہے۔

کتاب کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ بنیاد ہم اقبال قریشی نے آغاز کتاب (۲۱ ص ۳۳) میں مولانا قانوی کے مختصر سوانح حالات درج کیے ہیں، اور مختلف محاسروں نے ان کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، انہیں اپنے ذوق کے مطابق ذیلی سرخیوں کے تحت نقل کیا ہے۔ بعد ازاں مولانا قانوی کی متعینہ زندگی میں اپنی صحت، حقوق العباد کی اورنگی کے احکام، معاملات کی منتفی، اصلاح معاشرت کی نگیں، نیز ان کے طریق اصلاح وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ یہ ساری گفتگو خود مولانا قانوی کی تقریروں، ان کے فرمودات و مواہب یا ان کے حوٹین کے حوالے سے ہے، اور ہر ایک روایت و اقتباس کا امتداداً حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ بنیاد ہم اقبال قریشی نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا قانوی ”سمن اہل داؤد“ کی اس حدیث: ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائتۃ سنۃ من بعدہ لہا دیبا (بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا کہ اس کے لیے دین کو نیا کر دے گا) کے تحت ”ہمدانیت“ ہے، ان خطبے میں انہوں نے مولانا قانوی کے خطبات ”الافاضات العسیہ“ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

ایک صاحب نے خود نسیم الامت سے دریافت کیا کہ کیا ہمدان کا ہمدان کسی دلیل قطعی سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں، دلائل ظاہر سے، یعنی علامات اور آثار سے۔ ایک اور مولوی صاحب نے ہم سے کہے یہ سوال کر دیا کہ کیا حضرت، ہمدانیت ہیں؟ فرمایا کہ احتمال تو مجھ کو بھی ہے، مگر اس سے زائد نہیں۔ ہمام اوروں کو بھی نہ کرنا چاہیے، جن کے دہر میں گھٹاؤں ہے، باقی قطعی یقین تو کسی ہمدان کا نہیں ہوا جس پر ہمدان اور جس دہر کا فضل ہو چاہے: ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (ص ۷۹)۔

اس روایت کے بعد ایک بزرگ کے خواب اور مولانا قانوی کی جانب سے دی گئی تعبیر درج کی گئی ہے اور نتیجہ یہ اخذ کیا گیا ہے: ”صورت نسیم الامت کے بعد اب حضرت امام مہدی ہی آئیں گے اور آپ آخری ہمدان ہیں“ (ص ۸۰)۔

بنیاد ہم اقبال قریشی نے مولانا قانوی کے ہمدان کارناموں کو علمی اور عملی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ علمی کارناموں میں ان کے آخر حیات کی تصنیفی مصروفیات اور ان کے ایسے پانچویں و مہتممات پر روشنی ڈالی ہے، جن پر وہ مستقل کتابوں کی تالیف و ترمیم چاہتے تھے۔ ان ہی کتابوں میں سے ایک

مولانا غفر اللہ مولانا کی مرتبہ "اعلاء السنن" ہے۔ "الذمات الیومہ" کی روایت کے مطابق: "اعلاء السنن" لکھتے ہی مجھ کو کتاب ہے، جس کی پہلی زبیر ان کے بھی حدود سے کہہ دیے گئے ہیں۔ مذہب حنبلی کی ضرورت میں یہ کتاب، ماشاء اللہ بے نظیر ہے۔ ہر برس اس کے حقیقی امداد کے معنی کر دی گئی ہیں" (ص ۱۲۸)۔

حکلی تہذیب کے تحت ۱۱۱۲ھ قادیانی کی ان خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انہوں نے طریقت، معاشرت اور سیاست کے میدانوں میں انجام دیں۔ "سیاسی خدمات" کے ضمن میں تحریک ترک مولاات سے ۱۱۱۲ھ قادیانی کے الگ تھک رہنے، شرعی قوانین کے ارتقاء کی خواہش رکھنے، اور آل اہل اسلام ایک کی حمایت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے (صفحات ۱۳۹-۱۳۹)۔ اس سلسلے میں یہ لکھا گیا ہے کہ جون ۱۱۱۲ھ میں ۱۱۱۲ھ قادیانی نے یکم دسمبر کو سے کہا: "ہاں میں جانتا ہے کہ (۱) ایک اہل اسلام حکومت ہو، جہاں (۲) سارے قوانین کا ارتقاء، احکام شریعت کے مطابق ہو۔ (۳) بیت المال ہو۔ (۴) نظام زکوٰۃ قائم ہو۔ (۵) شرعی عدالتیں قائم ہوں" (ص ۱۳۵)۔ اس روایت پر سب ذیل تبصرہ لکھا گیا ہے:

گویا تصور پاکستان سب سے پہلے حضرت حکیم الامت ۱۱۱۲ھ قادیانی نے پیش کیا، سوائے اس کے کہ اس میں لفظ پاکستان استعمال نہیں کیا۔ اس کے قریب اڑھائی سال بعد شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے مشہور نکتہ "آرہ آباد میں فرمایا: "میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک عظیم اسلامی ریاست کا مطالبہ کرتا ہوں" (ص ۱۳۵)۔

پھر یہ روایت "حکیم الامت: نقوش و تاثیرات" اور "سیرت اشرف" وغیرہ سے نقل کی گئی ہے۔ واللہ اعلم کتاب گو اقبال قریبی نے دونوں کتابوں کے ساتھ ساتھ ریکارڈ روایت نقل کی ہے، یا آخر الذکر کتاب "سیرت اشرف" پر ہی اصرار کیا ہے جس میں اہل الذکر کتاب سے ایک اقتباس درج کیا گیا ہے (مثنوی مہاراجن خان، "سیرت اشرف"، لاہور: شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، جلد دوم، ص ۲۰۰)۔ ۱۱۱۲ھ مہاراجن صاحب اور اہل ہادی نے یہ سب کچھ تصور پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے نہیں لکھا، بلکہ جس اس حوالے سے تحریر کیا کہ ۱۱۱۲ھ قادیانی جہاں رہی اور سیرت حق میں کسی سے کم نہ تھی۔ یہ مثنوی مہاراجن خان مثنوی کا قافیہ رہے کہ انہوں نے ۱۱۱۲ھ قادیانی کو تصور پاکستان کا خالق بنا دیا۔ خود مولانا اور اہل ہادی نے "سیرت اشرف" کی دیکھی ہے امتدادوں سے اعتبار نا توئی کیا ہے۔ ایک مکتوب میں مولانا مرحوم نے جہاں اہل ہادی کو لکھتے ہیں: "مثنوی صاحب نے 'سیرت اشرف' میں خواہ مخواہ اور باطل یا ضرورت اقبال کو

۱۹۵۱ء (قانونی) سے گرا دیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں کون سے کڑے میں کیا نصف آتا ہے" (کلام محمد میدر آبادی، "رقعات ماہی"، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۵۳)۔

کیا ۱۹۵۱ء قانونی کے حوالے سے برصغیر کی تنظیم و دیگرہ بھی کوئی بات ۱۹۴۸ء میں عام آدمی کے کان میں پڑی تھی، اس دور کی کسی قریر سے اس کی جانچ ہوتی ہے، یا ۱۹۵۱ء قانونی نے "اسلامی حکومت" کی جدوجہد کے لیے کوئی علم و دیگرہ قائم کیا تھا؟ جب ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو ان کے دینی جہل اور ہندسے کے حوالے سے جان کی گئی اس روایت پر انہیں سب سے پہلے تصور پاکستان فٹن کرنے کا اعزاز کیسے دیا جا سکتا ہے! علامہ اقبال بھی پہلے سیاست دان نہ تھے جنہوں نے برصغیر میں ہندو-مسلم مسئلے کے لیے ہندوستان کی تنظیم کی تجویز پیش کی تھی، بلکہ ان سے پہلے متعدد دوسرے اہل دانش بھی ایسی تجاویز پیش کرتے رہے تھے، البتہ علامہ اقبال کی تجویز کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ ایک سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم سے نکلی پار فٹن کی گئی تھی۔

۱۹۵۱ء قانونی کی "عملی جدوجہد" کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی حاضر جمالی، شعراء اور اب سے دلچسپی اور ان کی سمن مزاج کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ان کی اپنے بزرگوں، معاصر علماء و زعماء، شعراء اور بزرگانِ ملت میں ہند ایک کے بارے میں آراء یک جا کی گئی ہیں۔ یہ آراء جہاں تحقیق و مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہیں، وہیں اہل حق و بائز کا عنصر بھی ان میں نمایاں ہے۔ علامہ شعلی نعمانی نے جب "تحریکِ ہفت علی ۱۹۵۱ء" شروع کی تو ۱۹۵۱ء قانونی کو سخت ناگوار گزرا اور انہیں گھس "مدعیانِ غیر خودی قوم" میں شمار کیا (ص ۲۰۲)۔ علامہ شعلی نعمانی کی سماجی تشفیات کو بن کے ۱۹۵۱ء "المامون"، "المدائن" و دیگرہ ہیں، ایسا خیال نہ کرتے تھے: "لہذا کہ ال بچریت کی ۱۹۵۱ء ہے، پتا چم نام رکھیں گے تو افریق، المامون، اگر صرف فاروق یا مامون رکھتے تو کیا ہرج تھا۔" "سیرۃ النبی" کی تالیف پر فرمایا: "آج کل اس قدر مذاق بگڑ گیا ہے کہ جہاد کی تصنیف سے اہل کمال کی تصنیف کا سہارا کرنا چاہتے ہیں، مادکہ اس میں حضور ﷺ کی شانِ بادشاہی تو ملے گی، مگر کمالاتِ نبوت کے ذکر کے اہتمام سے خالی ملے گی" (ص ۲۰۳)۔

اس ضمن میں ۱۹۵۱ء عیاض سلمی، ۱۹۵۱ء سند الہیاتی موسوی اور بعض دوسرے معاصرین کے بارے میں بھی ان کی آراء درج کی گئی ہیں۔ ۱۹۵۱ء قانونی کے زمانہ حیات میں شیخ الاسلام امام ابن حبیہ اور ان کے شاگردوں کے بارے میں اہل علم، بالخصوص علامہ شعلی نعمانی اور ان کے حلقہ اثر کے افراد نے نہایت جہش و ہندسے سے گھسا شروع کیا تھا، اور امام ابن حبیہ کی کتابیں ترجمہ ہونے لگی

تھیں۔ مولانا قاضی کے ملفوظات میں کہا گیا ہے:

ابن حجر اور ابن القیم باہم امتداد شاکر ہیں، مگر تخر بہت ہیں۔ باقی ہیں اچن اور سلطان
القصہ بہت تخر چلتے ہیں، سوار سے بھی زیادہ تخر، پھر نہیں دیکھتے کہ سزاگ میں بچے ہے یا
جانور، بس اسے ہانت ہیں، الہا ہی کہتے ہیں اور سرے کی نہیں سنتے، مگر یہ طرز
شان تحقیق نہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ شیخ ابن القیم کو عاشق کہتے ہیں، زہدیان رنگ میں سے نہیں کہتے۔
فرمایا کہ میں ابن حجر کا اتنا مسئلہ نہیں جتنا ابن القیم کا ہوں، کیوں کہ وہ صوفی بھی ہیں،
مگر چون کہ ابن القیم ابن کا بڑا ادب کرتے ہیں، اس واسطے ابن حجر کی جگہ سے ابن کا
ادب کرتے ہوں۔ یہ سب ایک نئے اور نیت سب کی حفاظت دین صحیح (ص ۲۸۹)۔

کتاب کے آخر میں مولانا قاضی نے اپنی بعض تشبیحات و جانہیات کو جس طرح دیکھا ہے،
اس کا بیان ہے۔

بناپ ہم اقبال قرینی کی اس جانپک کی رونق گروانی کرتے ہوئے ہمیں احساس ہے کہ وہ ہے کہ
انہوں نے حلقہ اوقات میں چند عبادات کے تحت مولانا قاضی کے ملفوظات و مواضع اور ابن کی
سوانح عمریوں یا معاصرین کی تقریروں سے اقتباسات یکجا کئے اور سب ضرورت انہیں کتابچوں کی
صورت میں مرتب کرتے ہوئے ابن کی فرض و غایت سمجھی، اور انہیں ایک نام بھی دیا۔ مثال کے
طور پر صفحہ ۴۰ پر یہ تحریر نظر سے گزرتی ہے: "آج کل رسالہ 'اشرف' دارشکو فی حقوق اہلہا زہر تزیب
ہے۔۔۔۔۔ بندہ ہم اقبال قرینی خادم مجلس میاں اُسٹینین-اردن آیا۔" صفحہ ۶ پر یہ جملہ دکھائی دیتا
ہے: "اس مختصر مضمون میں چند واقعات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ خود صاحب اوقات آداب
معاشرت پر کس قدر عمل پیرا ہے۔" مولانا قاضی کی جس مزاج کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے،
اس کے عنوان "اشرف لطائف فی اظہار الہ" اور اس کے ابتدایہ سے تو پاگلس واضح ہے کہ ایک
ہفتت مرتب کرنا قصود ہے۔

ذکرہ احساس کے ساتھ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ ایک طبیعت اللہ کی کاوش ہے جو نہ
صرف صاحب سوانح کی ہر بات کو من و دمن سو لیدر کج کہتے ہیں، اور اس کی تائید کرتے ہیں، بلکہ آراء
کی صحت کی چھان بین نہیں کرتے (جیسا کہ قصور پاکستان کے حوالے سے ہم نے نشان دہی کی ہے)۔
کتاب میں مؤلف کے اس ذہنی رڈیے کے ساتھ حلقہ اوقات میں لکھے ہوئے مطالبوں کو محض

یک چاکر نے کاٹا بھی موجود ہے، چوں ایک ہی موضوع پر "طبقات لفظ کتابت کے تحت کھری ہوئی ہیں۔"

داتا محمد اشرف کے کتابچے "صغرت حکیم اوست، مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب قانونی کی تعلیمی خدمات" کا زور پر نظر بھی دیکھنا چاہیے۔ اس کتابچے میں مولانا قانونی کا فخر سوانحی خاکہ دینے کے بعد ان کے اس شاگردان رشید کا تعارف لکھا گیا ہے۔ قصیم و محکم کے حوالے سے طلبہ سے مولانا قانونی کے آفس اور لکڑا، ان کے طریق تربیت، آداب قصیم و محکم اور حقوق مسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتابچے کا مآخذ مولانا قانونی کے مکتوبات و مواہات اور ان کے بارے میں دستیاب سوانحی کتب ہیں۔

"ادارہ جلیانہ اشرفیہ-پارلن آباد" کی دونوں کتابوں "تذکرہ پرنس پر لکھی ہیں۔ پہلی کتاب جلد ہے، اور دوسری کی جلد کارا پورا کی ہے۔ کتابت کی اطلاع، اگر زیادہ احتیاط سے درست کر لی جائے تو قاری کی کوفت خاصی کم ہو جائیگی۔ تاہم امید ہے کہ آئندہ اشاعتوں کو بدقسمت نظر پڑنا جائے گا، اور دونوں کتابوں خوب تر انداز میں شائع ہوں گی۔"